فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے جن کو اللہ رب العزت نے اپنی ولایت اور دوستی کے لئے منتخب ومخصوص کیا ہوتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہوتا ہے۔ اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اصل تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اولیاء کرام کے مختلف مدارج ہیں احادیث مبارک سے بھی اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درجات کے یقین کے بارے میں بخوبی طور پر پتہ چلتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے روئے زمین پر ایسے ہیں کہ ان کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور چالیس کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر اور سات کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر پانچ کے دل حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دل پر تین کے دل حضرت میکائیل علیہ السلام کے دل کی طرح۔ اور ایک مرد خدا ان میں ایسا ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل جیسا ہے۔ جب ان میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ تین میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر تین میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پانچ میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر پانچ میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ سات میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر ان ساتوں میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ چالیس میں سے

ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر ان چالیس حضرات میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ تین سو میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر ان تین سو میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ عوام الناس میں سے کسی کو مقرر فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی برکت سے اُمت کی بلاء اور مصائب دور فرماتا ہے۔" (زرقانی شریف شرح مواہب لدنیہ)

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

"میری اُمت کے چالیس ابدال ہیں ان میں سے بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں، جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو قائم مقام کر دیتا ہے جب قیامت قریب آئے گی تو سب اٹھا لئے جائیں گے۔"

اسی حوالے سے علامہ عبدالباقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"اولیاء کرام سے چار اوتاد ہوتے ہیں زمین پر ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا جنوب چوتھا شمال یہ چاروں دنیا کی روئے زمین کے مشرق و مغرب و شمال و جنوب کا انتظام فرماتے ہیں۔" (زرقانی شریف شرح مواہب لدنیہ ص ۳۹۶)

"اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جن کو ابدال کہا جاتا ہے وہ (ابدال) اپنے اس مرتبہ پر روزہ و نماز، خشوع و عاجزی کی کثرت اور حسن حلیہ کے باعث نہیں پہنچتے بلکہ اپنے زہد و تقویٰ کی سچائی، نیت کی بہتری، سینے کی سلامتی اور تمام مسلمانوں سے ہمدردی کے باعث انہیں یہ مقام عطا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے لئے انہیں منتخب کر لیا اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا۔ وہ چالیس حضرات ہیں ان کے قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی طرح ہیں ان میں سے کوئی اسی وقت فوت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی جانشینی کے لئے کسی کو پروانہ دے چکا ہوتا ہے۔ یہ جان لو کہ وہ کسی چیز کو نہ گالی سے یاد کرتے ہیں نہ ہی اس پر لعنت کرتے ہیں، بُرا کہتے ہیں، اپنے ماتحتوں کو ایذا دیتے ہیں نہ انہیں حقیر سمجھتے ہیں نہ اپنے اوپر والوں سے حسد کرتے ہیں بھلائی میں سب سے بہتر ہیں طبیعت میں سب سے نرم

مزاج کے اعتبار سے سب سے سخی ہیں، تیز رفتار گھوڑے، تند ہوائیں، اپنی تیزی کے باوجود ان کے رتبہ کو نہیں پا سکیں ان کے دل خدا کی خوشنودی کے لئے اور اس کی طرف اشتیاق کے باعث نیکیوں کی مسابقت میں اونچی اونچی چھتوں کو زیر کر دیتے ہیں یہی اللہ کا گروہ ہے۔ باخبر رہو کہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی فلاح و کامیابی پانے والا ہے۔" (نزہتہ البساتین)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

"ابدال شام میں، نجباء مصر میں، عصائب عراق میں، نقباء خراساں میں، اوتاد تمام روئے زمین میں ہیں اور ان سب کے سردار حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"اولیاء اللہ تین سو ہیں، نجباء ستر ہیں اور روئے زمین میں اوتاد چالیس ہیں فقہا دس ہیں، عرفاء سات ہیں مختار تین ہیں اور ایک ان میں سے غوث ہیں۔" (نزہتہ البساتین)

اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مختلف درجات ہیں۔

(۱) ابدال (۲) نجباء (۳) نقباء (۴) اوتاد (۵) غوث (۶) عرفاء (۷) مختار (۸) فقہا (۹) قطب ارشاد (۱۰) قطب مدار (۱۱) عارف (۱۲) خضر وقت (۱۳) اخیار (۱۴) ابرار (۱۵) قلندر

چونکہ زیر نظر کتاب قلندری طریقت سے تعلق رکھنے والی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس کی مقبول ہستیوں کے بارے میں ترتیب دی گئی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ قلندر کی شان کے بارے میں کچھ آگاہی ہو جائے اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جو بندے قلندر ہوتے ہیں وہ زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں اللہ کے یہ نیک بندے ہر طرح کی غرض، طمع اور لالچ سے بے نیاز ہوتے ہیں مخلوق میں سے جب کوئی ان کی خدمت میں کوئی گزارش پیش کرتا ہے تو وہ اس کو سنتے بھی ہیں اور اس کا ازالہ بھی کرتے ہیں اس لئے کہ قدرت نے انہیں اسی کام کے لئے مقرر فرمایا ہے اور یہی وہ مستجاب الدعوات اور مقبول بندے ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

"کوئی بندہ میرے فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کسی اور چیز سے میرا تقرب حاصل نہیں کر سکتا (فرائض کے بعد پھر وہ) نوافل سے مزید میرا قرب حاصل کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں جب وہ میرے مقام محبت تک پہنچ جاتا ہے تو میں اس کے کان، آنکھ، زبان، دل، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں اور میرے ذریعہ سے سنتا، دیکھتا، بولتا اور چلتا ہے۔" (صحیح بخاری شریف)

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"بہت سے پراگندہ سر، غبار آلود، دروازوں پر دھکے دیے جانے والے جنہیں کوئی حیثیت نہ دی جائے ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم کو سچ کر دے۔" (صحیح مسلم شریف)

مستی و خود آگہی قلندر کی ایک شان ہوتی ہے اس کو ذات اور صفات دونوں کی آگاہی حاصل ہوتی ہے وہ اپنے وجود سے گم اور حق میں ضم ہو جاتے ہیں اور یہ قلندر کی ایک ادا ہے کہ درویشانہ بے نیازی کے ساتھ تحیر اور خاموشی اس کا شعار ہوتی ہے۔

"تاریخ آئینہ تصوف" کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ ہر شہر خورد و کلاں میں دو قلندر ہوتے ہیں ایک قلندر دہری دوسرا قلندر قہری، اور قلندر دہری اسے کہا جاتا ہے جو کہ شہر میں قیام رکھتا ہے خورد و نوش اور دن رات کا اسے امتیاز نہیں ہوتا اس قلندر کو عوام الناس مست کہتے ہیں یہ خلق اللہ سے کم تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا قلندر قہری ہوتا ہے جو شہر کے گرد و نواح صحرا اور بیابان وغیرہ میں اکثر قیام رکھتا ہے اور خلق اللہ کو کم دکھائی دیتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ غیب السموات سے کھلاتا پلاتا ہے وہ کسی بندہ خدا کے ہاتھ سے کھاتا پیتا نہیں ہر وقت ہر لحظہ بڑھ مارتا رہتا ہے۔ یہ ہر دو قلندر مرتبہ روح جذبیہ کے ہوتے ہیں اور تمام عالم کا کشف ان کو ہوتا رہتا ہے اور اتفاقاً اگر کسی دنیا دار حاجت مند کو یہ دونوں قلندر میسر آجاتے ہیں اور وہ شخص خدمت گزاری کرتا ہے تو اس کا مدعا حاصل ہو جاتا ہے۔

ہمارے ہاں عام طور پر جو یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں صرف اڑھائی قلندر ہیں

میرے نزدیک یہ تصور غلط ہے کیونکہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا، حضرت شرف الدین بوعلی قلندر ؒ اور حضرت عثمان مروند المعروف حضرت لعل شہباز قلندر ؒ کے علاوہ بھی اولیاء کرام میں ایسی ہستیاں شامل ہیں جو قلندریہ سلاسل سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے صرف اڑھائی قلندر کا تصور قائم کرنا باقی قلندروں کے وجود سے انکار کرنے کے مترادف ہے جو کسی طور بھی مناسب نہیں اور صوفیاء میں کسی ولی کے مقام کے انکار کو بہت بڑی آفت قرار دیا جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب اگرچہ اڑھائی قلندر کے موضوع پر ہے مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ نہ کیا جائے کہ باقی قلندروں کے وجود سے انکار کیا گیا ہے بلاشبہ ہر دور میں قلندری طریق سے تعلق رکھنے والے ولی اللہ موجود رہے ہیں اور تا قیامت موجود رہیں گے۔ قلندریہ سلاسل آج بھی جاری ہیں اور ان سلاسل سے تعلق رکھنے والے اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خلق خدا کو فیض پہنچاتے ہیں مصروف ہیں۔ موجود قلندریہ سلاسل یہ ہیں۔

(۱) سلسلہ قلندریہ عبدیہ (۲) سلسلہ قلندریہ فہیمیہ (۳) سلسلہ قلندریہ قادریہ (۴) سلسلہ قلندریہ منوریہ (۵) سلسلہ قلندریہ فردوسیہ عزیزیہ قدوسیہ (۶) سلسلہ قلندریہ جباریہ عزیزیہ (۷) سلسلہ قلندریہ انصاریہ (۸) سلسلہ منوریہ انصاریہ قلندریہ متقرب وحدت یدر کامل (۹) سلسلہ قلندریہ نجمیہ (۱۰) سلسلہ قلندریہ کبرویہ (۱۱) سلسلہ قلندریہ الویہ (۱۲) سلسلہ قلندریہ جلالیہ اکبری۔

کتاب ہذا قلندری مقام و مرتبہ رکھنے والی تین مشہور ہستیوں حضرت بوعلی شاہ قلندر، حضرت لعل شہباز قلندر اور حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاکیزہ اور مبارک زندگیوں کے شب و روز کے حوالے سے ترتیب دی گئی ہے۔ کتاب کی ترتیب کے ضمن میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب اس سے قبل لکھی گئی اس موضوع پر موجود کتب سے منفرد انداز کی ہو چنانچہ اس مقصد کے لئے کتاب میں شامل مواد کو نہایت جامعیت کے ساتھ تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے اور صرف اسی مواد کو کتاب کی زینت بنایا گیا ہے جو حقیقت کے معیار پر پورا اُترتا ہے کتاب کا مطالعہ کرنے سے بخوبی طور

پر پتہ چلتا ہے کہ کتاب ہذا کی ترتیب کے ضمن میں حقائق کو مدنظر رکھا گیا ہے اور موضوع کی مناسبت سے دور قدیم اور حاضر میں لکھی گئی تمام کتب سے بہتر انداز میں لکھی گئی ہے عقیدت ومحبت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قلندری مقام ومرتبہ رکھنے والی ان تینوں شخصیات کی زندگیوں اور ان کی تعلیمات پر روشنی ڈالی گئی ہے اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت رکھنے والے افراد کے لئے زیر نظر کتاب ایک بہترین اور محبت بھرا تحفہ ہے۔ کتاب کا آغاز میں نے حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا کے تذکرہ سے اس لئے کیا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ اور زمانہ کے اعتبار سے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا کا تذکرہ پہلے کرنا ہی مناسب ہے۔

محمد الیاس عادل

قرآن حکیم کی روشنی میں اولیاء اللہ کے فضائل

اللہ رب العزت قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: ”بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر ثابت قدمی سے) قائم رہے۔ ان پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو، اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم تمہارے مددگار ہیں دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے اس (جنت) میں ہر وہ چیز ہے جسے تمہارا دل چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو، مہمانی بہت بخشش والے بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے۔“ (حم السجدہ)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت:

اللہ رب العزت اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: ”خبردار! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“ (سورہ یونس)

اللہ تعالیٰ کا انعام:

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

ترجمہ: ”پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، جو انبیاء

اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔'' (سورۂ نساء)

صبح وشام رضائے الٰہی کے طالب:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) روکے رکھیئے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو عبادت کرتے ہیں اپنے پروردگار کی صبح اور شام، اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ ہٹیں اس حال میں کہ آپ حیات دنیا کی زینت چاہتے ہیں اور آپ اس کا کہنا مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد میں غافل کر دیا۔'' (سورۂ الکہف)

اللہ کے دوست:

مزید ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اللہ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔'' (المائدہ)

اللہ کے خاص بندے:

اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

''بے شک جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تجھے کچھ غلبہ نہیں۔'' (بنی اسرائیل)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص بندوں پر اپنے خصوصی فضل وکرم اور انعام کا ذکر قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر کیا ہے جن سے ہر مسلمان بخوبی طور پر یہ سمجھ سکتا ہے کہ اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم مستجاب الدعوات اور بارگاہ الٰہی کے مقبول ومقرب بندے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

حدیث مبارکہ کی روشنی میں اولیاء اللہ کے فضائل

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کی شان اور مقام ومرتبہ کے بارے میں نہایت

وضاحت سے ارشادات فرمائے ہیں جن سے اولیاء اللہ کے فضائل کا اظہار ہوتا ہے اس حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل کے صفحات کی زینت بنائی جاتی ہیں۔

ولی اللہ سے عداوت رکھنے والے کے خلاف اعلان جنگ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جو میرے ولی سے عداوت رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور جن اعمال کے ذریعہ میرا بندہ میرا تقرب چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ عبادتیں محبوب ہیں جو میں نے اس پر فرض کیں اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور جب محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں دیتا ہوں اور اگر پناہ مانگتا ہے تو پناہ دیتا ہوں۔'' (صحیح بخاری شریف)

بلند مرتبہ فقراء:

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ایک شخص حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گزرا تو حضور ﷺ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ آدمی تیرے نزدیک کیسا ہے؟ اس نے عرض کی کہ یہ شریف لوگوں میں سے ہے اور اللہ کی قسم! یہ اس لائق ہے کہ اگر کہیں پیغام بھیجے تو فوراً نکاح کر دیا جائے اور سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سن کر خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر ایک اور شخص وہاں سے گزرا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیسا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ فقیر المسلمین میں سے ایک فقیر ہے اور یہ ایسا ہے کہ کہیں پیغام بھیجے تو کوئی قبول نہ کرے اور جو کسی کی سفارش کرے تو کوئی نہ سنے اور اگر بات کرے تو کوئی خیال نہ کرے۔ یہ سن کر سیدنا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسا ہے کہ اگر پہلے جیسے سے سارا عالم بھر جائے

توان سب سے یہ اچھا ہے۔ (بخاری ومسلم)

افضل ترین:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہتے ہیں ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! لوگوں میں افضل کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، افضل وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ اس نے عرض کیا، پھر کون؟ فرمایا پھر وہ جو کسی گھاٹی میں سب سے الگ ہو کر جا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔ (بخاری ومسلم)

روز محشر نور کے منبر:

ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے میری خاطر دوستی رکھتے ہیں ان کے لئے قیامت میں نور کے منبر ہوں گے ان کے درجہ پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا میں صحیح سند سے مروی ہے کہ:

اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میری محبت ان کے لئے واجب ولازم ہوگئی ہے جو آپس میں میرے واسطے محبت رکھتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور ملتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپس میں دیتے لیتے ہیں۔

فقراء کے تین درجات:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فقراء نے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک قاصد بھیجا اس نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں فقراء کا قاصد ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو جن کا قاصد ہے میں ان کو دوست

رکھتا ہوں۔ اس نے عرض کی کہ فقراء نے آپ کی خدمت اقدس میں یہ عرض کیا ہے کہ تمام نیکیاں مالداروں ہی کے حصہ میں آ گئیں اور ایک روایت میں اس طرح آیا کہ مالدار جنت حاصل کر گئے۔ وہ لوگ حج کرتے ہیں اور ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے، وہ صدقہ خیرات دیتے ہیں اور ہم اس پر قادر نہیں وہ غلام آزاد کرتے ہیں، ہم اس کی استطاعت نہیں رکھتے، وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو اپنی آخرت کی طرف اپنا زائد مال بطور ذخیرہ کے بھیج دیتے ہیں (یعنی اللہ کی راہ میں خوب خیرات کرتے ہیں) رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میری طرف سے فقراء کو یہ بات پہنچا دو کہ تم میں جو صبر پر کاربند اور ثواب آخرت کے آرزومند ہیں ان کے لئے تین ایسے مخصوص درجات ہیں جو مالداروں کے لئے نہیں ہیں۔

پہلا درجہ تو یہ ہے کہ جنت میں سرخ یاقوت کے کچھ ایسے بالا خانے ہیں جن کو جنت والے اس طرح دیکھیں گے جیسے دنیا والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ان میں سوائے نبی یا فقیر یا شہید یا مومن فقیر کے اور کوئی نہ جائے گا۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ فقراء مالداروں سے نصف یوم پہلے جنت میں جائیں گے اور اس نصف یوم کی مدت پانچ سو برس ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ جب فقیر سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اخلاص کے ساتھ کہتا ہے تو اگر ایک مالدار بھی اسی طرح کہے تو مالدار اس فقیر کے فضیلت اور ثواب کو نہیں پہنچے گا خواہ مالدار ان کلمات کے ساتھ دس ہزار درہم بھی خرچ کر ڈالے اور اسی طرح تمام اعمال حسنہ کا یہی معاملہ ہے۔ جب قاصد نے انہیں یہ خبر پہنچائی تو سب نے (خوش ہو کر) کہا کہ ہم راضی ہیں، اے اللہ! ہم راضی ہیں۔

فقراء سے حسن سلوک کرنے کا اجر:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء سے جان پہچان زیادہ کرو اور ان کے ساتھ سلوک کیا کرو کیونکہ ان کے لئے بڑی دولت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ دولت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا، جب روز محشر ہوگا تو ان کو کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں روٹی کا ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا ایک کپڑا پہنایا ہو یا پانی کا ایک گھونٹ دیا ہو اسے تلاش کرو اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔

یہ بھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ روز محشر بندۂ فقیر اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسی معذرت کرے گا جیسا آدمی، آدمی سے معذرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت وجلال کی قسم! میں نے تجھ سے دنیا اس لئے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ اس لئے کہ میں نے تیرے لیے بڑی بڑی فضیلتیں عطائیں تیار کی ہیں اور جو صفیں سامنے کھڑی ہیں ان میں جا اور جس نے تجھے کچھ کھلایا پلایا پہنایا ہو اس کا ہاتھ پکڑ وہ تیرا ہے جو اسے چاہے کر، اس وقت سب لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ پسینہ ان کے منہ تک آیا ہوا ہوگا اور (وہ فقیر) یہ ارشاد سن کر صفوں میں گھسے گا اور ان لوگوں کو ڈھونڈ کر ان کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ (نزہۃ البساتین)

اللہ کے ولی کی وسعتِ قلبی

اللہ کا ولی وہ صاحب دل ہوتا ہے جس کی قلبی وسعتوں کے لئے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی مقدار، جیسا کہ ذیل کی مشہور روایت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لَا يَسَعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَكِنْ يَسَعُنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ۔

"اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میری زمین اور میرا آسمان میرے لئے وسعت نہیں رکھتے۔ لیکن میرے بندۂ مومن کا دل میرے لئے وسعت رکھتا ہے۔

حضور پُر نور حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری ہند الولی غریب نواز نے مذکورہ روایت کا ایک رُباعی میں اپنے الفاظ میں یوں ترجمہ کیا ہے۔

مرا در دل بغیر از دوست چیزے درنمی گنجد
بخلوت خانہ سلطان کسے دیگر نمی گنجد

درونِ قصرِ دل دارم یکے شاہے کہ گرگاہے!
زدل بیروں زند خیمہ نہ بحر و برنمی گنجد!

(ترجمہ) میرے دل میں میرے دوست کے بغیر کوئی بات یا کوئی خیال نہیں گزرتا۔ میرا دوست ایک بادشاہ ہے اور اس کے محل اور اس کی قیام گاہ میں کوئی دوسرا شخص نہیں گزر سکتا، اور نہ اس میں کوئی سما سکتا ہے، میرا دل ایک عظیم الشان اور بے نہایت فراخ اور وسیع محل ہے جو ایک عالی مرتبت پادشاہ کی قیام گاہ ہے۔ وہ عالی مرتبت اور شان رفیع کا مالک پادشاہ اگر کبھی میرے دل سے باہر ہو کر زمین و آسمان میں فروکش ہونا چاہے تو یہ تمام مخلوق اس کی خیمہ گاہ کے لئے بھی کافی نہیں ہوتی۔ تعالَى اللّٰهُ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

اسرار الٰہی کا حامل ہونا

اللہ کا ولی گنج حقیقی اور اسرار الٰہی کا حامل ہوتا ہے، اور حاذق حکماء کی طرح امراض قلبیہ کے مریضوں کو اُن کی طبائع کے مواقع دوا دیتا ہے۔ اور

"كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُولِهِمْ"

(ترجمہ) عوام الناس سے اُن کی عقل فہم کے موافق بات کرو۔

کی حکمت بالغہ پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

سینہ اومخزن اسرارِ حق! قلب اوجلوہ گہِ انوار حق

ترجمہ: صاحب دل کا سینہ اللہ تعالیٰ کے بھیدوں کا خزانہ ہوتا ہے اور اس کا دل انوار خداوندی کی نمائش گاہ ہوتا ہے۔

اللہ کا ولی ہی وہ وسیلہ ہوتا ہے جو اس خاک کے پتلے ظلوم وجہول کو اُس ذات قدوس وسبحان، بالا وبرتر، اعلیٰ وارفع کی حریم کبریا تک رسائی کے لئے ذریعہ ہوتا ہے اور اس کٹھن منزل کے طے کرنے میں اُس کے لئے خضر راہ ہوتا ہے اور اس عالم تیرہ وتار کی ظلمات سے نکالنے کے لئے اور منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے اس کا معاون ومددگار رہتا ہے۔

ـ پیررا بگزیں کہ بے پیرایں سفر   ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

ترجمہ: اے سالک کوئی رہنما ساتھ لے لے! کیوں کہ یہ سفر بہت خطرناک اور پُر آشوب ہے، اور بغیر ہادی و رہنما کے اس کا طے کرنا نہ صرف مشکل بلکہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔

اللہ کا ولی وہ صاحب ہدایت ہوتا ہے جو انسان ضعیف البنیان کے لئے اس جادۂ پُر خطر کے طے کرنے میں اُس کے لئے دلیل و راہنما ہوتا اور اس کے فیضان صحبت سے وہ عصیاں کے بارگراں سے آسودہ ہو جاتا ہے اور بحر ظلمات میں گھرے ہوئے اس بیکس و ناکس کے لئے وہ شمع امید روشن کرتا ہے اور اس کے دل مردہ کو غفلت و جہل کی امراض ہمیشہ سے پاک و صاف کر کے اسے راحت قلبی اور حیات ابدی سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

ـ آنچہ زرمی شود از پرتو آں قلب سیاہ!   کیمیائیست کہ در صحبت درویشان ست

(ترجمہ) وہ چیز جس سے مس کرنے کے ساتھ سیاہ دل اور قلب تاریک خالص کندن اور خالص زر بن جاتا ہے، وہ ایسی کیمیا ہے جو اہل اللہ اور درویشوں کی صحبت سے میسر ہوتی ہے۔

تصور اسم ذات سے معمور رہنا

ولی کامل کا دل تصور اسم ذات سے ہر وقت معمور رہتا ہے اور اس کی دونوں آنکھوں سے چراغ کی طرح تجلیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے وہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے اور اس پر کبھی غفلت طاری نہیں ہوتی۔ وہ وجود ظاہری سے عام لوگوں میں بیٹھتا ہے مگر اپنے وجود باطنی سے وہ مجلس محمدی میں ہوتا ہے، اور وہ صاحب حضوری و منظوری ہوتا ہے۔

صاحب اختیار ہونا

ولی کامل اپنے فیوض و برکات کو عطا کرنے میں صاحب اختیار ہوتا ہے جس مرید

کو مناسب سمجھے اسے چاہے سالہا سال تک محنت و مشقت اور مجاہدہ میں مشغول رکھے اور جسے چاہے مریدین سے بے محنت و مشقت خزانہ بخش دے شیخ کامل کے لئے اس امر میں نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ کوئی انتہا، کیونکہ اس کا ہر فعل بامر الٰہی ہوتا ہے، اور خداوند قدوس جل شانہ کی نگاہ ظاہری تقویٰ و طہارت پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے ہاں دل ہی قابل احترام ہے اور وہ دلوں کو ہی دیکھتا ہے۔

ولی کامل کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کی صفت تَنَامُ عَيْنَا وَلَا يَنَامُ قَلْبِي (میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا) کے بحر بیکراں سے سیر کام اور فیض یاب ہوتے ہوئے خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں اللہ کریم کی طرف سے مکالمہ اور مکاشفہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور مرید شیخ کے لئے ایک خدائی امانت ہوا کرتا ہے، جس میں وہ باذنِ اللہ تصرف کرتا ہے اور اسے حیات روحی اور مماتِ نفسی سے شاد کام کرتا ہے۔

ـ پیر رومی خاک را اکسیر کرد   از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد!

ترجمہ: پیر رومی نے میری خاک کو کمال توجہ سے اکسیر بنا دیا ہے اور میری گرد و غبار سے کیا کیا رنگا رنگ پھول کھلا دیئے ہیں۔

ولی کامل بندگان خدا کی طرف سے سلیم الصمدر ہوتا ہے اور

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ

تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے (رواہ البیہقی)

کے تحت تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا عیال سمجھ کر اس سے گہری دلچسپی اور دلی ہمدردی کا ثبوت دیتا ہے اور شاہ و گدا، امیر و غریب اور ہر چھوٹے بڑے سبھی کے لئے وہ انعامات خداوندی کے صرف کرنے میں سخی ہوتا ہے۔

اللہ کے محبوب و مقبول بندے

اللہ رب العزت کے محبوب و مقبول بندوں کے وجود مسعود سے یہ دنیا کبھی بھی

خالی نہیں رہی اور اللہ کے یہ برگزیدہ بندے جن پر اللہ جل شانہ کا خصوصی فضل وکرم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاتے اور ان کو اپنے فیض سے مستفید کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں وہ لوگوں میں محبت، اخلاص، حسن سلوک، باہمی پیار والفت اور نیکی کا پرچار کرتے ہیں۔

کائنات میں پاک محبت کا وجود جہاں بھی اور جس رنگ میں بھی پایا جاتا ہے اس کا سرچشمہ ایک اور صرف ایک ہے۔ اور وہ ذات باری تعالیٰ ہے، اور جس مومن کامل کے قلب طاہر میں اسی محبت کا نزول ہوتا ہے، اسے ''عَرْشُ الرَّحْمٰنِ'' کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ اور مبدا فیاض کی طرف سے تمام عالم میں اس کی مقبولیت اور محبوبیت کا ڈنکا بجایا جاتا ہے۔

كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ (رواہ مسلم مشکوۃ ص ۴۵۲)

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ پھر اس شخص کے لئے روئے زمین پر قبولیت نازل کی جاتی ہے۔

ارباب بصیرت کو ایسے محبوبان خدا اور ایسے مقبولان بارگاہ کا وجود پر جود ہر قرن اور ہر دور میں روئے زمین کے مختلف مقامات پر مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ جن کی ذوات قدسیہ کی طرف بنی آدم کے قلوب خود بخود کھنچے چلے جاتے ہیں، جو سراپا محبت ورأفت کے پیکر ہوتے ہیں، اور جن کی نظر کرم سے افرادِ انسانی میں محبت الٰہی بٹتی رہتی ہے۔

اہل بصیرت کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہیں ہے کہ فضائے آسمانی کے رہ نوردوں کے لئے اپنے ایمان کی تکمیل اور اس کٹھن منزل کی مشکلات کو طے کرنے کے لئے شیخ طریقت سے قلبی وروحی محبت کو درجہ عشق تک پہنچا کر اپنی ذات پر اس حد تک غالب اور مستولی کرنا ضروری ہوتا ہے کہ ذات شیخ انہیں اپنی جان سے بھی قریب تر اور محبوب تر ہو جائے۔

فی الحقیقت ذاتِ شیخ مریدین کے لئے محبت کا سرچشمہ ہوتی ہے اور ذاتِ شیخ

سے ہی محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں، اور مریدین کے قلوب کو انوار و برکات کے آب حیات سے سیراب اور شاداب کرتے ہیں۔

ذاتِ شیخ اپنی روحانی تعلیمات اور الہامی تفہیمات کے ذریعہ گمراہوں کو راہ راست پر لانے اور اہل ذوق کو سوز وگداز کی نعمت سے سرفراز کرنے کے لئے اس عالم آب وگل اور جہاں رنگ وبو میں جلوہ گر ہوتی ہے اور ارادت مندوں کے اطمینان قلبی اور سکون روحی کے لئے اس کی ذات گرامی سے کرامات اور ہر طرح کی برکات کا بکثرت ظہور ہوتا رہتا ہے۔

پیر رومیؒ خاک را اکسیر کرد — از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

(ترجمہ) پیر رومی نے میری خاک کو اکسیر بنا دیا اور میرے غبار کے ذرات سے عجیب وغریب کرشمے دکھائے۔

عشق الٰہی میں مست ومستغرق

شیخ کامل ہر لحظہ مشاہدہ حق میں مستغرق ہوتا ہے اور عشق الٰہی میں وہ ایسا کھو جاتا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور سوتے جاگتے، قدرت کاملہ کی تجلیات میں محو اور سرشار رہتا ہے، شیخ کامل عشق الٰہی اور محبت خداوندی میں استغراق کی بنا پر دونوں عالم کی موجودات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ قدرت کی تخلیق کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے وہ ہر وقت متحیر رہتا ہے۔ اور معرفت کے بحر بے کراں میں تیرتا رہتا ہے او اسرار الٰہی کے رنگا رنگ موتی نکال نکال کر ارباب بصیرت کے اطمینان قلبی اور تسکین روحی کے لئے عمدہ ترین سامان فراہم کرتا رہتا ہے، شیخ کامل معرفت الٰہی میں ایک عالی مقام پر فائز ہوتا ہے اس کی خوراک مجاہدہ اور اس کی خواب مشاہدہ ہوتی ہے۔ اس کا حال اُس کے باطن کی گواہی دیتا ہے۔ وہ حق الیقین کے درجہ پر فائز ہوتا ہے، حق ہی کہتا ہے، حق ہی دیکھتا ہے اور حق ہی سنتا ہے۔

محبت وعشق الٰہی، محبت وعشق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر منحصر ہے۔ اور محبت وعشق مصطفیٰ ﷺ کا دارومدار آپ کی اتباع اور سنت کی پیروی پر ہے۔ اللہ کریم جل مجدہ کا

ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

”کہہ دے اے محبوب اگر تم اللہ کو دوست رکھنے والے ہو، تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا۔“

اس آیۃ کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی دوست کا دعویٰ اتباع مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ ہی سے صحیح ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یہی طریقہ رب تعالیٰ کا محبوب بننے کا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس مفہوم کو یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ جو خدا کا دوست بننا چاہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی اپنے اوپر لازم کر لے۔ حضور ﷺ کی پیروی اختیار کرنے سے حضور ﷺ سے محبت بڑھتی چلی جائے گی۔ اور یہی محبت رب تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بن جائے گی۔ اور اس طرح مصطفیٰ ﷺ کو محبوب رکھنے والا خدا کا محبوب بن جائے گا۔ اور اس کا دعویٰ محبت الٰہی درست ہوگا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قوت قلب و جگر گردد نبی   از خدا محبوب تر گردد نبی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جب قلب و جگر کی قوت بن جاتی ہے۔ تو اس وقت آپ عاشق کے نزدیک خدا تعالیٰ سے بھی بڑھ کر محبوب بن جاتے ہیں۔ ایمان والوں کی علامت قرآن حکیم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ لیکن قرآن ہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ محبت خدا کا دعویٰ محبت رسول ﷺ کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ”از خدا محبوب تر گردد نبی“ کہنا بجا اور درست ہے۔ اہل محبت نبی علیہ السلام کو اس لئے ہر شے سے بڑھ کر محبوب رکھتے ہیں۔ کہ ان کی محبت حصول محبت خدا کا واحد راستہ ہے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○ تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (رسول اللہ ﷺ) تمہارے نزدیک تمہارے ماں باپ، اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ پس اس میدان میں محبت و عشق مصطفیٰ ﷺ اصل

الاصول ہے۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست   بحر و بر در گوشہ دامان اوست
سوز صدیقؓ و علیؓ از حق طلب   ذرہ عشق نبیؐ از حق طلب
روح را جز عشق او آرام نیست   عشق او روز یست کو را شام نیست

عشق کی حقیقت

عشق کی حقیقت کیا ہے؟ اور عشق کسے کہتے ہیں؟ اس کے متعلق صوفیائے کرام کے بہت سے اقوال ہیں۔ جن کا خلاصہ عارف باللہ مخدوم حضرت خواجہ علی الہجویری ثم لاہوری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کشف المحجوب سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

”مشائخ طریقت کے ایک گروہ نے بندہ کی طرف سے خدا تعالیٰ کے عشق کو جائز رکھا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے عشق کو جائز نہیں رکھا۔ اور یوں کہا ہے کہ عشق اپنے محبوب سے روکنے کی ایک صفت ہے۔ اور بندہ حق تعالیٰ کے ملنے سے روکا گیا ہے اور حق تعالیٰ بندہ کو ملنے سے نہیں روکا گیا۔ پس بندہ پر خدا تعالیٰ کا عشق جائز ہے۔ اور حق تعالیٰ پر بندہ کا عشق جائز نہیں۔ اور ایک گروہ نے کہا بندہ پر بھی خدا تعالیٰ کا عشق جائز نہیں کیونکہ عشق حد سے تجاوز کرتا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ محدود نہیں۔ اور پھر متاخرین نے کہا ہے کہ عشق دونوں جہاں میں حق تعالیٰ کی ذات کے ادراک کے طالب کے سوا کسی اور کے لئے درست نہیں۔ اور ادراک حق تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے سے عاجز۔ لہٰذا اس کے ساتھ محبت و اخلاص درست ہے۔ عشق درست نہیں۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہے کہ عشق سوائے معانہ (آنکھ سے دیکھنے کے) ممکن نہیں۔ اور محبت سننے سے جائز ہے۔ اور چونکہ عشق نظر سے ہوتا ہے اس لئے اس کا اطلاق حق تعالیٰ پر روا نہیں۔ کیونکہ دنیا میں اس کو کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا۔“

مؤلف یہ گزارش کرتا ہے کہ بیشک عشق سوائے معائنہ کے ممکن نہیں اور یہ کہ ”دنیا میں اس کو کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا“ مگر عاشق اس کو دیکھنے کی آرزو ضرور رکھتا ہے اگرچہ آنکھ سے اسے دیکھ نہیں سکتا۔ تاہم مظاہر قدرت کو آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور ان میں اس کی صفت کو

معائنہ کرتا ہے۔ صفت کا دیکھنا اگرچہ ذات کے دیکھنے کے برابر نہیں۔ مگر صفت کا تعلق چونکہ ذات سے ہے۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ صفت ذات ہی کا ایک پرتو ہے۔ اور ان صفات ہی سے اس کی ذات کا احساس ہوتا ہے۔ پس صفات کے آئینہ میں عاشق اس کی ذات کو دیکھنے کی تمنا میں اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس جدوجہد میں کوئی کسر باقی اٹھا نہیں رکھتا۔ اب یہ محبوب کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو صفات کا پردہ اٹھا کر وہ اپنی ذات کا معائنہ کرادے۔ یا پھر محبوب کو اسی تگ و دو میں لگا رہنے دے۔ حتیٰ کہ وہ وقت آجائے کہ محبوب تمام حجاب اٹھا کر اپنے جمال ذات سے اسے سرفراز فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پہاڑ پر رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کے نعرے بلند کئے۔ تو لَنْ تَرَانِی (تو مجھے نہیں دیکھ سکتا) جواب پایا۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ ہم اپنا آپ دکھانا نہیں چاہتے۔ یا دکھا نہیں سکتے۔ بلکہ یہ فرمایا۔ ''تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔'' جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص میں یہ قدرت نہیں کہ وہ ہمیں بے نقاب اپنی آنکھ سے معائنہ کر لے۔ البتہ ہم اپنا آپ کسی کو دکھانا چاہیں تو بغیر طلب کے بھی دکھا سکتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات چشم سر سے اس کا دیدار کیا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

بعض مشائخ نے بندہ کا خدا تعالیٰ سے عشق جائز رکھا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ عشق کی ضد نہیں، اور اللہ تعالیٰ کی بھی ضد نہیں۔ اس لئے اس کا اطلاق اللہ پر جائز ہونا چاہئے۔ (کشف المحجوب)

مخدوم خواجہ فرید الدین عطار سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

عشق از ہستی خود دارستن است — در مقام سرمدی پرستن ست
عشق چہ بود؟ قطرہ دریا ساختن — اززدد عالم باخدا پرداختن
گرمقام عشق مادای تو شد — بر فراز نہ فلک جای تو شد
عشق یوسفؑ را ازاں ساز و غلام — تا کہ آردمر زلیخارا بدام
عشق موسیٰؑ رابکوہ طور برد — بہردیدد دست سوئے نور برد
عشق عیسیٰؑ رابگردوں می برد — یافتہ ادریسؑ جنت از صمد

عشق احمدؐ رابود معراج دیں — تامقام اوشود حق الیقیں

ترجمہ: عشق اپنی ہستی سے گزر جانا یعنی ختم کر دینا اور مقام سرمدی کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ عشق کے کیا معنی ہیں؟ یہی کہ انسان دونوں جہان سے علیحدہ ہو کر صرف خدا تعالیٰ سے وابستہ ہو جائے اور اس طرح قطرہ سے دریا اور ذرہ سے صحرا بن جائے، اے انسان اگر عشق تیرا مقام اور ٹھکانہ بن جائے تو تیرا مرتبہ نو آسمانوں کی بلندی سے بھی اونچا ہو جائے وہ عشق ہی تھا کہ جس نے یوسف علیہ السلام کو محض اس لئے غلام بنایا تا کہ زلیخا ان کی ہو جائے۔ عشق موسیٰ علیہ السلام کو دوست کے دیدار ہی کے لئے طور پہاڑ پر لے گیا تھا۔ عشق عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے گیا اور حضرت صمد جل جلالہ سے ادریس علیہ السلام نے جنت پائی۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عشق کی برکت سے دین کو معراج اور مقام حق الیقین حاصل ہوا۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

در دل عاشق چو عشق آتش فروخت — ہرچہ جز معشوق بود آں رابسوخت

جب عاشق کے دل میں عشق کی آگ روشن ہوتی ہے۔ تو یہ آگ معشوق کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے اور عاشق مقام سرمدی حاصل کر لیتا ہے۔ اسے فنا سے کوئی واسطہ نہیں رہتا، اور وہ اس مقام سرمدی میں معشوق کے نہ ختم ہونے والے جلووں کو بے حجاب ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اپنی فنا میں اس کی بقا کے نظارے دیکھتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ بِالْفَنَآءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ بِالْبَقَآءِ اس مرحلہ پر اگر عاشق انا الحق اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کے نعرے لگائے تو کیا مضائقہ ہے؟ اس کی ذات فنا ہو چکی ہے اب یہ اپنے ہونے کا اعلان نہیں کرتا۔ بلکہ جسے دیکھتا ہے اس کی تشہیر کرتا ہے۔

عشق حقیقی کی پہچان

سلطان العارفین حضرت خواجہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ عاشق کی شناخت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

عاشقی راشش نشان است اے پسر — آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

گر ترا پر سندسہ دیگر کدام! کم خورد کم گفتن و خفتن حرام
عاشقی پیداست از زاری دل نیست بیاری چو بیاری دل

اے بیٹے، عشق حقیقی کی چھ علامتیں ہیں، مریض عشق بات بات پر سرد آہیں بھرتا ہے۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں سے اشک رواں رہتے ہیں۔ اس کی خوراک برائے نام ہوتی ہے۔ وہ بہت کم باتیں کرتا ہے۔ اور اس پر نیند حرام ہوتی ہے۔ عشق کا اظہار دل کی گریہ وزاری سے ہوتا ہے۔ اور دل کی بیماری کے برابر کوئی بیماری نہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ عشق کو ایسا اصطرلاب (آلہ) قرار دیتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے اسرار الٰہی اور خفیہ بھید منکشف ہوتے ہیں۔ اور ملکوت السمٰوات والارض کی حقیقتیں بے نقاب ہوتی ہیں۔ بلکہ عاشق، عشق الٰہی کی وجہ سے خود ایک ایسا اصطرلاب بن جاتا ہے کہ اس کو معرفت الٰہیہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف ہونے لگتا ہے۔

یہ انکشافات جس علم کے تحت ہونے میں اسے علم لدنی کہتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے سکھائے بغیر سیکھا نہیں جا سکتا۔

؎ علم آں باید کہ آید از خدا در درون انبیاء و اولیاء

صرف ذات حق کی طلب

اللہ کریم اپنی مخلوق سے کچھ بندوں کو اپنی محبت اور داور سوز و گداز کے لئے چن لیتے ہیں۔ اُنہیں اپنا محبوب اور دوست بنا لیتے ہیں۔ اُنہیں اطمینان قلبی اور سکون روحی کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور اور سرفراز کرتے ہیں۔ ایسے صاحب نصیب روشن ضمیر اور سعادت ہند حضرات خواہشات نفسانی کو ترک کر کے مال و دولت کو پس پشت ڈال کر اور دُنیوی اغراض و مقاصد سے بے نیاز ہو کر ذات خداوندی سے محبت کرتے ہیں اور اس ذات حق سبحانہ وتعالیٰ سے ان کی محبت خالصاً......ہوتی ہے۔ دنیا و آخرت میں اس کا کچھ صلہ اُنہیں مطلوب نہیں ہوتا۔

احمد بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام ست

ہر دم رضائے جاناں رضواں شدست مارا

(ترجمہ) حضور مخدوم عطاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح، سلطان الاولیاء کلیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشقان الٰہی کے لئے جنت و دوزخ دونوں حرام، نا قابل التفات اور غیر مطلوب ہیں عاشقان ذات حق کے لئے صرف ایک ہی امر مطلوب ہے اور وہ اپنے محبوب کی رضا ہے۔

ان کے چہرے انوار خداوندی سے روشن ہوتے ہیں۔ اور بجز ذات کبریا اُنہیں نہ کسی سے امید ہوتی ہے اور کسی کا خوف، ایسے بندگان خدا ولی اللہ اور قلندر کہلاتے ہیں۔ اور لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْن (نہ اُن پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ کسی کا غم کھائیں گے) کی خبر صادق سے ایسے ہی عارفین کو نوازا گیا ہے۔

ایسے کاملین کی صحبت گراں مایہ سے آسائش جسمانی، فراغت قلبی سلامتی ایمان اور حساب روز قیامت سے نجات ملتی ہے اور ایسے مقبولان بارگاہ احدیث کا وجود مسعود باعث رحمت اور وجہ امان ہوتا ہے۔

؎ ہر کہ بیند روئے فقرش صبح و شام آتش دوزخ برا وگرد و حرام

ترجمہ: جو شخص کسی مرد خدا صاحب فقر کے روئے منور کو صبح و شام دیکھ لیتا ہے تو جہنم کی آگ اس کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔

صاحب منصب ہونا

شیخ کامل وہ صاحب منصب ہوتا ہے جسے اللہ کریم کی طرف سے ایمان کامل اور معرفت تامہ عطا کی جاتی ہے، اور حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتا ہے اور جسے اپنے منصب عالی پر پورا یقین اور اعتماد ہوتا ہے۔ وہ اپنے متوسلین کی تربیت اور نگہداشت کا ضامن ہوتا ہے اور اُن کی مشکلات میں وہ بارگاہ رب العزت میں اُن کے لئے شفیع اور کفیل ہوتا ہے اور اپنی نگاہ کرم سے وہ مریدین کے دل و دماغ کو عظمت الٰہی کے تصور سے معمور اور جمال حقیقت کے پرتو سے روشن اور پُر نور کر دیتا ہے۔ اور ان کے لئے محو و فنا،

عشق وجذب اور تسلیم ورضا کی کٹھن منازل آسان کر دیتا ہے اور اپنے بحرِ کرم سے وہ سلوک وعرفاں کی تشنگی کو یقین اور طمانیت کے آبِ حیات سے سیراب کرتا ہوا ان کے قلب وروح کی پیاس بجھا دیتا ہے۔ اور اس کی ذاتِ گرامی پر ہر ساعت رحمتِ حق کا مینہ برستا رہتا ہے۔ اور وہ سرتاپا دریائے محبت اور بحرِ معرفت میں غرق ہوتا ہے۔

حضرات اولیاء کرام اپنے منصب عالی کے لحاظ سے حضرات انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بلند ترین مقام رکھتے ہیں یہی وہ خوش بخت حضرات ہیں جن کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (خداوند قدوس اُن سے محبت کرتا ہے، اور وہ حق تعالیٰ جل شانہ سے محبت کرتے ہیں) یہ گروہ اولیاء عظام کسی زمانہ سے مخصوص نہیں۔ بلکہ یہ جماعت ہر قرن اور ہر دور میں موجود اور قائم رہتی ہے۔ اور تا دور قیامت قائم ودائم رہے گی۔ کیونکہ دنیا کے وجود اور اُس کے بقاء کا دارومدار انہیں حضرات کے وجود پر جود سے ہے۔

حضور پُر نور خواجہ مخدوم حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کریم کسی وقت بھی روئے زمین کو اتمام حجت سے خالی نہیں کرتا۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس اُمت میں کسی ولی کا ظہور نہ ہو۔ اور اس امر کی تصدیق حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ہوتی ہے۔ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ ''میری اُمت میں ایک جماعت ہمیشہ نیکی پر قائم رہے گی۔'' (مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۵)

شیخ کامل ''اَلشَّيْخُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ'' کے عالی منصب پر فائز ہوتا ہے۔ احیاء قلبی اور اماتت نفسی کے ہر دو صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ جس طرح وہ دل مردہ کو زندہ کر سکتا ہے، اسی طرح وہ باذن اللہ نفس امارہ کو بھی مار سکتا ہے۔ اور چند لمحات میں طالب صادق کو بقا باللہ اور فنا فی اللہ کی منازل طے بھی کرا سکتا ہے۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ   تیر جستہ باز گر دانند راہ!

ترجمہ: اولیاء اللہ کو حق تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا لاتے ہیں۔

اللہ کا محبوب اور ولی ایک طرف تو انوار خداوندی کا حامل اور تجلیات ربانی کی دولت گراں مایہ سے مالا مال ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ اس ظلمت کدہ ہستی کے خاک نشینوں کے لئے مشعل راہ بنتے ہوئے آفتاب عالم تاب کی طرح اُس کی ذہنی وقلبی کثافتوں اور تاریکیوں کو دور کرتا ہے۔

درمیان جان و جاناں ، چیست دانی مغربی
برزخ جامع خط موہوم حد فاصل ست

ترجمہ: اے مغربی کیا تو جانتا ہے کہ جان اور جاناں کے درمیان وہ کون سی چیز ہے جو اُن کے درمیان واسطہ ہے اور جو ان کو آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ رکھتی ہے، ہاں وہ برزخ جامع ہے جو خط موہوم کی طرح نازک ہے اور وہی ان کے مابین حد فاصل ہے۔

یہ اصحاب منصب اولیاء اللہ مأمور من اللہ ہوتے ہیں۔ اُن سے جو بھی اُمور غیبی ظہور پذیر ہوتے ہیں اُن کی تحریک غیب سے ہوتی ہے اور جب تک عالم بالا سے احکام صادر نہیں ہوتے وہ اپنی زبان بند رکھتے ہیں۔ اور جب تک وہ غیب سے کوئی اشارہ نہیں پاتے وہ کسی فعل کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور یہ مقام اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص عطیہ ہے جسے چاہتا ہے وہ اس سے سرفراز کرتا ہے۔

سالہا بروند مرداں انتظار   تا یکے رابارشد از صد ہزار

ترجمہ: لوگ سالہا سال تک بندگان خدا کی آمد کے منتظر رہتے ہیں۔ بڑی مدت کے بعد لاکھوں میں سے کسی ایک صاحب کو اس مقام کے لئے منتخب کر کے بھیجا جاتا ہے۔

شیخ کامل وہ عالی مقام ہوتا ہے کہ حضور پُر نور حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اُس کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک لحظہ کے لئے بھی مشاہدہ حق سے غافل نہیں ہوتا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی:

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا (بخاری ومسلم)

ہمیشہ اس کے مدنظر رہتا ہے۔ اور وہ تمام اُمورِ شرعیہ میں حضور ﷺ کی مراد سے واقف ہوتا ہے اسی بنا پر وہ دوسروں کے لئے حجت ہوتا ہے۔

مشاہدہ کی کیفیت

ولی اللہ وہ صاحب بصیرت ہوتا ہے جس کی ذات انوار خداوندی سے روشن ہو جاتی ہے۔ اس کی نگاہ کے سامنے سے تمام حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ وہ علم لدنی کی دولت سے بہرور ہوتا ہے، اور چشم ظاہر بین کی طرح چشم باطنی سے بھی ہر چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُمور تکوینی اور اسرار الٰہی کو مصلحت ربانی کے تحت گاہ نہاں اور گاہ عیاں کرتا ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں اُفتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ترجمہ) مصلحت ربانی کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ہر طرح کے راز طشت از بام کر دیئے جائیں، اور ہر قسم کے اسرار و رموز فاش کر دیئے جائیں، ورنہ تو رندوں کی محفل میں ایسی کوئی بات یا کوئی پوشیدہ چیز ہی نہیں جس کے بارے میں اُنہیں خبر نہ ہو۔

مقام تصوف

تصوف کے موضوع پر بات کرتے ہوئے حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل تصوف تین طرح کے ہوتے ہیں اس میں صوفی کا ایک درجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے فانی لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے صفات کے ساتھ باقی ہو یعنی طبعی تقاضوں سے چھٹکارا حاصل کر کے واصل حقیقت ہو۔

دوسرا متصوف وہ ہے جو مجاہدہ اور ریاضت کے ذریعے سے اس درجہ کا متلاشی ہو اور اپنے تمام امور میں اہل تصوف یعنی صوفیاء کے طرز عمل کو مدنظر رکھے۔

تیسرا متصوف وہ ہے جو اپنے مال و منال اور اپنی دنیا و دولت کے تحفظ کے لئے

صوفیاء کا لبادہ اوڑھے رکھے حالانکہ اسے ان کے مرتبہ اور مقام کی کوئی خبر نہیں حتیٰ کہ صوفیاء کا قول کہ "المتصوف عند الصوفية كالذب و عند غير هم كا يناب" "صوفیاء کے نزدیک متصوف مکھی کی طرح ذلیل اور عندالناس وہ خونخوار بھیڑیے کی طرح مردار کھانے والا ہوتا ہے۔ صوفی واصل بحق ہوا کرتا ہے۔ متصوف اصول تصوف پر چلنے والا ہوا کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہو گیا وہ اپنے مقصد کے حصول کی وجہ سے مراد سے بامراد اور مقصود کے پالینے سے بامقصود ہو گیا اور جس کو اصل و قواعد تصوف پر چلنا نصیب ہو گیا وہ احوال طریقت میں متمکن اور قادر ہو گیا اور اس کے لطائف میں استحکام کے ساتھ ٹھہر گیا اور جس کے نصیب میں بے ہودگی اور واہیات باتیں ہیں وہ تمام صفات عالیہ سے محروم رہا اور محض رسم کی درسگاہ پر بیٹھ گیا اور اسی میں اُلجھ کر حقیقیہ سے محجوب ہو گیا اور اسی حجاب کے سبب نہ اسے وصل حق نصیب ہوا نہ وہ طریقت کے اصولات سے آگاہ ہو سکا۔ مشائخ صوفیاء عظام کے نزدیک اس کے معنی کی تحقیق میں کثیر رموز موجود ہیں۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ صوفی کے لفظ کے بارے میں ایک جماعت کا کہنا ہے کہ چونکہ صوفی صوف کا کپڑا پہنتا ہے اس لئے اس نام سے منسوب ہے دوسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ صوفی صف اول میں رہتا ہے اس لئے اس کو اس نام سے پکارا جاتا ہے تیسری جماعت اس بارے میں یہ کہتی ہے کہ ان کو اصحاب صفہ سے تعلق کی وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے چوتھی جماعت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ اسم صفا سے مشتق ہے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب بنالیتا ہے اور طبیعت کی آفات و بلیات سے پاک و منزہ ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں صوفی وہ ہے کہ جس کا قلب کدورت سے پاک و منزہ ہو۔ کیونکہ تصوف باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ تکلف ہے یعنی صوفی اپنے نفس پر تکلیف اٹھاتا ہے اور یہی تصوف کے حقیقی معنی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جو لوگ غلط قسم کے خیالات و عقائد رکھتے ہوئے بظاہر صوفی بنے پھرتے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا چاہیے۔ چونکہ موجودہ دور کی طرح حضرت داتا

گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی اکثر جاہل قسم کے لوگ بظاہر صوفی بن کر دنیا پرستی میں مبتلا تھے اور غیر شرعی کام کرنے کے باوجود اپنے آپ کو صوفی خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب اس زمانہ کے لوگوں کو دیکھا تو تصوف کی نشانی اب یہ رہ گئی ہے کہ کسی محفل میں اچھل کود کرتے ہوئے رقص کرنا اور بادشاہوں کے دربار میں پہنچ کر ایک لقمہ کیلئے کوشش اور جھگڑا کرنا اور سلاطین کی نگاہوں میں معزز مقبول ہونے کے لئے کوشاں ہونا تو عوام کے خیالات ان کے بارے میں خراب ہو گئے اور وہ صوفیاء کرام سے اس قدر بدظن اور بدعقیدہ ہو گئے کہ وہ سرعام یہ کہنے لگے کہ صوفیوں کی یہی نشانی ہے اور پہلے والے لوگ بھی اسی حالت میں گزر گئے انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ یہ زمانہ ابتلا اور فتنہ کا ہے اور دن بدن فتنے بڑھتے جا رہے ہیں۔

جو صوفیاء کرام ریاکاری کی روش اختیار کرتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بالکل اسی طرح ہی ہے کہ جب بادشاہوں کی حرص ولالچ میں اضافہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ ظلم وستم کی پالیسی اختیار کر لیتے ہیں اور ایسے دور میں عوام کے اندر زناکاری اور فسق وفجور کے واقعات عام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب زہد وورع میں ریاکاری پیدا ہو جاتی ہے تو زاہد نفاق کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے اور شیطانی حرص وہوا صوفی کو رقص وسرود کی جانب مائل کر دیتی ہے لیکن یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اگرچہ اہل طریقت تباہ ہو جائیں لیکن طریقت کے اصول کبھی بھی تباہ نہیں ہو سکتے اور یہ بات بھی خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ اگر ایک جماعت بے ہودہ گوئی کے کاموں میں سے اگر کچھ اختیار کرلے اور اس بے ہودہ گوئی کو مجاہدہ ریاضت یا جذب دل کے پردہ میں پوشیدہ کرنا چاہے تو اہل طریقت کے مجاہدات اس کی وجہ سے ہرگز بے ہودہ اور لغو نہیں ہو سکتے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ صوفی ہی وہ ہے جس کا قلب صاف ہو۔ ہر قسم کی کدورت سے اس کا دل پاک ومنزہ ہو اور صفائی کی ضد تو گدلا پن اور میلا پن ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کے معاملات میں ملوث ہو کر میلے پن میں مبتلا ہونا بشری صفات کا تقاضہ ہے اور حقیقت میں صوفی وہ ہے جسے میلے پن کی حقیقت سے گزر کر بشری

صفات سے بالاتر ہو جائے۔

آپ نے تصوف کے موضوع پر بات کرتے ہوئے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان فرمایا ہے کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے جس سے آٹھ پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے یعنی تصوف میں سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہو۔ رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہو۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام کا ہو۔ اشارات حضرت زکریا علیہ السلام کے ہوں۔ غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ہو۔ لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہو سیاست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہو اور فقر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ چاند اور سورج کا نور وہاں پر کچھ حقیقت نہیں رکھتا جہاں پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا نور اور توحید الٰہی کی جلوہ ریزی ہو مگر دنیا والوں کی یہ جاننا چاہیے کہ چونکہ اس دنیا میں ظاہری طور پر ہماری آنکھیں چاند اور سورج کے نور سے آسمان دیکھ رہی ہیں اور نور توحید ومحبت سے قیام محبت کے تمام احوال دنیا میں منکشف ہوتے ہیں اور اس بات پر تمام مشائخ عظام کا اتفاق ہے اس لئے بندہ جب مقامات کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے مکدر کی کیفیت سے آزاد ہو کر بے قراری و بے چینی کی کیفیت سے بھی آزادی حاصل کر لیتا ہے اور اس میں تمام صفات محمودہ آ جاتی ہیں اور وہ ان صفات کے ساتھ متصف ہوتا ہے لیکن وہ اس وقت ان اوصاف کی قید سے بھی بیگانہ ہوتا ہے اور صفات کی قید سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے لطائف کے مشاہدہ سے تکبیر میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اس کے حال کی کیفیت عقل کے ادراک سے مخفی ہو جاتی ہے اور اس کا ظاہر وباطن شکوک اور بدگمانی کے حملہ سے محفوظ بلکہ پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اس کیفیت حضوری کو حجاب نہ ہو اور اس کا وجود ظاہری ضروریات اور اسباب کا محتاج نہ رہے اور بغیر سبب اختیار کئے سب کچھ اسے حاصل ہو جائے۔ براہ راست بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہو اور اس کے لئے ہر چیز بغیر کسی سبب کے موجود ہو۔ اس لیے کہ جو حضور غیبت سے مٹ جائے وہ حضور نہیں اور جو سبب

وعلت سے موجود اور حاصل ہو وہ موجود کوئی وجود نہیں رکھتا۔ پھر صوفی جب یہ مرتبہ وکمال حاصل کر لیتا ہے اور اس مقام ودرجہ پر پہنچ جاتا ہے تو وہ دنیا وآخرت میں فنا کی منزل پالیتا ہے۔ وہ اوصاف محمودہ کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔ بظاہر انسانی جسم رکھتے ہوئے ربانی بن جاتا ہے اور اس کی نگاہ میں ہیرے جواہرات اور کنکر وپتھر یکساں ہو جاتے ہیں اور جو کچھ دنیا والوں پر مشکل ودشوار ہو جاتا ہے وہ سب اس پر آسان وسہل ہو جاتا ہے چاہے اتباع احکام ہو یا اور کچھ ہو۔

مقام فقر

فقیر کی شان کا ذکر کرتے ہوئے ''کشف المحجوب'' میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل میں فقیر وہی ہے جو اپنے پاس دنیاوی اسباب میں سے کچھ نہ رکھے اور اس کے پرسکون اور مطمئن دل میں اس اسباب کے نہ ہونے سے کچھ خلل واقع نہ ہو اور اسباب کو دیکھ کر غنی نہ ہو اور اگر اسباب نہ بھی ہوں تو ان کی حاجت محسوس نہ کرے۔ غرضیکہ اسباب کا ہونا یا نہ ہونا اس کے نزدیک کوئی معنی نہ رکھتا ہو بلکہ اس کی حالت یہ ہو کہ اگر ظاہری اسباب نہ ہوں تو اسے زیادہ خوشی محسوس ہو۔ یہ اس کے بلند مرتبہ کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ فقیر جس قدر تنگ دست ہو اس کے لئے فائدہ مند ہے تا کہ اس پر توکل کی حقیقت اور باری تعالیٰ کے اسرار منکشف ہوں۔ اس لیے کہ فقیر کے لیے دنیاوی بکھیڑے جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر اس کو نقصان ہو گا۔ مقصد یہ ہے حقیقی فقیر وہی ہے جو زندگی گزارنے کے لئے جو ضروری اشیاء ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھے لیکن صرف اس قدر کہ جتنا اس کو زندگی کی حرارت قائم رکھنے کے لئے کافی ہو۔

فقر وغنا کے موضوع پر بات کرتے ہوئے آپ نے صوفی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ فقیر کی عزت اس میں ہے کہ وہ جسم کو ذلیل حرکات سے بچائے اور اپنے حال کو انتشار سے محفوظ رکھے نہ عوام سے اس کا واسطہ ہو نہ ان سے رابطہ ہو۔ یعنی لوگوں سے اور دنیا

سے اس قدر بے نیاز ہو کہ دونوں جہاں فقر کے ترازو کے پلڑے میں مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہ رکھتے ہوں، فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو اگر کہیں سے کوئی مال و دولت آ بھی جائے تو اس کے زہد وغنا میں کوئی فرق نہ پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ فقیر جس قدر تنگ دست اور مفلوک الحال ہو گا اسی قدر اس پر کشف واسرار کا انکشاف ہو گا۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقر کے مکمل معنی خود درویش بھی نہیں جانتا اور مقصود ایلہ کے اسباب کلیہ سے مکمل طور پر بیگانہ۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اسرار کا انکشاف اسی درویش پر ہوتا ہے جو زہد وتقویٰ کو اختیار کیے رکھتا ہے۔ پھر اس کے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کی سند حاصل ہوتی ہے حتیٰ کہ پھر ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ فقیر کسی کام کو اپنے اختیار سے نہیں کرتا اور نہ کسی چیز کو اپنے اختیار سے لیتا ہے۔ میں نے استاد ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ لوگوں نے فقر وغنا کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اپنے لیے ایک کو پسند کر لیا ہے لیکن میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے لیے میرا مالک حقیقی جو پسند فرمائے مجھے اس میں ہی رکھے۔ اگر وہ میرے لئے غنا پسند فرماتا ہے تو اس میں مجھے حریص ہونے سے بچا کر رکھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غنا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لیکن اس کی وجہ سے اگر غفلت پیدا ہو جائے تو وہ ایک بلا ومصیبت ہے۔ اسی طرح فقر بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے لیکن اس میں حرص ولالچ کا عنصر پیدا ہو جائے تو وہ شدید بلا ومصیبت ہے گویا غنا اور فقر دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں لیکن اس سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان میں فرق ہے وہ اس لیے کہ فقر اس چیز کا نام ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے دل کو فارغ کرنا اور غنا اس چیز کا نام ہے کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کی طرف قلب کا مشغول ہونا۔

آپ فرماتے ہیں کہ تمام قواعد اصول سے نکلتے ہیں اور تمام جزئیات فروع سے آشکارہ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی فروع سے بے خبر ہے تو یقیناً وہ اصول سے بھی بے خبر رہے گا اور جو اصول سے بے خبر ہو وہ کسی بھی جگہ ٹھیک نہیں اتر سکتا۔

ایک سچے فقیر کی خوبی بیان کرتے ہوئے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ اصلی فقیر وہ ہے کہ جس کا ضمیر نفسانی خواہشات اور حرص سے محفوظ رہے نفس کی قید سے بچا رہے اور اس سے ہوشیار رہ کر اپنے خالق حقیقی کے فرائض کو جہاں تک ہو سکے ادا کرے اور اس قدر خبردار رہے کہ جن باطنی اسرار کا انکشاف اس پر ہو ان کو ظاہر نہ ہونے دے اور ہمیشہ اپنے حال پر قال کو نہ آنے دے اور یہ اس فقیر کی نشانی ہے جو بشری کیفیت سے متجاوز ہو کر عبد مطلق ہو چکا اور واصل بحق ہو گیا۔

مقام قلندر

اولیاء اللہ کے مختلف درجات ہیں انہیں درجات میں سے ایک درجہ و مقام قلندر کا بھی ہے قلندر کے مقام کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قلندر تجرید و تفرید میں یکتا و بے پرواہ ہوتا ہے اور عالم کا حال اس پر روشن وعیاں ہوتا ہے وہ مجذوب بھی ہوتا ہے اور سالک بھی، قلندر مقبول بارگاہ الٰہی ہوتا ہے۔ قلندر کے مقام و مرتبہ، طریق عبادت، رہن سہن، معاملات اور دیگر حوالوں سے قلندر کی شان والفردیت کے ضمن میں اولیاء کرام، علماء کرام اور عقیدت مندوں نے اپنے اپنے طور پر قلندر کے مقام و مرتبہ کی وضاحت کرنے کی سعی کی ہے اور قلندری طریقت کے موضوع پر اظہار کرتے ہوئے بیان کیا ہے چنانچہ قلندری طریقت کے ضمن میں ''مصباح الہدایہ'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ

''قلندری طریقت والے فرض سے زیادہ نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ ظاہری عابدوں کی طرح عبادت کرتے ہیں بلکہ مخفی طریقہ سے اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دنیا کی دولت سے بے غرض یہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں۔''

اسی موضوع کی طرف حافظ شیرازی بھی اس طرح اشارہ کیا ہے۔

ے فرض ایزد بگواریم و بکس بد نکنیم؟ — وآنچہ گویند روا نیست نگوئیم رواست

قلندر کے مقام اور اس کی شان کے بارے میں فرمایا

ے ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجا است — نہ کر کہ سر بہ تراشد قلندری والد

قلندری مشرب کے بارے میں ''قلندر نامہ فارسی'' کے مصنف نے اس سلسلہ

میں اس حدیث کو بنیاد بنایا ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نجد سے ایک اعرابی حضور سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور انتہائی آہستہ آواز میں سیدنا رسول کریم ﷺ سے ایسی ہدایت کی درخواست کی جس سے وہ اعرابی جنت حاصل کر سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کر، شرک نہ کر، فرض نماز ادا کر، زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ، پھر اعرابی نے کہا کچھ اور؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر زیادہ نفل پڑھ۔ اعرابی نے کہا، قسم ہے اس ذات کی کہ جب تک مجھ میں ایک سانس بھی باقی ہے میں نہ اس سے کم کروں گا نہ زیادہ۔''

جب اعرابی چلا گیا تو حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

''قلندر نامہ فارسی'' کے مصنف نے اس سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ فرائض کی ادائیگی کرنا بہشت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے۔ گویا اس اعرابی کا مشرب بھی قلندری تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی تحریر کرتے ہیں کہ

''ایک صاحب نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تدبر اور عمل کو قلندر کی مستی کی بنیاد قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے عظیم مدبر تھے جنہوں نے قرآن مجید سے حکمت حاصل کر کے مکر اور منافقت کے خلاف سخت جدوجہد کی، یہ پہلی شخصیت تھی کہ جنہوں نے بدعتی لوگوں کی بدکاریوں کو ظاہر کیا اور انسانی معاملات میں صحیح اور صحت مند اصولوں کو علمی صورت میں ہمارے سامنے رکھا۔''

قلندر کے مقام کا تعین کرتے ہوئے بعض اہل نظر نے قلندری طریقت میں جذب و مستی کی صفت کا ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے اور اس حوالے سے کہا جاتا ہے کہ قلندری طریقت کا راز مستی میں مضمر ہے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و عمل کا مرکزی نکتہ مستی ہے آپ نے عشق و محویت کے رنگ میں خود شناسی اور خود اعتمادی کا درس دیا ہے

آپ کی مستی کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ مستی جذباتی اور تصوراتی، انسان کی ہمت کا مظہر ہے جو حق اور انصاف سے نمودار ہوتی ہے اور حالات کے دستور کے موافق عمل کا رُخ اختیار کرتی ہے جو تردد اور تاویلات کے توہمات سے بالاتر ہوتی ہے یعنی مستی کا مفہوم عمل صالح میں مضمر ہے اور عمل بھی وہ جو نا کافی ہے روشناس نہ ہوتا ہو، یہی وجہ ہے کہ مستی کے باعث زندگی جہد مسلسل بن جاتی ہے۔ سلاطین کے محلوں میں زلزلہ پیدا کر دیتی ہے اور لاکھوں انسانوں کی سیاسی، روحانی، ذہنی اور اخلاقی اصلاح کا باعث بنتی ہے غرضیکہ مستی عشق حقیقی کی ارفع و اعلیٰ منزل ہے اور جوش، جذبہ، محویت اور استغراق اس کی خصوصیات ہیں۔

قلندری طریقت میں صحیح قلبی اعمال پر بہت زور دیا جاتا ہے اور ہمہ وقت مشغول بہ حق رہنے کی تلقین کی جاتی ہے یعنی عرفان نفس، راضی بہ رضا حق رہنا، استغفار، عالی ہمتی، عمل پیہم اور نفس کے ساتھ جہاد قلندریت کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ علامہ اقبال نے بھی قلندریت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک قلندر وہ ہے جس کے دل میں دنیا کے مظہرات اور مشکلات کا خوف و ہراس نہ ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

جو روحانی فتوحات قلندر کو حاصل ہوتی ہیں وہ کسی بادشاہ کی فوجوں کو بھی حاصل نہیں ہو سکتیں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

دبدبہ قلندری ، طنطنہ سکندری
آں ہمہ جذبہ کلیم ایں ہمہ سحر سامری
آں بہ نگاہ می کشد ایں بہ سپاہ می کشد
آں ہمہ صالح و آشتی
ایں ہمہ جنگ و داوری

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے قلندرانہ کیفیت اور حال کو سکر کا نام دیا ہے چنانچہ اس ضمن میں "کشف المحجوب" میں تحریر ہے کہ

"ارباب معانی سکر کا لفظ "غلبہ محبت حق تعالیٰ" کے لئے استعمال کرتے ہیں اور صحو کو "حصول مراد کے لئے"

سکر کے متعلق مختلف اولیاء کرام کے بیان کردہ مطالب کو آپ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

"حضرت بایزید بطامی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکار سکر کو ترجیح دیتے ہیں ان کے خیال میں صحو کی بنیاد آدمیت کی صفت کے استحکام اور استقامت پر ہوتی ہے اور آدمیت کی صفت حجاب اعظم ہے اس کے برعکس سکر صفات بشریت کے زوال اور ضیاع پر مبنی ہوتا ہے۔"

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ

"انسانی تدبر، اختیار، تصرف اور خودی کی فنا ہو تو سکر (قلندری) ظاہر ہوتی ہے اور صرف وہ قوتیں باقی رہ جاتی ہیں جو بشریت سے بالاتر ہوں۔ یہی قوتیں کامل اور مکمل ترین ہوتی ہیں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام حالت صحو میں تھے جو افعال بھی ان کی طرف سے وجود میں آئے تھے ان کے افعال کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات سے منسوب کر دیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ (اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جالوت کو) جبکہ نبی کریم ﷺ عالم سکر میں تھے جو چیز ان کی طرف سے ظہور پذیر ہوئی اللہ رب العزت نے اسے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (اور وہ کنکریاں تم نے اے محبوب نہیں پھینکیں۔ جب تم نے پھینکیں وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں) حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندے بندے میں کس قدر فرق ہے جو اپنی ذات میں قائم اور اپنی صفات میں ثابت تھا۔ بوجہ کرامت اس کا فعل اسی سے منسوب کیا جو ذات حق سے قائم اور اپنی صفات میں فانی تھا۔ اس کا فعل اپنا گردانا، انسانی فعل کا ذات حق سے منسوب ہونا اس سے بہتر ہے کہ فعل حق تعالیٰ بندے سے منسوب ہو۔ جب فعل حق بندے سے منسوب ہو تو بندہ صفات بشریت میں قائم ہوتا ہے اور جب بندے کا فعل حق سے منسوب ہو تو بندہ ذات حق سے قائم ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے صحو کو سکر پر ترجیح دی ہے ان کے نزدیک سکر محل آفت ہے کیونکہ اس کا مطلب پریشان حالی، فنائے صحت اور از خود رفتگی ہے، طالب کی طلب از روئے فنا ہوتی ہے یا از روئے بقا۔ از روئے محویت ہوتی ہے یا از روئے ثبات۔ جب انسان صحیح الحال نہ ہو تو تحقیق و طلب بے کار ہے، اہل حق کا دل تمام موجودات سے مجرد ہونا چاہیے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو لوگ عالم اشیاء کی دلفریبیوں میں اُلجھ جاتے ہیں وہ دراصل کسی چیز کو اس کے اصلی رنگ میں نہیں دیکھتے اگر دیکھتے تو اُلجھنے سے محفوظ رہتے۔ فنا کی نظر ہو تو حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی نظر آتی ہے۔ بہر صورت وہ کائنات سے روگرداں ہو جاتا ہے اسی لئے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی حالت میں فرمایا اللھم ارنا الاشیاء کما ھی۔ یعنی اے اللہ ہمیں اشیاء کو اس حال میں دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔ اس لیئے کہ جس نے اشیاء کی اصل حقیقت کو ہی دیکھ لیا وہ آسودہ ہو گیا اور یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے کا فاعتبرو یا اول الابصار (تو عبرت حاصل کرواے آنکھ والو) اس لیے کہ جب تک اشیاء کی حقیقت نہ دیکھی جائے عبرت نہیں لی جاتی۔

چنانچہ یہ تمام کیفیت صحو میں آئے بغیر درست نہیں ہوتی اور اہل سکر کو اس معنی میں کچھ آگاہی نہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سکر کی حالت میں تھے تو ایک تجلی کے ظہور کی تاب نہ لا سکے اور ہوش سے بے ہوش ہو گئے۔ وَخرمَوسیٰ صعقا (موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے) اس امر کا مظہر ہے جبکہ ہمارے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت صحو میں تھے کہ مکہ مکرمہ سے قاب قوسین تک عین تجلی میں گئے اور ہر لحہ ہوشیار و بیدار تر رہے۔

میرے شیخ (حضرت ابو الفضل محمد ختلی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جو سلسلہ جنیدیہ سے تعلق رکھتے تھے کہ سکر بازیچہ اطفال ہے اور صحو فنا گاہ مردان۔ اور میں (داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ سکر دراصل اپنی ذات کی فنا کا غلط احساس ہوتا ہے حالانکہ صفات بشریت موجود

ہوتی ہیں۔ یہ ایک حجاب ہے اس کے برعکس صحو دیدار بقا ہوتا ہے جہاں صفات بشریت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے کہ سکر فنا کے قریب تر ہے کیونکہ سکر صحو کی صفت پر ایک زائد صفت ہے۔ سکر کی دو اقسام ہیں ایک سکر از راہ مودت اور دوسری سکر از راہ محبت پہلی قسم کا سکر نعمت کے پیش نظر ظہور پذیر ہوتا ہے دوسری قسم کے سکر کے لئے علت کی ضرورت نہیں وہ منعم کے التفات سے پیدا ہوتا ہے نعمت پر نظر رکھنے والا ذاتی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے لیکن منعم کو سامنے رکھنے والا منعم میں محو ہوتا ہے اور اپنی ذات کو نظر انداز کر دیتا ہے گویا وہ صاحب سکر ہو کر بھی صاحب صحو ہوتا ہے۔

''کشف اللغات'' میں تحریر ہے کہ قلندر اسے کہتے ہیں کہ جو دنیا سے آزاد ہو کر صرف معبود میں صحو ہو جائے۔

اسی ضمن میں ''حدیقتہ السلوک'' کے مصنف کا کہنا ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو دنیاوی خواہشات سے مجرد رکھنے اور نفس کو معبود کے تابع کر دینے کو قلندری طریقت کہتے ہیں۔

''طبقات الصوفیہ'' کے مصنف تحریر کرتے ہیں کہ تارک الدنیا تہجد گزار اور نفسانی لذتوں سے پاک فرد کو قلندر کہا جاتا ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ ''رسالہ قلندریہ'' میں قلندر کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ

''صوفی منتہی جب مقصد کو پہنچتا ہے تو قلندر ہو جاتا ہے ذکر قلندر حق ہے جس سے تمام جہاں مستحق یعنی مستفیض ہوتے ہیں۔ قلندر کا دین دانا ہے، جو تمام جہان پر توانا ہے، قلندر کی دنیا تفرید یعنی ذات حق میں محویت تامہ ہے جو توحید کی بشارت دیتی ہے یعنی جس کے باعث قلندر ذات حق میں ایک ہو جاتا ہے قلندر کا علم سہو ہے یعنی اپنے آپ کو بھول جانا اور حق کا رہ جانا ہے قلندر کا عمل صحو ہے یعنی ذات حق میں صحو ہو جانا اور قلندر کا طریق عشق ہے اور عشق کیا ہے اللہ تعالیٰ ہے۔

قلندر کی حقیقت کے بارے میں شاہ حسین بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قلندر کسے بیاید در عبارت قلندر کسے بگنجد در اشارت

یعنی قلندر کی حقیقت بیان کرنا ناممکن ہے قلندر ہر طرح کی تعریف وتوضیح سے بالاتر ہے۔

قلندری طریقت کے ضمن میں ڈاکٹر عبدالمجید سندھی نے اپنی کتاب ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' میں تحریر کیا ہے کہ قلندر دراصل صوفیائے کرام کی وضع کی ہوئی اصطلاح ہے۔ طریقت کے ان سالکوں کو ''قلندر'' کہا جاتا ہے جن کا ظاہری عمل عام لوگوں کی نگاہ میں اتنا زیادہ دکھائی نہ دے۔ لیکن اصل میں ان کا قلبی عمل بہت زیادہ ہوتا ہے جو عام لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے وہ غیر حق کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں دیتے اپنے ارادوں، خواہشات اور تمناؤں کو ترک کر کے راضی بہ رضا رہتے ہیں اور اس میں ہی دلی سکون حاصل کرتے ہیں غرضیکہ تمام توجہ کا مرکز اور محور دل کے روحانی جذبات کو بنانا قلندر کی خصوصیت ہے۔ اسی اعتبار سے قلندری طریقت کے دو جزو بیان کیے جاتے ہیں ایک زہد دوسرا محبت۔ مقصد یہ ہے کہ صرف ایک کا ہو جانا چاہیے دوسروں کو ترک کرنا چاہیے اور ان سے کوئی تعلق بھی نہیں رکھنا چاہیے۔

قلندر کی حقیقت ومقام کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ قلندر یہ ایک طبقہ اولیاء اللہ میں ہوتا ہے جو ایک خاص مذاق اور ایک مخصوص رنگ نسبت سے مشرف ہوتا ہے جن اولیاء اللہ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص کیفیت استحضاری نصیب ہو جاتی ہے اور ان کے سر پر ہر وقت نسبت کا گویا ایک پہاڑ رکھا جاتا ہے ایسے حضرات بظاہر تکثیر نوافل اور تکثیر وظائف میں مشغول دکھائی نہیں دیتے لیکن ان کے باطن پر کسی وقت غفلت اور ذہول طاری نہیں ہوتا یہ حضرات تکثیر اوراد اور وظائف سے زیادہ اس امر کا اہتمام رکھتے ہیں کہ قلب ایک لمحہ کو بھی حق تعالیٰ سے غافل نہ ہو اسی مذاق کا نام مذاق قلندری ہے۔ (معرفت الٰہیہ صفحہ نمبر 111)

قلندر کے مقام ومرتبہ اور اس کی حقیقت کے بارے میں مختلف اقوال وخیالات

کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ بلاشبہ قلندر کا شمار اللہ تعالیٰ کے مقبول وبرگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے اور قلندری ولایت کے طریقوں میں سے ایک طریق ہے۔

حقائق کی روشنی میں

اس حقیقت سے ہرگز چشم پوشی نہیں کی جا سکتی کہ اولیائے کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاکیزہ زندگیوں کے حوالے سے جو مواد ہمیں کتب کثیرہ میں ملتا ہے اُن میں بہت سے تذکرہ نگاروں نے واقعات وکرامات کو بیان کرنے میں نقل در نقل سے کام لیا ہے اور واقعات وکرامات کو بیان کرنے کے ضمن میں کسی طرح کی تحقیق وعرق ریزی کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے ایسے واقعات بھی اولیاء کرام کے تذکروں میں شامل کر دیے گئے جن میں تاریخی اعتبار سے بھی تضاد پایا جاتا ہے ایسے واقعات وکرامات اس تواتر سے کتب میں موجود ہیں کہ جو کسی بھی صورت تاریخ اور تحقیق کے معیار پر پوری نہیں اُترتیں۔ ان تذکرہ نگاروں میں بعض بڑے بڑے نام بھی آتے ہیں جن کا نام بذات خود اپنی جگہ ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے مگر چونکہ بات اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سوانح حیات کی ہے اس لیے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ خوش عقیدگی کے ساتھ ساتھ حقائق کو بھی مدنظر رکھا جائے اور کوئی ایسی بات یا واقعہ اللہ تعالیٰ کے ان پیارے بندوں کے ساتھ منسوب نہ کیا جائے کہ جو ان کی زندگیوں سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو۔ اس ضمن میں پروفیسر محمد اسلم صاحب تاریخ وتحقیق کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ

ہمارے تذکرہ نویسوں نے اس روایت کو بڑی شد ومد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہ جب حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لاہور جانے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ ان کے برادر طریقت حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں موجود ہیں۔ اس لئے انہیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں حضرت ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے باوجود انہیں لاہور جانے کا حکم دیا۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے حکم سے لاہور پہنچے تو اس وقت لوگ ایک جنازہ اٹھائے شہر کے دروازے

سے باہر نکل رہے تھے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے استفسار پر لوگوں نے بتایا کہ حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے ہیں اور انہیں کا جنازہ ہے۔ اس وقت حضرت علی ہجویری کو اس بات کا صحیح اندازہ ہوا کہ ان کے مرشد انہیں کیوں لاہور بھیجنا چاہتے تھے۔ یہ روایت تذکروں میں اس کثرت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ لوگ اس کی صداقت کو تسلیم کر چکے ہیں۔

کشف المحجوب کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال شام کے ایک موضع بیت الجن میں ہوا تھا اور انتقال کے وقت ان کا سر اپنے نامور مرید حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے زانو پر تھا۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنی زندگی میں لاہور نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ سید ہجویری رحمۃ اللہ علیہ غزنی پر غزوں کی یلغار کے وقت ہجرت پر مجبور ہوئے تھے۔ اس لئے مرشد کے اصرار پر ان کے لاہور آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ علاوہ ازیں تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۰۲ھ میں وفات پائی۔ جبکہ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۵ھ اور ۴۶۹ء کے درمیان یا ۴۶۹ھ کے جلد بعد فوت ہوئے۔ اس طرح حضرت حسین زنجانی کا انتقال سید علی ہجویری کی وفات کے اندازاً سوا سو سال بعد ہوا۔ لیکن تذکرہ نگاروں نے اس حقیقت کو کس طرح سے افسانہ بنا دیا۔ اسی طرح بعض جہلاء نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے یہ مشہور کر دیا ہے کہ حضرت عزیز الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے اور موخر الذکر بزرگ نے یہ فرمایا تھا کہ زائرین کو چاہیے کہ وہ پہلے میرے استاد کے مزار پر حاضری دیا کریں اور پھر میرے سلام کو آیا کریں۔ حالانکہ حضرت عزیز الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد فوت ہوئے ہیں۔ جب شہاب الدین محمد غوری نے خسرو ملک کے عہد میں لاہور پر حملہ کیا تو حضرت عزیز الدین مکی ابھی بقید حیات تھے۔

اسی طرح بعض تذکرہ نویسوں نے یہ روایت مشہور کر دی ہے۔ کہ سلطان غیاث الدین بلبن کی بیٹی ہزیرہ بانو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں تھی۔ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ بلبن کی تخت نشینی سے ایک سال قبل حضرت بابا

فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو چکے تھے اور وفات کے وقت ان کی عمر بقول سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء پچانوے برس تھی۔ جب بابا صاحب کا انتقال ہو گیا اس وقت بلبن ۵۹ سال کا تھا۔ اگر اس کی کوئی بیٹی ہوتی تو اس کی عمر اس وقت ۴۰ برس ہونی چاہیے تھی۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بنت بلبن کی عمر میں اتنا تفاوت ہیں اس روایت کی تردید کے لئے کافی ہے۔ مزید برآں جب باب صاحب فوت ہوئے تو ان کے بڑے پوتے کی عمر اندازاً گیارہ برس تھی۔ میں نے اس مفروضے پر اپنی تصنیف ''تاریخی مقالات'' میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے باوجود بعض لوگ اس پر مصر ہیں کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بنت بلبن سے نکاح کیا تھا اور وہ نکاح کی تردید کو بابا صاحب کی توہین تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ بابا صاحب کی عظمت سلاطین سے دور رہنے سے ہے۔ قریب رہنے سے نہیں۔

اسی طرح بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی ایک بے سروپا روایت مشہور کر دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرنا چاہا تو ان کے معتقد امراء کو دربار سے دور بھیج دیا اور جب ان کے معتقد امراء برصغیر کے مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے تو اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے دربار میں بلا کر گرفتار کر لیا اور گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی کی گرفتاری سے ان کی معتقدین بڑے پریشان ہوئے اور انہوں نے ان کی رہائی کے لئے تگ و دو شروع کر دی اور کابل کے گورنر مہابت خاں کو اپنا رہنما منتخب کیا۔ مہابت خاں موقع کی تاک میں رہا اور جب جہانگیر نے کشمیر جاتے ہوئے دریائے جہلم عبور کیا تو مہابت خاں نے اسے گرفتار کر لیا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کارروائی کا علم ہوا تو انہوں نے گوالیار سے مہابت خاں کے نام لکھا اور اسے ہدایت کی کہ بادشاہ کو رہا کر کے اس کی اطاعت کرے اور فتنہ و فساد کو ختم کرے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا خط موصول ہوتے ہی مہابت خاں نے جہانگیر کو رہا کر دیا۔ ہمارے فاضل بزرگ ڈاکٹر برہان الدین احمد فاروقی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ توحید پر ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہے۔ یہ حکایت اس تحقیقی مقالے میں بھی راہ

پا گئی ہے۔ فاروقی صاحب کے علاوہ علامہ احسان اللہ خان گورکھپوری اور حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نے بھی اس روایت کو من وعن نقل کیا ہے۔ ہمیں اس بات پر بڑا تعجب ہے کہ میاں صاحب سالہا سال سے ماہ صفر میں پنجاب کے مختلف شہروں میں یوم مجدد منا رہے ہیں اور ہنوز ایسی بے سروپا داستانیں بیان کر رہے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے چودھویں سال جلوس میں گرفتار کیا اور سترھویں سال جلوس میں رہا کر دیا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہانگیر کے انیسویں سال جلوس میں وفات پائی۔ اور مہابت خان نے جہانگیر کو اس کے اکیسویں سال جلوس میں گرفتار کیا تھا۔ یہ ڈاکٹر فاروقی، علامہ احسان اللہ اور میاں جمیل احمد شرقپوری کا کمال ہے کہ انہوں نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے دو سال بعد رونما ہونے والے واقعات میں شریک کر دیا۔

پروفیسر محمد اسلم ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

''یہ بڑے اچھنبے کی بات ہے۔ کہ وہ واقعات کہ جن کا ذکر بلبن کے عہد سے لے کر اورنگ زیب کے عہد تک کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے نہیں کیا، ان کا ذکر گزشتہ صدی کے اواخر میں شائع ہونے والی کتابوں مثلاً خزینۃ الاصفیاء، حقیقت گلزار صابری، جواہر فریدی اور چراغ الچشت میں موجود ہے۔ مؤخر الذکر تینوں کتابوں میں اکثر و بیشتر ایسے بے سروپا قصے پڑھنے میں آتے ہیں۔ کہ ان کا ذکر کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ ان کتابوں کا تاریخ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی فن تذکرہ نویسی کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔ ان کتابوں میں فوائد السالکین، راحت القلوب اور افضل الفوائد جیسی وضعی کتابوں کے حوالوں سے بہت سی ایسی باتیں نقل کی گئیں جو حقیقت سے بعید ہیں۔''

اور خزینۃ الاصفیاء، سکینۃ الاولیاء، طبقات اکبری، اقبال نامہ جہانگیری، منتخب التواریخ وغیرہ سے صوفیائے کرام اور حکمران وقت کے حالات جس مبالغہ آمیز بلکہ ناقابل فہم طریق سے ہم تک پہنچتے ہیں۔ وہ ان کتابوں سے پوری طرح استفادہ نہیں ہونے دیتے۔''

''روضۃ القیومیہ'' بھی ان تذکروں میں سے ایک ہے۔ جو اپنے دور میں تو

مقبول رہے۔ لیکن اب اس کے مندرجات شبہ کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اس کے اکثر سن غلط ہیں اس کتاب سے صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ مصنف نے حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا ذکر ۱۰۶۰ھ کے واقعات میں کیا ہے۔ حالانکہ حضرت شیخ آدم بنوری ۱۰۵۳ھ میں مدینہ منورہ میں وصال کر چکے تھے۔ خواجہ کمال الدین لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰ ربیع الاول کو جمعۃ المبارک کی نماز ادا کی۔ اور پھر ایک صفحے کے بعد فرماتے ہیں کہ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو پیر کے روز فوت ہوئے۔

اس کتاب کے مصنف ....خواجہ کمال الدین کے متعلق حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی کا خیال ہے کہ وہ وقائق علمیہ سے پوری طرح باخبر نہ تھے۔ ''روضۃ القیومیہ'' میں بھی ان سے لغزشیں ہوئی ہیں۔ بعض واقعات بھی صرف از وجہ سماعت قلمبند کر دیئے گئے ہیں حالانکہ وہ صحیح نہیں ہیں۔ بنابریں حضرات عالی قدر نے اس کتاب کو قابل اعتنا نہیں سمجھا ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کو ایک دوسرے کا معاصر بتایا ہے۔ حالانکہ حضرت شال کمال کا وصال ۹۸۱ھ میں اور حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۷۲۴ھ میں ہوا۔

سلطان علاؤ الدین خلجی کو شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے جو عقیدت تھی۔ اس کے پیش نظر جسٹس امیر علی ایسے ثقہ مصنف نے سلطان کو شیخ کا مرید بتایا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سلطان علاؤ الدین خلجی کو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مرید بتایا ہے۔ جو غلط ہے۔ سیر الاقطاب کو مؤلف اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے کہ اس نے یہ کتاب، سن ستہ وثلثین الف (۱۰۳۶ھ) میں شاہ جہاں بادشاہ کے عہد میں لکھی ہے۔ مصنف کا بیان عجیب اور محل نظر ہے کیونکہ شاہجہاں تو ۱۰۳۷ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔

اگر تذکرہ نویسوں کی اس طرح کی غلطیاں نکالنے بیٹھیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ ہمارے خیال میں ان تذکرہ نویسوں کی ایک بڑی مجبوری یہ تھی کہ وہ تاریخ دان نہیں تھے

اور انہوں نے خوش اعتقادی اور عقیدت کے رنگ میں ڈوب کر جو تذکرے لکھے۔ وہ فن تاریخ نویسی کے اصولوں کے یکسر منافی ہیں۔ پروفیسر محمد حبیب مرحوم نے ایک موقع پر کیا خوب فرمایا تھا کہ تاریخ نویسی کے وہ مسلمہ اصول جو صدیوں تک مسلمان مورخوں کا طرہ امتیاز رہے ہیں۔ ان تذکرہ نگاروں نے یکسر نظر انداز کر دیئے ہیں اور تنقیدی اصولوں سے چشم پوشی کر کے محض عقائد پر علم کی عمارت تعمیر کر لی ہے۔

اسی تاریخ و تحقیق کی روشنی میں خان آصف مرحوم نے لکھا ہے کہ

اکثر تذکرہ نگاروں نے حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رابعہ بصریؒ میں علمی اور روحانی اعتبار سے ایک تعلق قائم کرنے کی کوشش کی ہے جسے تاریخ کی روشنی میں ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر حضرت رابعہ بصریؒ کے تمام سیرت نگاروں نے یہ واقعہ بڑے زور و شور کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

ایک بار حضرت امام حسن بصریؒ کی مجلس درس آراستہ تھی۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے آپ کو کسی کا انتظار ہو۔ ایک بے تکلف دوست نے عرض کیا۔

''امام! کیا کسی کا انتظار ہے؟''

حضرت امام حسن بصریؒ نے بے ساختہ فرمایا۔ ''ہاں! میں رابعہ کا انتظار کر رہا ہوں۔''

اسی دوست نے دوبارہ عرض کیا۔ ''امام! آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب تک آپ کی مجلس میں رابعہ جیسی ضعیف عورت نہیں آتی، اس وقت تک آپ وعظ نہیں کرتے۔'' جواباً حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پر جوش لہجے میں فرمایا۔ ''ہاتھیوں کی غذا چیونٹوں کو کس طرح مل سکتی ہے؟''

اس واقعے سے حضرت رابعہ بصریؒ کی عظمت روحانی کا تو پتا چلتا ہے مگر جب ہم اس واقعے کی تاریخی حیثیت متعین کرنا چاہتے ہیں تو حیرت کے سوا کسی چیز کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ قارئین کو تعجب ہوگا یہ روایت مشہور صوفی بزرگ حضرت خواجہ فرید الدین عطار

سے منسوب ہے۔ حالانکہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ خوب جانتے تھے کہ حضرت رابعہ بصریؒ 97ھ میں پیدا ہوئی تھیں...... اور حضرت امام حسن بصریؒ 110ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ امام رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت حضرت رابعہؒ کی عمر مبارک صرف تیرہ سال تھی...... اور یہ وہ زمانہ تھا جب آپ تاجر عتیق کی کنیز کی حیثیت سے اپنی زندگی کے دن گزار رہی تھیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت امام حسن بصریؒ اور حضرت رابعہ بصریؒ کے علمی تعلق میں زیادہ سے زیادہ اتنی گنجائش پیدا کی جا سکتی ہے کہ حضرت رابعہؒ ایک آدھ مرتبہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں حاضر ہوئی ہوں اور عقیدت مندوں نے اتنی چھوٹی سی بات کو ایک مستقل افسانہ بنا دیا ہو...... ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت رابعہؒ دور غلامی سے نجات پا کر تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئیں تو حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس عالم فانی سے بہت دور جا چکے تھے۔

اس کے علاوہ اکثر تذکرہ نگاروں نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوششیں کی ہے کہ حضرت امام حسن بصریؒ بھی حضرت رابعہ بصریؒ کی مجلس روحانی میں بصد شوق حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس روایت کو تسلیم کرنے میں بھی وہی سن وصال کا فرق مانع ہے۔ مختصر یہ کہ تاریخ کے تناظر میں حضرت امام حسن بصریؒ اور حضرت رابعہ بصریؒ کے درمیان کسی ایک ملاقات کو بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

اکثر تذکرہ نگاروں نے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بھی بعض ایسے واقعات کو اپنی کتب میں جگہ دی ہے کہ جن کی صحت نہ صرف مشکوک ہے بلکہ نا قابل فہم و نا قابل یقین ہے مثال کے طور پر ''تحفۃ الکرام'' کے مصنف علی شیر قانع کا بیان ہے کہ حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے مشہور بزرگ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔

دو قلندروں اور دو صوفیوں کی اس ملاقات کو بعض غیر ذمے دار تذکرہ نگاروں نے بڑے عجیب انداز میں پیش کیا ہے۔ ''الشہباز'' کے مصنف جلیل سیوہانی کی روایت ملاحظہ

کیجئے۔

''ہندوستان کی سیر و سیاحت کے دوران حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی مقابلے کئے لیکن ہر بار مات کھائی۔ ایسے کچھ مقابلوں کی تفصیلات یہاں پیش کی جاتی ہے۔''

صرف اسی ایک جملے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مصنف کی ذہنی سطح کیا ہے اور وہ بزرگان دین کے سلسلے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ مجھے مجبوراً اس غیر معتبر کتاب سے چند اقتباس پیش کرنے پڑ رہے ہیں تاکہ ایک اہم موضوع پر گفتگو کی جاسکے۔

جلیل سیوہانی اپنی کتاب ''الشہباز'' میں فرماتے ہیں۔ ''ایک بار حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک کچی دیوار پر چڑھ کر اسے سواری (گھوڑے) کی طرح دوڑاتے چلے گئے۔''

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ منظر دیکھا تو ہاتھ کا اشارہ کیا۔ فوراً ہی دیوار کھڑی ہوگئی۔ (دیوار کھڑے ہونے سے مصنف کی مراد ہے کہ دیوار رک گئی اور حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقصد یا اظہار کرامت میں ناکام ہوگئے)

''الشہباز'' کے مصنف دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ فقیرانہ لباس پہننے کے بعد ہمیشہ شیر کی سواری کرتے تھے اور ایک سیاہ سانپ چابک کے طور پر آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ایک بار حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔

''شیخ! آپ کا شیر اور سانپ کیا غذا کھاتے ہیں۔'' حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔

''میرے شیر کی غذا گائے ہے اور میرا سانپ مرغ کھاتا ہے۔'' حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا۔

یہ سن کر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مہمان سے کہا۔ ''تو پھر ان کی غذا تلاش کر لیجئے۔''

اپنے میزبان کی فرمائش پر حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے شیر کو گائے کے

باڑے کی طرف اور سانپ کو مرغیوں کے ڈربے کی جانب روانہ کیا۔

پھر جیسے ہی حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا شیر اور سانپ اپنی اپنی غذا کی تلاش میں چلے تو حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کردیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گائے نے شیر کو اور مرغ نے سانپ کو کھالیا۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سواری اور چابک کو طلب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''زمین کبھی کسی کی امانت ہضم نہیں کرتی۔'' یہ کہہ کر حضرت لال شہباز قلندرؒ نے شیر اور سانپ کو آواز دی۔

ابھی فضا میں حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کی گونج باقی تھی کہ شیر گائے کے اور سانپ مرغ کے پیٹ سے صحیح وسلامت نکل آئے۔ حضرت لال شہباز قلندرؒ نے اپنی سواری اور چابک کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''تمہیں گائے اور مرغ کیسے کھا گئے؟''

شیر اور سانپ نے یک زبان ہوکر کہا۔ ''ہم مہمان تھے، اس لئے ہم نے اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کیا۔''

شیر اور سانپ کا جواب سن کر حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''اب تم دونوں انہیں کھا جاؤ۔'' پھر دوسرے ہی لمحے شیر نے گائے اور سانپ نے مرغ کو کھالیا۔

اس کے بعد حضرت لال شہباز قلندرؒ نے حضرت بوعلی قلندرؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''تم نے ہماری امانت میں خیانت کی اسی طرح تمہارے فقراء (مرید) ہمارے فقراء کی امانتیں ہضم کر جائیں گے۔ لہٰذا ہم تمہارا فقر بند کئے دیتے ہیں، البتہ تمہاری فقیری اور لنگر کو جاری رکھا جاتا ہے۔''

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مصنف اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے کہ اسی لئے حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا فقر قائم اور حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا فقر ختم ہے۔ البتہ ان کی درگاہ کا لنگر آج تک جاری ہے۔

''الشہباز'' کے مصنف نے اپنے بیان کردہ واقعے کے سلسلے میں کسی معتبر کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا۔ اگر بالفرض وہ کوئی حوالہ پیش بھی کردیتے تو اس بے سروپا قصے پر کون

یقین کرتا، یہ مسلمان بزرگوں کی کرامت نہیں، کوئی دیو مالائی افسانہ ہے جسے زیادہ سے زیادہ "طلسم ہوشربا" کا کوئی باب قرار دیا جا سکتا ہے ایک "الشہباز" پر کیا منحصر ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں ایسی روایتوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر معاذ اللہ! مسلمان بزرگوں پر جادوگر اور شعبدہ باز ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ طلسماتی قصے تحریر کرنا، اسلامی کی خدمت نہیں۔ آج کا بے بنیاد قصہ، کل کی روایت میں ڈھل جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے اکثر بزرگوں کے ساتھ ان کے کم عقل عقیدت مندوں نے یہی سلوک کیا ہے۔ اپنے روحانی سلسلے کو دوسرے سلاسل سے بہتر ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے افسانے تراشے گئے ہیں کہ انہیں پڑھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔
ایسی صورت حال کو علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں اس طرح بیان کیا ہے۔

؎ خداوند ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

میں ذاتی طور پر دو ایسے مصنفوں کو جانتا ہوں جو اپنے ذہن سے محیر العقول واقعات تراشتے تھے اور بزرگان دین کے ناموں سے منسوب کر دیتے تھے۔ جب آسمانی کتابوں میں تحریف کی جا سکتی ہے اور سرور کونین ﷺ کی احادیث مقدس میں جھوٹی حدیثیں شامل کی جا سکتی ہیں تو اولیاء اللہ کے ناموں کے ساتھ جھوٹے واقعات منسوب کر دینا کوئی مشکل کام ہے؟

جس شخص نے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے مذکورہ واقعات تحریر کئے ہیں، اسے اندازہ ہی نہیں کہ برصغیر پاک و ہند کے یہ دونوں بزرگ کون تھے اور روحانیت کے کس مقام پر فائز تھے۔ "قلندری" اس کا نام نہیں کہ کوئی ولی کسی شیر پر سوار ہو جائے۔ درندوں کا مطیع فرمانبردار ہو جانا تو ولایت کی ایک عام سی نشانی ہے۔ حضرت لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے نفس کے شیر پر سواری کی ہوگی کیونکہ انسانی نفس شیر سے بھی زیادہ طاقتور اور خونخوار ہوتا ہے۔ اکثر انسان نفس نام کے اسی درندے کا لقمہ بن جاتا ہے۔ استاد ذوق دہلی کے بقول

؎ بڑے موذی کو مارا، نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا

اس واقعے کے راوی کو تو یہ بھی پتا نہیں کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کس شان کے بزرگ تھے؟ آپ امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا نام نامی شیخ شرف الدین تھا؟ حضرت نظام الدین اولیاء جیسے عظیم صوفی حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت امیر خسروؒ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت قلندرؒ کا مزاج تھا کہ کسی امیر یا وزیر کی نذر قبول نہیں فرماتے تھے۔ سلطان علاؤالدین خلجی کی شدید خواہش تھی کہ حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کسی طرح اس کی نذر قبول کرلیں۔ پھر جب اسے قلندر رحمتہ اللہ علیہ کی ادائے بے نیازی کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے سفارش کرائی۔ کسی درباری نے سلطان علاؤالدین پر یہ راز ظاہر کر دیا تھا کہ حضرت بوعلی شاہؒ حضرت محبوب الٰہی کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے کہنے کو نہیں ٹالیں گے۔ آخر حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے سلطان علاؤالدین کے تحائف کے ساتھ اپنے ایک خدمت گار کو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔

"شیخ! سلطان کی دیرینہ آرزو ہے کہ وہ درویشوں کی کوئی خدمت انجام دے سکے۔ میں جانتا ہوں کہ امراء کی نذریں قبول کرنا آپ کی شایان شان نہیں مگر میری خاطر سلطان کے تحائف قبول فرمالیجئے۔"

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے خلاف حضرت محبوب الٰہی کے احترام میں سلطان علاؤالدین کے قیمتی تحائف قبول کر لئے مگر دوسرے ہی لمحے شاہی کارندوں کے سامنے، ساری رقم کھڑے کھڑے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے سلطان علاؤالدین کی سفارش اس لئے کی تھی کہ فرمانروائے ہند کو ایک قلندر کی شان بے نیازی کا اندازہ ہو جائے یہ خرقہ پوش اور بوریا نشین حقیقتاً اقلیم معرفت کے تاجدار ہوتے ہیں جن کی نظروں میں شاہان ظاہری کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال کے بقول

قلندر جزدو حرف "لا الہ" کچھ بھی نہیں رکھتا

مگر اس کے قدموں میں سیم وزر کے دریا بہتے ہیں اور شاہان وقت اس کے آستانے پر اس امید میں سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں کہ قلندر انہیں ایک نظر ہی دیکھ لے۔

یہی شان حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ "تحفۃ الکرایم" کے مصنف شیر علی قانع تحریر کرتے ہیں۔ حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مختلف علاقوں کی سیرو سیاحت کرتے ہوئے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔"

شیر علی قانع نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ اس وقت حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ دہلی میں مقیم تھے یا پانی پت میں؟ بہر حال حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نہایت محبت احترام سے پیش آئے۔ کئی دن تک خاطر مدارات کی۔ کچھ عرصے تک دونوں بزرگ ایک دوسرے کی صحبت سے فیضاب ہوئے۔ رسم میزبانی ادا کرنے کے بعد ایک روز حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔

"اس وقت ہند میں تین سو قلندر موجود ہیں۔ آپ سندھ تشریف لے جائیں۔ اس علاقے کو آپ کی ضرورت ہے۔"

شیر علی قانع نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سہون تشریف لے آئے اور مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

پروفیسر معین الدین درانی نے اپنی تصنیف "مجلس صوفیہ" میں اور اعجاز الحق قدوسی نے اپنی تالیف "صوفیائے سندھ" میں تحفۃ الکرام" کی اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

کہاں وہ روایت کہ حضرت لال شہبازؒ نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے فرمایا۔"
جس طرح تم نے امانت میں خیانت کی ہے، اسی طرح تمہارے فقرا، ہمارے فقرا کی امانتیں ہضم کر جائیں گے لہٰذا تمہارے فقر کو ختم کیا جاتا ہے۔"

اور کہاں یہ روایت کہ حضرت لال شہباز قلندرؒ نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے مشورے سے سرزمین سہون کو وہ رونق بخشی جس کی ضیا باریوں کو مسلمان تو مسلمان اہل ہنود

بھی پوری شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔

اسی طرح بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ (شہباز قلندرؒ) کا مسلک قلندرانہ تھا، اس لئے قلندر کہلائے۔ اس سلسلے میں یہ روایت بھی شہرت رکھتی ہے کہ ایک بار حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ وہ صوفی ہیں جنہیں حضرت نظام الدین اولیاءؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی عزیز رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت امیر خسروؒ بھی کبھی کبھی حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے نیاز حاصل کرنے پانی پت حاضر ہوتے تھے۔ جب حضرت شیخ عثمان مروندیؒ، حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں پہنچے تو آپ بڑی محبت سے پیش آئے۔ کئی دن تک رسم میزبانی ادا کی۔ پھر لال شہباز قلندرؒ سے فرمایا۔

"ہندوستان میں تین سو قلندر موجود ہیں۔ آپ سندھ تشریف لے جائیں۔"

کسی روایات سے تصدیق نہیں ہوتی کہ وہ تین سو قلندر کون تھے؟ اگرچہ سندھ بھی ہندوستان کا علاقہ تھا لیکن کسی زمانہ میں برصغیر دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک ہند اور دوسرا سندھ۔ الغرض حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی ہدایت کے مطابق لال شہباز قلندرؒ سندھ تشریف لے آئے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت شیخ عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ وہ فرقہ ملامتیہ سے تعلق رکھنے والے بزرگ تھے۔ "فرقہ ملامتیہ" ان صوفیوں کا مسلک ہے جو حقیقتاً نہایت راسخ العقیدہ مسلمان ہوتے ہیں۔ شریعت اور سنت کے اسرار و رموز کو خوب پہچانتے ہیں مگر ان کا ظاہری عمل عامیانہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر عوام الناس انہیں ملامت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب نامور صوفی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت عام ہوئی تو ہزاروں عقیدت مند ان کے تعاقب میں رہنے لگے۔ ایک بار رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے میں ذکر الٰہی کر رہے تھے۔ ایک خدمت گار نے عرض کیا۔

"شیخ! سینکڑوں بندگان خدا آپ کے دیدار کے لئے آستانے پر کھڑے ہیں۔"

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے اپنے خادم سے کہا۔ ''ابھی ان کی عقیدت فنا ہو جائے گی اور یہ سب مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔''

اتنا کہہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے سے نکل کر خانقاہ کے دروازے پر آئے۔ انسانی ہجوم نے حضرت شیخؒ کو دیکھ کر نعرہ زنی کی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرہن کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور روٹی کا ٹکڑا نکال کر انسان ہجوم کے سامنے کھانے لگے۔

لوگ بڑی حیرت سے حضرت شیخؒ کو روٹی کھاتے دیکھ رہے تھے اور دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔ ''یہ ہے وہ شخص جس کی پارسائی کے قصے ملک کے طول وعرض میں مشہور ہیں۔ یہ روزے نہیں رکھتا، بالفرض اگر اسے کوئی شرعی عذر لاحق ہے تو کم سے کم رمضان کا احترام ہی کرے۔ یہ کیا صوفی ہے جس نے درویشی کو مذاق بنا ڈالا ہے؟''

ابھی لوگ اسی قسم کی باتیں سوچ رہے تھے کہ حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ انسانی ہجوم سے مخاطب ہوئے۔ ''آپ حضرات کس لئے تشریف لائے ہیں؟''

''ہم ایک مرد بزرگ کے دیدار کو حاضر ہوئے تھے۔'' انسانی ہجوم سے بہت سی آوازیں اُبھریں۔ ''تو پھر مجھے دیکھ لو کہ میں کیسا ہوں؟'' حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

''بایزید! تم تو ایک عام انسان سے بھی بدتر ہو۔'' بیک وقت کئی لوگوں نے چیخ کر کہا۔ ''وہ برے لوگ کم سے کم رمضان کا احترام تو کرتے ہیں اور تم اس احساس سے بھی عاری ہو چکے ہو۔ افسوس! ہم نے اس شخص کے دیدار کی تمنا میں اپنا قیمتی وقت برباد کر دیا جس کا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔'' یہ کہہ کر انسانی ہجوم اپنے گھروں کو لوٹ گیا۔

پھر جب تمام لوگ چلے گئے تو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اے بایزید کے نفس! تو کتنا خوش ہو رہا تھا کہ ہزاروں انسان تیری ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے قرار ہیں...... مگر اب دیکھ کہ کون تجھے دیکھ رہا ہے؟ تیری ذات کو ملامت کرتے ہوئے سب چلے گئے۔ میں آئندہ بھی تیرے ساتھ یہی عمل

کروں گا...... اور تجھے لذت اور خوشی کا کوئی موقع حاصل نہیں ہونے دوں گا۔''

یہ ہے فرقہ ملامتیہ کے بزرگوں کا ایک انداز۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حقیقتاً روزے سے تھے مگر آپ نے اہل دنیا کے سامنے خود کو روزہ شکن ثابت کیا۔ پھر لوگوں نے آپ کی ذات کو ہدف ملامت بنایا............ مگر حضرت شیخؒ مسکراتے رہے۔ یہ دنیا کا انتہائی مشکل کام ہے کہ پارسا ہوتے ہوئے خود کو گناہ گار ظاہر کرنا اور پوری زندگی کوچہ ملامت میں بسر کرنا۔ اس پل صراط سے چند ہی بزرگ بعافیت گزر سکے ہیں ورنہ اکثر درویش اس راستے کے پیچ وخم میں ایسے کھوئے کہ پھر زندگی بھر بھٹکتے ہی رہے۔

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی کچھ مؤرخین کی یہی رائے ہے کہ آپ کا تعلق ملامتیہ سے تھا...... مگر بعض روایات ایسی بھی موجود ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ ایک باہوش بزرگ تھے۔ اب ہم تحقیق کی روشنی میں ان ہی روایتوں پر مختصر سی بحث کریں گے۔

جب حضرت شیخ عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کی قلندری کے قصے مشہور ہوئے تو ملتان کے قاضی علامہ قطب الدین کاشانی نے اپنے قریبی دوستوں سے پوچھا۔ ''یہ شیخ عثمان کون ہیں؟''

دوستوں نے علامہ کاشانی کو بتایا۔ ''شیخ عثمان مجذوبانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ احکام شریعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔''

''کیا عثمان پر بے ہوشی کی کیفیت طاری رہتی ہے۔'' علامہ قطب الدین کاشانیؒ نے دوسرا سوال کیا۔

''شیخ عثمان پر مدہوشی کا غلبہ تو نہیں رہتا مگر وہ قلندرانہ انداز رکھتے ہیں۔'' علامہ کاشانی کے دوستوں نے لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے عمل کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

یہ وہی علامہ قطب الدین کاشانیؒ ہیں جنہیں ملتان کے حاکم ناصر الدین قباچہ نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی شخصیت کو بے اثر کرنے کے لیے کاشان سے بلایا تھا۔ علامہ قطب الدین ایک عام فاضل انسان تھا مگر صوفیت اور درویشی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

حضرت شیخ عثمان مروندیؒ کی قلندری شان کے بارے میں سن کر کہنے لگے۔

''یہ قلندری کیا ہوتی ہے؟ مذہب میں شریعت وسنت کے سوا کسی شے کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر شیخ عثمان ایسا کرتے ہیں تو وہ ''فسق'' میں مبتلا ہیں۔''

شرع کی اصطلاح میں ''فسق'' اسے کہتے ہیں جب کوئی مسلمان جان بوجھ کر احکام الٰہی کو ترک کر دیتا ہے۔

حضرت شیخ عثمان مروندیؒ (لال شہباز قلندرؒ) ان دنوں اتفاق سے ملتان کے نواحی علاقے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

''شیخ! علامہ قطب الدین کاشانیؒ نے آپ کی ذات پر ''فسق'' کا فتویٰ عائد کر دیا ہے۔''

روایت ہے کہ علامہ کاشانیؒ کا فتویٰ سن کر حضرت شیخ عثمان مروندیؒ بھڑک اُٹھے۔ ''میں قطب الدین کاشانی کو بتاؤں گا کہ ان کا علم کیا ہے اور میرا فسق کیا ہے؟''

یہ کہہ کر حضرت شیخ عثمان مروندی رحمتہ اللہ علیہ اپنے خدمت گاروں کے ساتھ اٹھے اور شہر ملتان کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس وقت شیخ الاسلام حضرت بہاءالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے اور حدیث رسول ﷺ کی تشریح بیان کر رہے تھے۔ پھر جب حضرت شیخؒ درس دے چکے تو مجلس میں ایک شور سا بلند ہوا کہ سندھ سے شیخ عثمان نام کے کوئی بزرگ علامہ قطب الدین کاشانیؒ سے مناظرہ کرنے کے لئے بگولے کی طرح اُڑتے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے حقیقی بھتیجے حضرت شیخ حسن رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا۔

''فرزند! تم جاؤ اور شیخ عثمان رحمتہ اللہ علیہ کو انتہائی نرمی سے سمجھا بجھا کر میرے پاس لے آؤ۔''

حضرت شیخ حسن رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ فاصلہ طے کر کے حضرت شیخ عثمان مروندیؒ کا استقبال کیا۔ ''میرے عم محترم شیخ الاسلام حضرت بہاءالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ آپ کا انتظار فرما

رہے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کا نام سنتے ہی حضرت لال شہباز قلندرؒ نرم پڑ گئے اور حضرت حسنؒ کے ہمراہ خانقاہ زکریاؒ میں داخل ہوئے۔ شیخ عثمانؒ کو دیکھتے ہی حضرت شیخ بہاءالدین زکریاؒ نے محبت آمیز لہجے میں فرمایا۔

''لال شہباز! آگے بڑھ!''

حضرت شیخ عثمان رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت بہاءالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا اور پھر وہ سب کچھ بھول گئے۔ کچھ لوگوں نے دیکھا کہ لال شہباز قلندرؒ حیرت کے عالم میں کہہ رہے تھے۔ ''یہ جمال کسی انسان کا نہیں، چاند کا نہیں، سورج کا نہیں۔ یہ چہرہ تو ہزار آفتابوں سے زیادہ منور دکھائی دے رہا ہے۔ ایسے مردان خدا بار بار نہیں ملتے۔ اے عثمان! آگے بڑھ اور اپنے آپ کو اس کے قدموں میں ڈال دے۔''

پھر حاضرین مجلس نے دیکھا کہ حضرت شیخ عثمان مروندیؒ بے تابانہ آگے بڑھے اور آفتاب معرفت حضرت شیخ بہاءالدین زکریاؒ کے سامنے خم ہو گئے۔ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اٹھا کر گلے سے لگایا اور بہت دیر تک اسی حالت میں کھڑے رہے۔ پھر حضرت شیخؒ نے نہایت پرسوز لہجے میں عرض کیا۔

''اے پیکر نور! مجھ سے خطا ہوئی۔ معاف فرما دیجئے۔ میں آپ کے شہر کے ایک عالم کو اپنی گرفت میں لانا چاہتا تھا مگر خود اسی زنجیر میں جکڑ دیا گیا۔ براہ کرم مجھے بھی اپنے حلقہ بیعت میں شامل فرما لیجئے۔''

سلسلہ سہروردیہ کے تذکرہ نگاروں کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عثمان مروندی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرما لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے سب سے پہلے حضرت عثمانؒ کو ''لال شہباز'' کہہ کر پکارا تھا۔ پھر یہی لقب شہرت دوام حاصل کر گیا، اگر ہم ان روایات کو درست تسلیم کر لیں تو تحقیق کی روشنی میں یہ اُلجھن پیش آتی ہے کہ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک جداگانہ تھے۔ اگر لال شہباز قلندرؒ

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوتے تو وہ اپنے نام کے ساتھ ''قلندر'' کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں یہ دلیل پیش کی جا سکتی ہے کہ حضرت شیخ عثمانؒ اپنی زندگی میں صرف ''لال شہباز'' کے لقب سے مشہور ہوں مگر بعد میں ان کے عقیدت مندوں نے لفظ قلندر کا اضافہ کر دیا ہو۔ ہم اس دلیل کو تسلیم کئے لیتے ہیں مگر دونوں بزرگوں کے عرس کے موقع پر جو رسمیں ادا کی جاتی ہیں ان میں بھی نمایاں اختلاف موجود ہے اور یہی اختلاف ثابت کرتا ہے کہ تصوف کے دونوں سلسلے جداگانہ ہیں۔ اب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ حضرت لال شہباز قلندرؒ اپنے پیر و مرشد کی حیات تک تو سلسلہ سہروردیہ کے طریقوں پر عمل پیرا رہے ہوں اور حضرت شیخؒ کے وصال کے بعد دوسرا مسلک اختیار کر لیا ہو۔

دور جدید کے مشہور محقق اعجاز الحق قدوسی نے اپنی کتاب ''صوفیائے پنجاب'' میں حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ قرار دیا ہے...... مگر صاحب کتاب نے دونوں بزرگوں کے متضاد انداز درویشی پر نظر نہیں ڈالی۔ اعجاز الحق قدوسی صاحب نے جن کتابوں کے حوالے سے حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ اور حضرت لال شہباز قلندرؒ کے درمیان یہ رشتہ قائم کیا ہے۔ وہ تمام کتابیں نگاہ تحقیق میں نامعتبر ہیں۔ ماضی کے کسی بھی مستند تذکرہ نگار نے حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ سہروردیہ کے بزرگوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا ہے۔ اب حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ اور حضرت شیخ عثمان مروندیؒ (لال شہباز قلندرؒ) کے درمیان روابط کی ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ دونوں بزرگ دوستانہ مراسم رکھتے تھے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے سفر حج کے بارے میں بھی بے شمار کتب میں یہ واقعہ تواتر کے ساتھ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ حج کے ارادے سے عازم مکہ مکرمہ ہوئے تو ہر قدم پر دو رکعت نفل نماز پڑھتے اس طرح چودہ برس میں مکہ مکرمہ پہنچے مگر جب نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ وہاں پر خانہ کعبہ موجود نہیں تھا بڑے حیران ہوئے سمجھتے کہ شاید بینائی جاتی رہی ہے یا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، ندا آئی اے ابراہیم! کعبہ ایک خاتون کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے۔ پھر جب حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے سامنے

دیکھا تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا تشریف لا رہی تھیں چونکہ ضعیف تھیں اس لیے لاٹھی کے سہارے آہستہ آہستہ چلی آ رہی تھیں اور خانہ کعبہ بھی اپنی جگہ پہنچ چکا تھا۔ یہ حضرت رابعہ بصریؒ کا دوسرا حج تھا۔ پہلی مرتبہ ان کے سفر حج کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ اس وقت آپ ایک جنگل میں مقیم تھیں۔ ایک قافلہ مکہ مکرمہ جا رہا تھا چنانچہ اس قافلے کے ہمراہ چل پڑیں ایک لاغر سے گدھے پر راستے کا ضروری سامان لاد لیا۔ کچھ دن تو آپ نے قافلے کے ساتھ سفر جاری رکھا چونکہ گدھا کمزور تھا وہ راستے میں مر گیا اور قافلے والے انہیں وہیں چھوڑ کر چلے گئے آپ سخت پریشان ہوئیں اس مقام پر آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے اللہ! کیا مجبوروں، مفلسوں اور ناداروں کے ساتھ یہی کچھ کیا جاتا ہے؟ میرے مالک! تو نے میرے دل میں خود ہی حج کا شوق پیدا کیا۔ اب راستے میں مجھے بے یار و مددگار بنا دیا۔ ابھی آپ کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھا ہی تھا اور شکوہ کر ہی رہی تھیں کہ گدھا زندہ ہو گیا اور آپ نے پروردگار کا شکر ادا کیا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئیں وہاں پہنچ کر حج کا فریضہ ادا کیا اور اپنا گدھا جو کافی توانا ہو چکا تھا اس کو فروخت کر دیا۔

آپ کچھ دن وہاں رہ کر پروردگار عالم کے حضور بدست دعا ہوئیں کہا ''اے رب کائنات! تو نے مجھے مٹی سے پیدا کیا اور یہ تیرا گھر پتھر کا بنا ہوا ہے لہٰذا میں بغیر واسطے کے تیرا دیدار کرنا چاہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت رابعہ بصریؒ کو جواب آیا، اے رابعہ! کائنات کا نظام زیر و زبر ہو جائے گا۔ تم تمام عالم کی تباہی کا الزام اپنی گردن پر لینا چاہتی ہو، جانتی ہو جب موسیٰ (علیہ السلام) نے دیدار کی خواہش کی تھی تو ہم نے اپنی تجلیات کی ایک کرن کوہ طور پر ڈال دی اور وہ پاش پاش ہو گیا۔ باواسطہ دیدار کی خواہش دل سے نکال دے۔

پھر دوسری مرتبہ جب حج کیا تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے درجات و مقامات اس قدر بلند ہو چکے تھے کہ خانہ کعبہ خود چل کر آپ کے استقبال کے لئے چلا گیا حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا رابعہؒ! تم نے یہ کیا تمام نظام درہم برہم کر رکھا ہے؟ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے جواب دیا۔ میں نے کچھ درہم برہم نہیں کیا بلکہ تم نے ایک ہنگامہ آرائی کا سامان پیدا کر دیا تھا اور چودہ برس بعد حج بیت اللہ کے لئے پہنچے ہو۔

اولیاءکرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے منسوب ایسے لاتعداد واقعات کتب میں ملتے ہیں یقیناً اس کی وجہ خوش عقیدگی اور تذکرہ نگاروں کا نقل در نقل سے کام لینا ہی ہوسکتا ہے یا اس کی وجوہات میں اور بھی بہت سے محرکات ہوسکتے ہیں کہ بعض حاسد قسم کے لوگوں نے خوبصورتی کے ساتھ غیر مستند واقعات کو اولیاءکرام کی سیرتوں میں داخل کر دیا ہو عقیدت مندوں نے اپنی خوش عقیدگی کے باعث ان واقعات کی صحت کی چھان پھٹک اور تاریخی اعتبار سے ان کی تحقیق کے بارے میں ان سے صرف نظر کرنا ہی مناسب سمجھا رفتہ رفتہ ایک کتاب میں دیا ہوا واقعہ دوسرے تذکرہ نگار کی کتاب میں شامل ہوگیا اور پھر اس طرح یہ سلسلہ چلتا گیا اور آج تک چلتا چلا آرہا ہے۔تذکرہ نگاروں میں بعض ایسے معتبر نام بھی شامل ہیں جن کی تصنیفات سند کا درجہ رکھتی ہیں مگر افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہیں کہ ان کے ترتیب دیے ہوئے تذکروں میں بھی بہت سے ایسے واقعات بڑی شدومد کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں کہ جو اولیاءکرام کی زندگیوں سے کسی طور بھی تعلق نہیں رکھتے ایسے ہی بے سروپا واقعات کی بنیاد پر معترضین کو اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے لہٰذا آج شدت سے اس امر کی ضرورت کو محسوس کیا جانا چاہیے کہ جہاں دین کے بہت سے شعبوں میں تحقیق کا کام ہوا ہے وہاں اولیاءکرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سچی محبت رکھنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اس معاملے میں بھی تحقیق سے کام لیتے ہوئے جائزہ لیں اور صرف اُن واقعات وکرامات کو ہی اپنی کتب کی زینت بنائیں جو حقائق کی کسوٹی پر پورے اُترتے ہوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے اولیاءکرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سچی اور پکی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا

مخصوص بعنایت رب العالمین، برہان الاتقیاء، عابدہ، صالحہ، زاہدہ، عارفہ کاملہ، حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا شمار اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ خواتین میں ہوتا ہے۔شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتی تھیں اور کثرت سے گریہ زاری کرتی رہتی تھیں۔کثرت سے گریہ زاری کرنے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا میں تو اس کے فراق سے خوفزدہ ہوں جس کو محفوظ تصور کرتی ہوں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ نزع کے وقت یہ ندا آجائے کہ تو ہماری بارگاہ کے لائق نہیں ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا قلندری طریقت سے تعلق رکھتی تھیں بارگاہ الٰہی کی مقبول بندی تھیں خواتین اولیاءکرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی فہرست میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا ایک ایسے اعلیٰ اسلامی دور میں گزریں ہیں جو تاریخ عرب میں سب سے زیادہ وقیع ہے۔کیونکہ اس زمانے میں آفاق عالم پر اہل عرب کا قبضہ تھا اور انھوں نے اپنے پڑوسی ملکوں سے شہرت وتمدن کو بخوبی لے لیا تھا۔فارسی، ہندی، رومی، جو داخل اسلام ہو چکے تھے، ان سے بھی انھوں نے فیض تہذیب حاصل کیا تھا، اور ان کے شہر فتح کرکے دینی تعلیمات پھیلانی شروع کر دی تھیں۔عزت وعظمت شہروں میں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں اور شام وعراق کے اطراف، ثقافت وشہرت سے جگمگا رہے تھے۔بصرہ بھی انہیں شہروں میں سے ایک تھا جس میں حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا پہلی صدی

ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئیں۔ اور دوسری ہجری کے اواخر تک حیات رہیں یعنی ۹۵ھ سے ۱۸۵ھ تک جیسا کہ تاریخ و تصوف کی کتابوں میں روایات ملتی ہیں۔

بصرہ کی تاریخی حیثیت

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کو کہ تمام عالم اسلام کی ایک مشہور برگزیدہ خاتون ہیں مگر بصرہ شہر کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی ولادت باسعادت بصرہ میں ہوئی اس حوالے سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ کی تاریخی حیثیت کے حوالے سے کچھ روشنی ڈالی جائے۔ جہاں پر کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا پیدا ہوئیں جو کہ عورتوں میں یکتا تھیں اور اس روحانی مذہب میں جو انھوں نے ایجاد کیا تھا۔ مردوں کی قائد و رہبر تھیں۔ بصرہ کی بنیاد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خلیج فارس کے کنارے رکھی گئی بغداد اور عرب و عجم کی یہ ایک بڑی بندرگاہ تھی۔

''فتوح البلدان'' میں تحریر ہے کہ خریبہ ایک غیر آباد مقام تھا جہاں اکل و شرب کا کافی سامان تھا، وہاں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ آئے تو اس کی فوجی ضروریات کے لئے موزوں خیال کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے آباد کرنے کی اجازت طلب کی اور زمین کے نقشہ اور موقع و محل سے بھی آگاہ کیا اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اس مقام کو پسند فرمایا اور ان کو اس کے آباد کرنے کی اجازت دی۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو خود آٹھ سو افراد کے ساتھ روانہ کیا۔ بہر حال حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے نرسل کے مکانات بنوائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اور ایک مدت تک یہ حال رہا کہ جب مسلمان جہاد کے لئے روانہ ہوتے تھے تو نرسل کو گرا کر ڈھیر لگا دیتے تھے پھر جب واپس لوٹتے تھے تو اس کو مکان کی صورت میں ترتیب دے لیتے تھے اس کے بعد لوگوں نے الگ الگ مکانات بنوائے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مسجد اور دار الامارۃ کو کچی اینٹ سے تعمیر کروایا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں زیاد نے مسجد میں بہت کچھ

اصلاح اور اضافہ کیا۔

بصرہ کے حوالے سے تاریخ اسلام کے اوراق میں رقم ہے کہ ۱۴ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سرداران لشکر کی رپورٹوں اور عراق کی طرف سے آنے والے سپاہیوں کے معائنہ سے اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ عربوں کو عراق کی آب و ہوا موافق نہیں آتی چنانچہ آپ نے احکام جاری کیے کہ اہل عرب کے لئے ایسی چھاؤنیاں قائم کی جائیں جن کی آب و ہوا ملک عرب سے بہت مشابہ اور صحت بخش ہوتا کہ فوجیں جب لڑائی کے کام سے فارغ ہوا کریں تو ان چھاؤنیوں میں آکر قیام کیا کریں چنانچہ اسی زمانے میں بصرہ کے مقام پر فوجی چھاؤنی دجلہ کے قریب قائم کی گئی اس چھاؤنی میں صرف پھوس کے چھپر تھے اور جب لشکری لوگ کسی مہم پر روانہ ہوتے تو ان چھپروں کو آگ لگا جایا کرتے تھے اور واپس آکر پھر اپنی ضرورت کے موافق چھپر ڈال لیتے تھے ۱۷ھ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں مکانات بنوائے اور ایک دوسری چھاؤنی یعنی کوفہ کے آباد کرنے کی منظوری دی اسی سال بصرہ میں مکانات بننے شروع ہوئے اور اسی سال کوفہ کی آبادی شروع ہوئی۔ ان دو مقامات کی آب و ہوا عربوں کو بہت موافق آئی اور تھوڑی مدت میں ہی یہ دونوں شہر اسلامی طاقت کے مرکز شمار ہونے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ جب بصرہ میں آبادی ہو گئی تو اہل بصرہ کو میٹھے پانی کے حصول کی بہت تکلیف تھی ایک مرتبہ ان کا ایک وفد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وفد میں شامل حضرت حنیف بن قیس رضی اللہ عنہ نے نہایت پُر اثر تقریر کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ اس طرف دلائی چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام ایک تحریری حکم بھیجا کہ بصرہ والوں کے لئے نہر کھدوا دی جائے۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک نہر جسے نہر ابی موسیٰ کا نام دیا گیا دجلہ سے نکال کر نہر ابلہ سے ملا دیا اخیر میں اس کا کچھ حصہ پٹ گیا لیکن حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بن کریز نے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بصرہ کے گورنر تھے اس کی مرمت و اصلاح کروا دی۔

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے

بصرہ میں نہر معقل کھدوائی چونکہ اس نہر کی تیاری کا کام حضرت معقل رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا تھا اس لئے انہی کے نام سے مشہور ہوگئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زیاد نے دوبارہ اس نہر کو کھدوایا اور تبرکاً حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے ہی اس کا افتتاح کروایا۔ افتتاح کرنے کے بعد ایک آدمی کو ہزار درہم دیے اور کہا کہ دجلہ کے کنارے گھوم کر آؤ اگر ایک شخص بھی اس نہر کو زیاد کی نہر کہتا ہوا ملے تو اسے کو یہ رقم دے دو۔ لیکن بچے بچے کی زبان پر حضرت معقل رضی اللہ عنہ کا نام سن کر اس نے کہا ذالکَ فضل اللہ یو یتہ من یشاء۔

بصرہ میں ایک بڑی جامع مسجد اموی حاکم زیاد بن ابیہ نے اسلامی طرز تعمیر کے بہترین نمونے پر تعمیر کرائی تھی ۔ موسم سرما زیادہ بصرہ میں گزارتا اور موسم گرما کوفہ میں بنی تمیم اور دوسرے قبائل بدو اور شہری عرب بھی یہاں آ کر مقیم ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے شہر کی تعمیر و آبادی میں بڑا حصہ لیا۔ معتبر ماخذ سے پتا چلتا ہے کہ وہ تمیمی، جو بصرہ میں آباد ہوئے تھے شرونفس سے دلچسپی رکھتے اور مجادلہ و مناظرہ کو ناپسند کرتے تھے۔ قواعد نحو کے تحت گفتگو کرتے اہل کوفہ کی طرح شاذ و نادر امور کا استعمال نہ کرتے تھے۔ اہل سنت تھے، ان میں سے اکثر دین دار افراد زہد و تصوف کی طرف مائل تھے۔ یہ لوگ اپنے شیوخ حسن بصری امام مالک بن دینار، فضل رقاشی، عبدالواحد بن زید اور صالح مری کے متبع تھے۔ جب اقصائے عالم میں اسلام منتشر ہو گیا تو عرب فاتحین نے بصرہ کو چھاؤنی بنانا مناسب جانا کیونکہ یہ بستی مفتوحہ ممالک کے درمیان واقع تھی اور ہند، فارس اور جزیرہ عرب کے لئے قریبی بندرگاہ تھی۔ پھر کیا تھا بصرہ پر ایسا رنگ چڑھ گیا جو فاتحین کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کیونکہ بصرہ قریب و بعید والوں کے لیے مرجع انام ہو گیا۔ وہ بڑی منڈی ہونے کے ساتھ ہی علم و دین کا بھی مرکز بن گیا۔ علماء محدثین یہاں آ کر رہنے لگے ۔ جو قسم قسم کے علوم میں دستگاہ رکھتے تھے۔ قرآن و حدیث کے بارے میں ان کی رائیں اطراف و جوانب میں پھیل جاتی تھیں۔

یہ لوگ امت عربیہ کے لئے حیات فکری کے سرچشمے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کو قرآن جیسی کامل و مکمل فصیح و بلیغ کتاب سے انتہائی دلچسپی تھی اس لئے انہوں نے اس سلسلے میں بہت سی کتابیں لکھ ڈالیں اور اس کی بنیاد پر تعلیم و تعلم کی مجلسیں قائم کر دیں۔ ادھر وہ کلام پاک کی

تفہیم و تفہم کے سلسلے میں طرجی نظم و نثر اور اس کی تنقید و تنقیح کی طرف بھی متوجہ تھے۔ جو فقہاء معلمین اور ادباء بصرہ میں پیدا ہوئے یا وہاں آ کر آباد ہوئے۔ وہ صاحب فکر و حکمت تھے۔ اس لیے حضرت رابعہ بصریؒ کے دور میں وہاں ایک بڑا مدرسہ قائم ہو گیا جس کی بہت سی ثقافتی شاخیں تھیں اور مختلف قبائل و اقوام کے افراد جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ جوق در جوق اس مدرسے میں تحصیل علم کی غرض سے آنے لگے۔ اس لیے بصرہ اور اس کے اطراف میں ایک وحدت فکر یہ قائم ہو گئی۔ اس طرح یہ شہر ایک نئے رجحان عقلی اور ایک عمومی مذہب ادبی و اجتماعی کا گہوارہ بن گیا۔ اس دور اور اس کے بعد والے دور میں بلاد عربیہ کے درمیان کچھ مادی و سیاسی اختلافات تھے۔ چنانچہ بصری عموماً عثمانی تھے۔ کوفی علوی شامی، اموی، جزائری خارجی یہ متضاد موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور قوم کی حیات فکری و اجتماعی کو متاثر کرتیں۔ اس دور میں گروہ بندی بہت زیادہ پھیل گئی تھی۔ کچھ لوگ سنی تھے۔ کچھ شیعہ، کچھ زبیری کچھ اموی اور کچھ خارجی حتیٰ کہ یہ جماعتیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور تاریخ عرب کو ہولناکیوں سے بھر دیا۔ اہل بصرہ نے اپنی وحدت کو نحو و لغت کے بارے میں بھی اہل کوفہ سے کچھ مختلف رائیں قائم کیں جن کی وجہ سے بصری اور کوفی مدرسوں نے بہت مسائل نحو و اعراب وضع کیے۔ جب دینی تعلیمات کے بارے میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے اور مفسرین کے دو گروہ بن گئے، کچھ وہ لوگ تھے جو قیاس و اقتباس کو دخل دیتے تھے۔ اور کچھ تقلید و نقل کے قائل تھے تو تشدد پسند حضرات اپنے مذہب کی تائید میں طرح طرح کی شرح و تاویل کرنے لگے۔ اس لیے خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں اہل ہوا۔ اہل بدعت دین سے کھیلنے نہ لگیں، چنانچہ اجتماعی ضروریات کی بناء پر ایک ایسے مذہب کی ضرورت پیدا ہوئی جو معتدل ہو۔ اس لیے مرجبہ پیدا ہو گئے جو اختلافات کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے تھے۔ بصرہ کے اس شدید بحران کے دور میں ایک عظیم ہستی کھڑی ہوئی جس نے عقلی و نفسی حیات پر ایک گہرا اثر چھوڑا۔ یہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے ہندی، ایرانی اثرات کے مٹانے میں بڑی جدوجہد کی یہ اثرات دینی تعلیمات کو تباہ کرتے ہوئے سانپوں کی طرف بانبیوں سے نکل چاروں طرف پھیل رہے تھے یہ اثرات، جو چند اوہام و مزاعم باطلہ

سے مرکب تھے، ایسے وقت ظاہر ہوئے جب نو مسلم مسلمانوں اور حیات اسلامی میں جذب ہو کر مطمئن زندگی بسر کرنے لگتے تھے۔ گو یہ ادیام ومزاحم باطلہ بعض معاشروں میں گھر کر رہ چکے تھے۔ مگر ان سے بھی ثقافت وتمدن اور آرٹ کو بڑا فائدہ پہنچا۔ حکمت ہند، صفت چین اور معارف فارس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمدن عرب کو رنگا رنگی حاصل نہ ہوتی۔ اسلام کی فتح یابی کے بعد کوئی بھی اس طوفان کے سامنے نہ ٹھہر سکا کیونکہ عجمیوں نے ایسے فتنے اٹھا دیئے تھے۔ جن سے اہل عرب آشنا ہی نہ تھے خواہ وہ معیشت و روز مرہ کی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں یا عرب کی محفلوں سے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے زمانے میں بصرہ مختلف قسم کی ثقافتوں کا مرکز تھا۔ ایک طرف علماء وفقہا کی مجالس گرم تھیں تو دوسری طرف عیاش طبع گروہ کی بھی گرم بازاری تھیں۔ متمدن شہروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہاں متضاد ثقافتوں کے مرکز ہوتے ہیں۔ بصرہ میں ایسے صاحب جاہ تو اکثر بھی تھے جو دادِ عیش دے رہے تھے۔ اور ایسے فقراء بھی جو سدرمق پر گزراہ کر کے بغض وحسد کی نگاہوں سے یہ نمایاں طبقاتی تفاوت دیکھ رہے تھے۔ بصرہ میں چاروں طرف سے آنے والوں کی اس قدر کثرت تھی کہ شہر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا گو یہاں کے باشندے ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ مگر دینی وحدت انہیں جمع کیے ہوئے تھی۔ لیکن عربی عصبیت کے وہ نعرے جو عہد اموی میں بلند ہو رہے تھے، اسلامی مساوات پر غالب آ چکے تھے حالانکہ اسلام کھلے بندوں کہہ رہا تھا کہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں نہ کسی اجنبی کو کوئی فضیلت ہے۔ معیار فضیلت تو صرف تقویٰ بزرگی پر ہے۔ مگر عربی امیر کبیر کب اسے گوارا کر سکتے تھے۔ اس لیے حکومت کی سیاست ایک عجیب کش مکش میں مبتلا تھی۔ کیونکہ ان کی جانب وہ موالی کو جو اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور صاحب فکر ومعرفت تھے۔ یہ بات سخت گراں گزرتی تھی کہ انہیں حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان کے غصب کردہ حقوق واپس نہیں دیے جاتے اور قرین انصاف واسلام معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اس آرزو کے پورا کرنے کے لئے انہوں نے بہت سے اسباب و وسائل اختیار کیے انہوں نے دیکھا کہ علم سے بہتر کوئی چیز نہیں جو لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت بڑھا سکے۔ اس لیے اس میں کمال پیدا کیا۔ اس دور میں جن علوم

کا رواج تھا وہ یہ تھے۔

فقہ، حدیث، قرآن، تفسیر، روایت، تاریخ، مغازی، تاریخ خلفاء قصص انبیاء اصول فقہ اور افتاء، یہ علم کی وہ شاخیں تھیں جو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے دور میں رواج پذیر تھیں اور جن میں موالی نے کمال پیدا کیا تھا تاکہ عصبیت عربیہ کو کم کر کے حکام کا تقرب اور اہل عرب پر تفوق حاصل کریں چنانچہ اموی دور حکومت میں بھی قیادت فکر یہ انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں تھی گو یہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور دل وجان سے اسلام کی خدمت کرتے تھے لیکن ان کے مکدر قلوب کینہ ومکر سے خالی نہ تھے۔ نہ یہ لوگ اپنے موروثی مراسم بالکل چھوڑ چکے تھے اس لیے ان کی بیشتر رسوم دین اسلام میں داخل ہو کر باعث اختلاف وجدال بن گئیں اور انہوں نے اسلامی روپ دھار لیا۔ اسلام ان سے بالکل بری ہے یہ وہ دور تھا جس میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا موجود تھیں۔

ولادت باسعادت

یہ ۹۵ ہجری کی ایک بابرکت شب کی بات ہے کہ بصرہ کے ایک نیک سیرت شخص جناب شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے گھر بیٹی کی ولادت ہوئی۔ چونکہ تین بیٹیاں پہلے بھی موجود تھیں اس لیے نومولود کا نام رابعہ رکھا گیا۔ اس نام رکھنے کی وجہ یہی تھی کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سب بہنوں سے چھوٹی اور چوتھی بہن تھیں۔ حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ ایک سفید پوش شخص تھے۔ گھر میں تنگ دستی کا عالم تھا۔ غربت اور عسرت کے ان دنوں میں بیٹی کی ولادت ہوئی تو حالت یہ تھی کہ گھر میں چراغ جلانے کے لیے تیل تک موجود نہ تھا کہ جس سے روشنی کا ہی اہتمام کر لیا جاتا۔ کبھی کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کیا تھا۔ گھر کی حالت کو دیکھ کر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی والدہ ماجدہ نے آپ کے والد ماجد سے کہا کہ فلاں ہمسایہ سے تھوڑا سا قرض لے لیں تاکہ ضرورت کی چیزیں لا سکیں۔ آپ کے والد ماجد نے اس بات کا اپنے دل میں عہد کر رکھا تھا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے مگر چونکہ معاملہ ایسا آن پڑا تھا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ دکھائی

نہیں دیا کسی سے قرض لے لیا جائے۔ چنانچہ بادل نخواستہ نہ چاہتے ہوئے نصف شب کے وقت گھر سے نکلے اور ہمسایہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہمسایہ گہری نیند سویا ہوا تھا اس لیے اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ دل گرفتہ ہو کر چپکے سے واپس اپنے گھر آ گئے اور پریشانی کے عالم میں سو گئے۔

خواب میں ان کو حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے اسماعیل! دل گرفتہ نہ ہو اور غم نہ کر۔ تیری یہ بچی جو آج پیدا ہوئی ہے مقبول بارگاہ الٰہی ہوگی۔ اس کے روحانی فیض سے دنیا کو فائدہ پہنچے گا اور میری امت کے ہزاروں لوگ اس کی دعا اور شفاعت سے بخشے جائیں گے۔ اگر تم اپنی غربت کی وجہ سے دل گرفتہ ہو تو پھر صبح کے وقت اٹھ کر بصرہ کے حاکم عیسیٰ زروان کے پاس جانا اور میری طرف سے ایک خط لکھ لینا اور کہنا کہ تم ہر رات کو ایک سو بار درود شریف پڑھا کرتے تھے اور جمعرات کی شب چار سو بار درود پاک کا تحفہ بھیجتے تھے لیکن گزشتہ جمعرات کو تم نے درود پاک کا تحفہ نہیں بھیجا اور درود پاک پڑھنا بھول گئے ہو اس لیے اس کے کفارہ میں چار سو دینار حامل رقعہ کو دے دو۔ حاکم بصرہ سے جو دینار ملیں گے ان کو خرچ کر لینا۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے والد ماجد جب نیند سے بیدار ہوئے تو رات کے خواب کے بارے میں سوچتے ہوئے آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کو اپنی خوش بختی خیال کیا اور اس خیال کے آتے ہی دل پر رقت طاری ہو گئی۔ خوب روئے اور پھر جب سکون قلبی ہوا تو خط لکھا اور بصرہ کے حاکم کے محل پر جا پہنچے۔ دربان کو خط دیا تاکہ وہ حاکم بصرہ تک پہنچا دے۔ دربان خط لے کر حاکم بصرہ کے پاس آیا اور شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کا لایا ہوا خط پیش کیا۔ حاکم بصرہ نے جب خط پڑھا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، پوچھا کہ خط لے کر آنے والے معزز شخص کہاں ہے؟ دربان نے کہا کہ وہ باہر محل کے دروازے پر کھڑا ہے۔

یہ سنتے ہی حاکم بصرہ دیوانہ وار باہر دروازے کی طرف بھاگا اور شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو سینے سے لگا لیا۔ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ دل پر رقت کے باعث آنکھوں میں آنسو تیر

رہے تھے۔ کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ اس کے بعد اس نے بڑی خوشی کے ساتھ چار سو دینار شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیے اور اس خوشی میں کہ اسے حضور سرور کائنات نے یاد فرمایا ہے۔ دس ہزار دینار بطور شکرانہ غرباء و فقراء میں تقسیم کیے۔ اگلے دن بذات خود حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے گھر حاضری دی اور بڑی عقیدت و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوا۔

بچپن کے دن

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی عمر مبارک ابھی تقریباً پانچ برس کی ہی تھی کہ آپ کے والدین اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ تاریخ کے اوراق پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب والدین اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو گھر میں کوئی ایسا بڑا نہ رہا جو گھر کی ضروریات پوری کرتا اور چاروں بہنوں کی پرورش اپنے زیر سایہ کرتا۔ کسی قریبی عزیز یا ہمدرد ہمسائے کی معاونت سے جیسے تیسے زندگی کے دن گزرنا شروع ہو گئے اور پھر شہر بصرہ میں رہنے والوں کو ایک ایسی خوفناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑ گیا کہ شہر میں قحط پیدا ہو گیا۔ کھانے پینے کی اشیاء ناپید و نایاب ہو گئیں۔ بھوک کے باعث لوگ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اور آپ کی بہنوں کو بھی اسی قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ بھوک کی شدت سے تنگ آ کر چاروں بہنیں اپنے گھروں سے نکلیں تاکہ شہر کو چھوڑ کر کسی ایسے مقام کی طرف جائیں جہاں بھوک مٹانے کا کوئی انتظام ہو سکے۔ ابھی راستے میں ہی سفر کرتی ہوئی جا رہی تھیں کہ ایک ظالم شخص نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو پکڑ لیا اور آپ کو بصرہ کے ایک دولت مند تاجر عتیق کے پاس بیچ دیا۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ برس تھیں۔ تاجر عتیق نے آپ کو اپنی کنیز کے طور رکھ لیا۔ وہ گھر کے تمام کام معصوم بچی سے کرواتا۔

بچپن میں عبادت الٰہی

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا سارا سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف رہتیں ۔ رات کو تھکن سے چور ہو جاتیں مگر کبھی اُف تک نہ کی ۔ بچپن کے دن اسی طرح گزرتے جا رہے تھے ۔ اب آپ کی عمر مبارک تقریباً بارہ برس کی ہو چکی تھی ۔ وہ تاجر آپ سے بہت مشقت کراتا ۔ سارے دن میں ایک لمحے کے لیے بھی چین سے نہ بیٹھنے دیتا تھا ۔ ایک دن مالک نے آپ کو کسی کام کے لیے گھر سے باہر بھیجا ۔ آپ چلی جا رہی تھیں کہ راستے میں اپنے سامنے کسی نامحرم کو دیکھ کر اس قدر زور سے گریں کہ ہاتھ پر شدید چوٹ آ گئی اور ہاتھ نے کام کرنا چھوڑ دیا ۔ رو پڑیں اسی وقت بارگاہ الٰہی میں التجا کی ۔ یا اللہ ! میں تو پہلے ہی بے یار و مددگار تھی ، اب ہاتھ نے بھی چوٹ کے باعث جواب دے دیا ہے ۔ تکلیف کے باعث کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا جاتا مگر یا اللہ ! میں پھر بھی اس حالت میں بھی تیری رضا چاہتی ہوں ۔ غیب سے ندا آئی اے رابعہ ! غم نہ کر کل تجھے وہ مقام و مرتبہ عطا ہو گا کہ تجھ پر مقرب ملائکہ بھی رشک کریں گے ۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے یہ آواز سنی تو خوش ہو گئیں ۔ اپنی ساری تکلیف بھول گئیں ۔

پھر روز و شب آپ کا یہ معمول بن گیا کہ دن کو روزہ رکھتیں اور اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دن بھر اس کے حکم پر گھر کا کام کاج کرتیں ۔ جب رات ہو جاتی تو اپنی کوٹھڑی میں آ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتیں ۔ رات اور دن کے یہ کٹھن مراحل چھوٹی سی بچی بڑے شوق سے طے کرتی جا رہی تھی مگر چونکہ انسانی جسم ایک خاص حد تک ہی برداشت کرنے کی قوت رکھتا ہے اس لیے تھوڑے ہی دنوں بعد اس معصوم چہرے پر تھکن اور کمزوری کے آثار دکھائی دینے لگے ۔ ایک دن تاجر عتیق نے دیکھتے ہوئے پوچھا کہ کہیں تم بیمار تو نہیں ؟ آپ نے جواب دیا نہیں میں ٹھیک ہوں ۔ مالک سے دریافت فرمایا مجھ سے گھر کے کام کاج کرنے میں کوئی کمی رہ گئی ہے ۔ مالک نے کہا نہیں ۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے ، کام تو تم بالکل ٹھیک کرتی ہو مگر اپنی صحت کی طرف بھی دھیان کرو ۔ آپ نے

مالک کی بات سن کر خاموشی اختیار کر لی اور اسی طرح روز و شب اپنے کام میں مشغول رہیں ۔

تاجر عتیق کی حیرت

ایک دن آدھی رات کے وقت مالک کی اچانک آنکھ کھل گئی ۔ اس کی نگاہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی کوٹھڑی کی طرف چلی گئی ۔ اسے کوٹھڑی میں چراغ کی روشنی ہوتی ہوئی محسوس ہوئی ۔ بڑا حیران ہوا کہ یہ کنیز آدھی رات کو جاگ کر کیا کر رہی ہے ۔ کوٹھڑی کی طرف بڑھا مگر یہ دیکھ کر اس کے قدم کوٹھڑی کے دروازے کے پار ہی رُک گئے کہ اس کی کنیز بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہو کر مناجات میں مشغول ہے ۔ ایک روشن قندیل اس کے سر کے اوپر روشن ہے ۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہی تھیں کہ اے باری تعالیٰ ! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں زندگی کا ہر لمحہ تیری عبادت کرنے میں گزار دیتی مگر چونکہ تو میری مجبوریاں جانتا ہے ۔ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنایا ہوا ہے اس لیے میں دن کے وقت مالک کے گھر کے کام کاج کرتی رہتی ہوں اور رات کو دیر سے تیری بارگاہ میں حاضر ہوتی ہوں ۔ اے اللہ ! تو مجھے معاف فرما دے اور میرے گناہوں سے درگزر فرما ۔ تاجر عتیق نے یہ منظر دیکھا تو وہ ہکا بکا رہ گیا ۔ اس کے دل کی سختی اس ایک منظر کے دیکھ لینے سے نرمی میں بدل گئی ۔ اپنے کیے پر پچھتانے لگا کہ میں نے اس چھوٹی سی بچی پر کس قدر ظلم ڈھائے ہیں کہ ہر وقت گھر کے کاموں میں ہی الجھائے رکھا اور بچی کا یہ حال ہے کہ اس چھوٹی سی عمر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں راتوں کو مشغول رہتی ہے ۔ اسی وقت اپنے دل میں اس بات کا عہد کیا کہ صبح ہوتے ہی زیادتیوں کا ازالہ کروں گا ۔ اُلٹے پاؤں چپکے سے واپس اپنے کمرے میں چلا آیا تا کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی عبادت میں خلل نہ پڑے ۔ کمرے میں آیا تو اب نیند اس سے کوسوں دور چلی گئی تھی ۔ صبح کے انتظار میں جاگتا رہا اور صبح ہوتے ہی آپ کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں آپ کو آزاد کرتا ہوں اور آپ سے معافی مانگتا ہوں کہ لاعلمی میں مجھ سے آپ کے ساتھ بہت زیادتیاں ہوئی ہیں ۔ میری خواہش ہے کہ آپ اسی گھر میں قیام فرمائیں تا کہ آپ کی برکت کی سعادت مجھے حاصل رہے لیکن اگر

آپ یہاں پر قیام کرنا پسند نہ فرمائیں اور کہیں اور جانا چاہیں تو آپ کی مرضی ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا، میں نے تم کو معاف کیا پھر آپ کوٹھڑی سے باہر تشریف لے آئیں اور وہاں سے رخصت ہو کر گوشہ نشین ہو گئیں۔

دینی تعلیم کا حصول

اس ضمن میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا جب تاجر عتیق کے کاموں سے آزاد ہو گئیں اور تاجر عتیق نے آپ رحمتہ اللہ علیہا کو اپنی مرضی کرنے کا اختیار دے دیا تو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا علوم ظاہری کے حصول کی غرض سے بصرہ سے کوفہ تشریف لے گئیں جو اس وقت بڑا علمی مرکز تھا اور جہاں پر ممتاز اور جید علماء کرام کثرت سے موجود تھے کوفہ شہر کو بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں آباد کیا گیا تھا "فتوح البلدان" میں اس حوالے سے تحریر ہے کہ جب مدائن فتح ہوا تو مسلمان وہاں آباد ہو گئے اور مساجد تعمیر کر لیں لیکن وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی تو حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی، انہوں نے لکھا کہ لوگ دوسری جگہ پر آباد کرائے جائیں۔ کوفہ کی سرزمین جس کو اہل عرب خد العذراء یعنی عارض محبوب کہا کرتے تھے اس مقصد کے لئے انتخاب کی گئی اور چالیس ہزار افراد کے رہنے کے لئے مکانات بنوائے گئے جن میں یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار افراد شامل تھے پہلے پہل عمارتیں نرسل سے بنائی گئی تھیں مگر بار بار آتشزدگی کے باعث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اینٹ اور گارے سے عمارتوں کی تعمیر کی گئی۔ جامع مسجد کے علاوہ ہر قبیلے کے لیے الگ الگ مساجد تعمیر کی گئیں۔

ایک وقت تھا کہ کوفہ میں مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک مستقل درس قائم تھا جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کا درس دیا کرتے تھے قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کی تفسیر و معانی سے لوگوں کو مستفید کیا کرتے تھے چنانچہ اس حلقہ درس کے کچھ لوگ ایک مرتبہ شام میں آئے تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے

قرآن حکیم پڑھوا کر سنا۔ (بخاری کتاب التفسیر)

کوفہ میں مشہور صحابی رسول حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بھی حلقہ درس تھا اس ضمن میں حضرت نضر بن عاصم اللیثی بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا جو نہایت خاموشی کے ساتھ ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے تھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسند جلد پنجم)

ان حوالوں کو یہاں پر بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں نے شروع سے ہی دینی علوم کو پھیلانے کی غرض سے بھرپور کاوش کی یہی وجہ تھی کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کے دور میں کوفہ شہر بہت بڑا علمی مرکز تسلیم کیا جاتا تھا۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے کوفہ پہنچ کر کوفہ میں قائم ایک دینی مدرسے کے مدرس سے علم دینی کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا اس مدرس نے آپ رحمتہ اللہ علیہا کو لڑکیوں کے حصے کی طرف بھیج دیا۔ اللہ رب العزت نے آپ رحمتہ اللہ علیہا کو ذہانت و فطانت سے خوب نواز رکھا تھا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام علوم دینیہ میں کمال حاصل کر لیا اور محافل ذکر و فکر میں شرکت کرنے لگیں بہت سے علوم میں مردوں پر اپنی برتری کا لوہا منوایا۔ فقہ و حدیث اور تفسیر قرآن کے اسرار و رموز کو خوب اچھی طرح سمجھا مسائل سے آگاہی حاصل کی بہت سی احادیث مبارکہ آپ رحمتہ اللہ علیہا کو زبانی یاد ہو گئی تھیں اپنے وقت کے قابل ترین اساتذہ کرام کے علمی فیضان سے بھرپور استفادہ کیا کہا جاتا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا نے سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا تھا اس کے بعد دیگر دینی علوم کے خزانے سمیٹے۔

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فقہ و حدیث کی تعلیم میں درجہ کمال حاصل کیا تھا اور آپ کو ان علوم میں اس قدر دسترس حاصل تھی کہ جب آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا مجلس وعظ منعقد کرتیں تو علوم کی روشنی سے سامعین کے دلوں کو منور کر دیتیں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا کا وعظ سن کر بڑے بڑے محدث اور فقیہہ ورطہ حیرت میں کھو جاتے تھے۔ اس قدر علمی مرتبہ و مقام رکھنے کے باوجود کسی مستند تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حدیث و فقہ میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا نے کن اساتذہ کرام سے تحصیل

علم کیا۔ مگر یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی مجلس پاک میں بڑے بڑے جید علماء کرام حاضری کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے ان بزرگوں میں حضرت امام سفیان ثوری ؒ جیسے اکابر بزرگ شامل ہیں جو کہ امام اعظم حضرت ابوحنیفہ ؒ کے معاصر تھے اور جن کی علمی حیثیت ومرتبہ کے اعتبار سے امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا گیا تھا۔ مشہور ولی اللہ حضرت مالک بن دینار ؒ بھی حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے عقیدت رکھتے تھے اور طریقت ومعرفت کے اسرار ورموز کے بارے میں اکثر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔

علمی مقام ومرتبہ

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا قرآن پاک کی حافظہ تھیں۔ احادیث مبارکہ اور دینی مسائل کے بارے میں مکمل علم رکھتی تھیں۔ بصرہ چونکہ علم کے میدان میں خاص شہرت رکھتا تھا اور یہاں پر بے شمار جید علماء کرام اور اولیاء کرام اپنی علمی مجالس منعقد کر کے طالبان حق کی علمی تشنگی کو سیراب کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ اس لیے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں بھی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اکثر وبیشتر ان علمی مجالس میں شریک ہو کر مستفیض ہوا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر کے بھی سلوک ومعرفت کی منازل طے کیں۔ جب بصرہ میں آپ کا قیام ہوا تو آپ کے زہد وتقویٰ اور علم وعرفان کی شہرت ہر چار سو عالم میں پھیل گئی اور لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کے فیضان سے مستفیض ہونا شروع ہو گئی۔ اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا پیغام حق آپ نے بندگان خدا تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اپنی ساری زندگی نیکی اور بھلائی کے کاموں کا درس دیتے ہوئے بسر کر دی۔ آپ کی سیرت مبارکہ راہ حق کے متلاشیوں کے لیے ایک بہترین عملی نمونہ تھی۔

دنیاوی گفتگو سے پرہیز

ایک مرتبہ بصرہ کے مشائخین میں سے ایک بزرگ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آئے اور گفتگو کے دوران زیادہ تر وقت دنیا کی شکایات کرتے رہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دنیا سے بہت انس ہے کیوں کہ جس شخص کو جس چیز سے زیادہ انس ومحبت ہوتی ہے وہ اس کا بہت زیادہ ذکر کرتا ہے اس لیے اگر آپ کو دنیا سے محبت نہ ہوتی تو آپ اس کا کبھی بھی اس قدر ذکر نہ کرتے۔ آپ کی یہ بات سن کر وہ بزرگ خاموش ہو گئے اور پھر آپ کے سامنے دنیا کی شکایت نہ کی۔

عشق الٰہی کی کیفیت

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے مسلک کی بنیاد ''عشق الٰہی'' پر ہے اس ضمن میں محقق ومصنف عبدالرزاق پاشا تحریر کرتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی حیات مبارکہ میں حزن والم کے جو گہرے نقوش پائے جاتے ہیں اگر انہیں غور سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہو گی کہ یہ تمام تر اسی محبت کا نتیجہ ہے جو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے تھی۔ اسی حوالے سے عبدالرزاق پاشا مزید تحریر کرتے ہیں کہ تصوف اسلامی کے ہیکل میں جس ہستی نے سب سے زیادہ ''حب الٰہی'' کو ایک مستقل اور محکم مسلک کی صورت میں پیش کیا وہ صرف حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ہیں انہوں نے ایسے آثار ونقوش چھوڑے ہیں جو حزن والم اور محبت الٰہی کی صحیح تعبیر اور تفسیر کا کام دیتے ہیں۔''

عشق الٰہی اور محبت الٰہی کے غلبے کا یہ عالم تھا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا پر ہمہ وقت غم وملال کی کیفیت طاری رہتی تھی آنکھیں آنسوؤں سے نم رہتیں اور شاید ہی کبھی خشک ہوتی ہوں جب مجلس میں کوئی جہنم کا ذکر چھیڑ دیتا تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

اس کی دہشت سے بے ہوش ہوجاتی تھیں ہوش میں آنے کے بعد مسلسل توبہ کرتی رہتی تھیں کہا جاتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا سجدے کی حالت میں زاری کرتی رہتی تھیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہا کی سجدہ گاہ ہمیشہ آنسوؤں سے تر رہتی تھی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہا بہت کم گفتگو کیا کرتی تھیں۔ بیشتر وقت نماز پڑھنے میں گزرتا تھا اگر کبھی کسی سے کوئی بات کرنی ہوتی تو آیات قرآنی کا سہارا لے کر اپنا مطلب بیان کرتیں۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا، انسان جو کچھ بولتا رہتا ہے فرشتے اسے لکھتے رہتے ہیں میں کوشش کرتی ہوں کہ قرآن حکیم کی آیات کے سوا کچھ نہ بولوں، یہ احتیاط اس لیے ہے کہ کہیں میرے منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے اور فرشتے اسے لکھ لیں۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی ہر وقت پرنم آنکھیں دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہنسنے کے لیے منع تو نہیں کیا ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا بے شک اللہ رب العزت نے ہنسنے سے منع نہیں فرمایا لیکن اس کام کے لیے مجھے فرصت نہیں ہے۔لوگوں نے حیرت سے کہا، کیا ہنسنے کے لیے بھی فرصت درکار ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں کیونکہ دنیا میں وہی شخص ہنستا ہے جسے قلبی اطمینان حاصل ہو اور مجھے ابھی تک یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ حاضرین نے کہا کہ ہم آپ کی بات کا مطلب سمجھ نہیں سکے اس پر حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا۔

میں نے محبت کے لئے صرف ایک ہی ہستی کا انتخاب کیا ہے اور وہ ہے اللہ رب العزت کی ذات اقدس۔ میں اس خوف سے روتی رہتی ہوں کہ کہیں میری زندگی بھر کی محنت ضائع نہ چلی جائے اور مرتے وقت مجھ سے کہا جائے کہ تو ہمارے قابل نہیں ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہا عشق الٰہی میں اس قدر مستغرق رہتی تھیں کہ ان کے نزدیک خوشی اور غم اپنی حیثیت کھو بیٹھے تھے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا عشق ایک بلند طرز کا تھا۔ جو نفسانیت سے پاک اور انسانیت کے اعلیٰ مراتب پر تھا۔حتیٰ کہ وہ اس آسمانی محبت میں گھلنے اور پگھلنے لگیں۔

اسلام میں اس قسم کی سب سے پہلی شخصیت حضرت رابعہؒ ہی تھیں۔ جب وہ تصوف میں منہمک ہو گئیں تو انہیں الہام وعرفان حاصل ہو گیا، ان کا ایمان امیدوں کے غبار سے صاف ہو کر چمکنے لگا اور وہ بے نظیر طور پر صرف وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے لگیں تو انہوں نے اجازت چاہتے ہوئے امیدیں لے کے بارگاہ الٰہی کے دروازے پر دستک دی۔ جس طرح قصہ معراج کے بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف ایک بلند روح بشریت کا ارتقاء تھا اسی طرح میں حضرت رابعہ بصریؒ کے بارے میں تصور کرتا ہوں کہ وہ ذات الٰہی اور ماورائے محسوسات وغیوب کی تلاش کرتی رہیں حتیٰ کہ ان کے پہلو میں ایک بے لوث پاکیزہ محبت قرار پکڑ گئی۔ اب ان کی روح کا بوجھ کم ہو گیا تھا اور وہ اس قابل ہو گئی کہ پرواز کر جس طرح غبارہ فضا میں اڑتا چلا جاتا ہے علم النفس، جس سے قدماء آشنا نہ تھے، خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے۔ پھر بھی جذبات نفسانی ومذاہب روحانی کی تاویل نہیں کرسکتا۔ علم النفس وہاں حیران رہ جاتا ہے جہاں وہ عشق ومحبت سے بحث کرتا تھا کیونکہ اس کی بنیاد تو صرف ظن وتخمین پر ہوتی ہے اسی لیے اس کی تحلیل وتعلیل بسا اوقات ناکام رہ جاتی ہے جس طرح انسانی چہرے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اسی طرح نفوس انسانی بھی طاقت، مزاج نور اور محبت میں جدا ہیں۔ عموماً عشق کے سابقہ ارادے کے بغیر ہو جاتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں وہ بھی مبتلا ہو جاتے ہیں عشق آنکھوں کے ذریعے سے حل تک پہنچتا ہے۔ الا یہ کہ کوئی اندھا انسان مبتلائے محبت ہو جائے تو وہاں بجائے نظر کے اس کے کان عشق ذریعہ بن جاتے ہیں۔ مگر ساکنان ارضی میں آج تک کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے عشق کیا اور معشوق کو بغیر دیکھے مر گیا ہو۔ یہ صرف حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا ہی تھیں کہ انہوں نے اپنے آقا سے عشق کیا اور اسے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ آقا نہیں جس نے اسے خریدا تھا۔ پھر آزاد کر دیا تھا۔ نہ وہ جس نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور دل زخمی کر دیا تھا۔ اس کے بعد گہری صوفیت اور طویل عبادت سے ان کے دل میں ایک ایسی محبت پیدا ہو گئی جس کے مشابہ کوئی محبت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اپنے محبوب کو کبھی نہ دیکھ سکتی تھیں البتہ صرف اس کی کائنات میں اس کی تجلیات دیکھتی تھی۔ وحدت وجود کی بناء پر انہیں ہر چیز میں

اسی کا جلوہ نظر آنے لگا اور ان کے لئے راہ کشادہ ہوگئی یہ چند کلمات جو حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف منسوب ہیں۔ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ ذات واحد سے محبت رکھتی تھیں۔وہ محبت جوان کے ایمان وجدان سے پھوٹی تھی۔چنانچہ ایک دن وہ اپنے محبوب سے گڑگڑا کر مناجات کرنے لگیں۔معبود! میں جب کبھی کسی حیوان کی آواز پتے کے کھڑکنے کی آہٹ پانی کے گرنے کی صدا اور بجلی کی کڑک سنتی ہوں۔یا کسی پرندے کے نغمات میرے کانوں میں پڑتے ہیں دراز ستارے دیکھتی ہوں۔یا ہوا کی سرسراہٹ محسوس کرتی ہوں تو ان سب کو تیری یکتائی پر گواہ اور تیرے بے نظیر ہونے پر شاہد پاتی ہوں۔ایک اور کلام میں ایسے الفاظ ہیں جن سے جلن تڑپ اور شوق ٹپکتا ہے اور ایسے کلمات ہیں جو ایسے دل سے نکلے ہیں جس کا فنافی اللہ اور رضائے الٰہی کی تلاش کے سواء کوئی مقصود نہیں ہوسکتا۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی خدمت کرنے میں گزار دی۔حق کا پیغام عام کرنے کے لئے بہت نمایاں خدمات انجام دیں۔

ایک مرتبہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتی ہیں؟ فرمایا بے شک میں اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتی ہوں۔پھر پوچھا گیا کہ کیا آپ شیطان کو دشمن سمجھتی ہیں؟ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی دوستی سے شیطان کی دشمنی کو میں متعلق نہیں کرتی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھے اس قدر مستغرق اور وارفتہ بنا رکھا ہے کہ شیطان کی دشمنی کی نہ تو مجھے کوئی پرواہ ہے اور نہ مجھے اتنی فرصت ہے کہ اس بارے میں سوچوں۔

''لوگوں نے چاہا کہ کسی طرح ان کو زچ کردیں تو پوچھنے لگے۔'' کیا تو رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتی ہے کہنے لگیں! واللہ میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتی ہوں۔لیکن خالق کی محبت نے مجھے مخلوق کی محبت سے غافل کردیا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ کرتیں تھیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جب حب الٰہی نے کسی دوسرے کی محبت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی کیونکہ خدا سے محبت بھی تو رسول سے محبت ہی ہے مناوی طبقات الاولیا میں لکھتے ہیں۔

''رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں لوگوں نے

ان سے دریافت کیا کہ اس سے آپ کا کیا مقصد ہے۔''

فرمانے لگیں۔

''میرا مقصود ثواب حاصل کرنا نہیں۔میں تو صرف قیامت کو رسول اللہ ﷺ کے خوش کرنے کے لئے ایسا کرتی ہوں تاکہ وہ دوسرے نبیوں سے فرمائیں کہ میری امت کی اس عورت کی طرف دیکھو اس کا عمل کیسا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا رضائے رسول اللہ ﷺ کی طالب تھیں اور یہ آرزو رکھتی تھیں کہ ان کی بناء پر عورت معظم ومکرم کہلائے اس لیے وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتی تھیں اور ان سے روز جزاء میں ملنے کی خواہش مند تھیں۔''

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ہم وقت عشق الٰہی میں مستغرق رہا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں؟ ارشاد فرمایا اس جہان سے آئی ہوں۔اس نے پھر پوچھا کہ کہاں جائیں گی؟ فرمایا، اسی جہان میں واپس جاؤں گی۔پھر پوچھنے والے نے دوبار پوچھا کہ آپ اس جہان میں کیا کرتی ہیں؟ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا، میں افسوس کے سوا کچھ بھی نہیں کرتی۔پوچھا گیا کہ آپ افسوس کس بات پر کرتی ہیں؟ ارشاد فرمایا اس بات پر افسوس کرتی ہوں کہ میں اس جہان کی روٹی کھا کر اس جہان کا کام کرتی ہوں۔

اس کے بعد مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک اور شخص نے آپ سے کہا کہ آپ کا کلام بہت شیریں بیاں ہے آپ تو مسافر خانے کی محافظت کی اہل ہیں۔حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا یہی کام تو میں کررہی ہوں۔میرے اندر جو کچھ بھی ہے اسے باہر کرتی ہوں اور جو باہر ہے اسے اندر نہیں آنے دیتی۔کون آتا ہے اور کون جاتا ہے، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔میں تو دل کی محافظت کررہی ہوں نہ کہ مٹی (یعنی بدن) کی۔

عبادت الٰہی

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ریاضت وعبادت ومعرفت کے اعتبار سے ممتاز

حیثیت کی حامل تھیں۔ اپنے دور کی نامور قلندر تھیں۔ علم، عبادت اور ریاضت میں آپ کا نام اولیاء کرام اور دیگر بزرگان دین کے حلقے میں نہایت عقیدت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہمہ وقت مشغول رہتیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ دنیا کی کسی چیز کا طمع ولالچ آپ کے دل میں موجود نہیں تھا۔ صرف رضائے الٰہی کی طالب تھیں۔ ایک مرتبہ بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے ہوئے کہا۔

"اے اللہ! اگر میں تیری عبادت جہنم کے خوف سے کرتی ہوں تو تو مجھے جہنم میں پھینک دے اور اگر میں تیری عبادت جنت کی خاطر کرتی ہوں تو تو مجھے جنت سے محروم کر دے لیکن اگر میں صرف تیری ہی خاطر تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے اپنے دیدار سے محروم نہ کرنا۔"

آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ نے کبھی فضول گفتگو نہ فرمائی۔ ہمہ وقت فرائض ونوافل نماز کی ادائیگی میں مشغول رہتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ بہت کم گفتگو کیا کرتی تھیں۔ اگر کبھی کسی سے کوئی بات ضروری کرنے کی ہوتی تو قرآن پاک کی آیات مبارکہ کا سہارا لے کر اپنا مدعا بیان کر دیا کرتیں چونکہ قرآن پاک کی حافظہ تھیں اس لیے اپنی بات کا اس طرح سے بیان کرنا آپ کو دشوار نہ ہوتا تھا۔ آپ کی اس عادت مبارکہ کو دیکھتے ہوئے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیوں اس طرح پنا مدعا بیان فرماتی ہیں؟ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ انسان جو کچھ اپنی زبان سے نکالتا ہے فرشتے اسے لکھ لیتے ہیں اور میں اس بات کی کوشش کرتی ہوں کہ میرے منہ سے قرآن پاک کی آیات مبارکہ کے سوا کچھ نہ نکلے اور یہ صرف اس لیے کرتی ہوں کہ کہیں میرے منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے اور فرشتے اسے احاطہ تحریر میں نہ لے آئیں۔

روزے اور نماز کی کیفیت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے سات دن تک مسلسل روزے رکھے اور صرف پانی سے افطار کیا۔ راتوں کو عبادت الٰہی کرتیں اور شب

بیداری کیا کرتیں۔ جب آٹھواں دن ہوا تو شدید بھوک کے باعث نقاہت طاری ہو گئی۔ افطاری کا وقت قریب تھا لیکن گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ بھوک کی شدت سے نفس نے آپ سے فریاد کی' آخر مجھے کب تک بھوکا رکھو گی اور کب تک اذیت سے گزارو گی۔ ابھی نفس کی فریاد کی گونج ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ عین افطار کے وقت ایک شخص پیالے میں کھانے کی کوئی چیز لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ میں آپ کے لیے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے اس شخص سے کھانے کا پیالہ لیا اور اپنی نفس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تیری فریاد سن لی ہے اس لیے کوشش کروں گی کہ تجھے مزید بھوک برداشت نہ کرنی پڑے۔ اتنا کہہ کر آپ نے پیالہ فرش پر رکھ دیا اور خود شمع جلانے کی غرض سے اٹھیں۔ عین اسی وقت کہیں سے ایک بلی کود دی جس نے کھانے سے بھرا ہوا پیالہ الٹا کر رکھ دیا۔ اسی اثناء میں افطاری کا وقت ہو گیا۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے پانی سے روزہ افطار کرنے کے لیے ابھی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ ایک دم تیز ہوا کا جھونکا آیا جس سے شمع بجھ گئی اور آپ کا ہاتھ پانی والے گلاس کو لگا اور ابھی اٹھایا ہی تھا کہ مٹی کا گلاس ہاتھ سے چھوٹ کو ٹوٹ گیا اور سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر دل سے ایک آہ نکلی۔ بے اختیار آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ یا اللہ! یہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے؟ غیب سے ندا آئی، اگر تم دنیاوی نعمتیں چاہتی ہو تو ہم تجھے وہ عطا کر دیتے ہیں مگر اس کے بدلے میں اپنا درد اور غم تمہارے قلب سے نکال لوں گا اس لیے کہ میرا غم اور دنیا کی نعمتوں کا غم ایک ہی قلب میں جمع نہیں ہو سکتے اور نہ ہی کبھی دو الگ الگ مرادیں ایک دل میں جمع ہو سکتی ہیں۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے یہ غیبی آواز سنی تو پھر اپنے قلب کو تمام دنیاوی آلائشوں سے پاک کر لیا۔ تمام امیدوں سے اپنی دل کو خالی کر لیا۔ ساری امیدیں ترک کر دیں اور اس طرح اپنے قلب کو دنیاوی خیالات سے خالی کر لیا کہ جس طرح مرنے والا نزع کے وقت زندگی کی امید ترک کر کے اپنے دل کو تمام دنیاوی وساوس سے خالی کر دیتا ہے۔ پھر حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ہر نماز کو اپنی آخری نماز سمجھ کر پڑھا۔ ہر روز صبح کے وقت یہ دعا مانگیں کہ یا اللہ! مجھے اس طرح اپنی طرف متوجہ

فرمالے کہ دنیا والے مجھے سوائے تیرے اور کسی کام میں مشغول نہ دیکھیں۔

شب بیداری

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کے دور میں ایسے بزرگوں کی کمی نہ تھی جو اپنا زیادہ تر وقت عبادت الٰہی میں گزارتے تھے ان کے نزدیک صرف اور صرف رضائے الٰہی مطلوب و مقصود تھی اللہ تعالیٰ کے عاشق و محبوب بندے اس فانی دنیا کی عارضی زندگی کو غنیمت خیال کرتے ہوئے آخرت کے زادراہ کو تیار کرنے میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا بھی ان تہجد گزار عابدوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے راتوں کو بھی عبادت الٰہی سے غافل نہ ہوتی تھیں وہ تہجد کے مفہوم سے بخوبی طور پر آگاہ تھیں یہی وجہ تھی کہ ساری رات عبادت وریاضت میں گزارتی تھیں۔

جب کسی بیماری یا نیند سے مغلوب ہو کر ذرا سو جاتیں تو جلد ہی ایک دم سے کھڑی ہو جاتیں تاکہ حسب سابق استغفار و تسبیح میں مشغول ہو جائیں حقیقت یہ ہے کہ ان کا اس قدر انہماک اپنے قلبی اطمینان اور بزرگان دین کے اتباع کی طلب میں تھا۔ جن بزرگوں کو انھوں نے دیکھا تھا وہ ان کی طرف دنیا اور اس کے اسباب سے بیزار ہیں وہ رات بھر عبادت کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے تاکہ قرب الٰہی حاصل کر سکیں اور ایک ایسی فضا میں زندگی گزار سکیں جہاں شیطان کا گزر نہ ہونے پائے جب کسی غمگین مایوس انسان کو کوئی بڑا حادثہ پیش آتا اور اس پر غم والم کا دور دورہ ہوتا ہے تو وہ یہی آرزو کرنے لگتا ہے کہ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتا دنیا حزن وملال کے باعث اسے تیرہ و تار نظر آتی ہے اور وہ ایسے حوادث سے دوچار ہونے لگتا ہے جن پر وہ سخت نادم ہوتا ہے تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو ہمیشہ ہی غمگین نظر آتا ہو اور ہمیشہ اس دردمند عورت کی طرح روتا ہو جس کا جوان بچہ مر گیا ہو؟ خشوع وخضوع، تضرع وزاری اور سوز دروں ان شب زندہ دار عبادت گزاروں کا شیوہ تھا۔ ان لوگوں نے اللہ اور آخرت کے لیے جانیں وقف کر دی تھی۔ بسا اوقات وہ ساری رات گریہ

وزاری کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ آنکھیں زخمی اور پے در پے سجدہ ریزیوں سے پیشانیاں سخت کمزور ہو جاتیں، یہ لوگ بکائیں (گریہ وزاری کرنے والے کہلاتے تھے۔ کتابوں میں ان لوگوں کے عجیب عجیب نادر قصے مرقوم اور کتب تاریخ ان کے حالات سے معمور ہیں جن میں ان کی مجالس ذکر و فکر اور تعلیمات و نکات کا تفصیل بیان ہے۔ یہ لوگ دوسروں سے دنیا اور اسباب دنیا کے انہماک پر مواخذہ کرتے اور اپنے نفوس کو دنیاداری سے بری رکھتے تھے۔ حضرت رابعہ کی مجلس میں ایسے ہی لوگ ہوتے تھے۔ جو ان سے اس قسم کی تعلیمات حاصل کرتے اور مسائل کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے تھے۔ وہ جب بھی حضرت رابعہؒ سے ان معاملات میں بحث وتمحیص کرتے یا اس کے تشدد سے چشم پوشی کرنا چاہتے تو رابعہؒ انہیں ایسے خاموش کن جوابات دیتی جن سے وہ پوری طرح مطمئن ہو جاتے۔ حضرت رابعہؒ کی عبادت بحث وتمحیص میں سب سے زیادہ حاضر باش سفیان ثوری تھے۔ جنھوں نے حضرت رابعہؒ کو مودبہ کا لقب دیا تھا۔ ایک دن وہ دوستوں سے کہنے لگے آؤ حضرت رابعہؒ کے پاس چلیں کیونکہ بغیر اس کی باتوں کے مجھے چین نہیں آتا۔ جب سفیان حضرت رابعہ کے ہاں آئے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے کہنے لگے۔

پروردگار! سلامتی عطا فرما۔

یہ سنتے ہی حضرت رابعہ بصریؒ زاروقطار رونے لگیں۔ انہوں نے دریافت کیا آپ کیوں رونے لگیں؟

حضرت رابعہ بصریؒ نے تعریضاً جواب دیا؟

یا سفیان! آپ ہی میرے رونے کا سبب بنے ہیں۔ آپ نے مجھے رونے پر آمادہ کر دیا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ سلامتی صرف ترک دنیا میں ہے اور آپ ایک انتہائی دنیادار انسان ہیں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت سفیان کوئی دنیادار آدمی نہ تھے البتہ وہ حضرت رابعہ بصریہ کی طرح تارک الدنیا نہ تھے۔ انہوں نے دنیا کے لیے صرف اتنا ہی وقت چھوڑا تھا کہ وہ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت رابعہ کو یہ بھی دنیاداری معلوم ہوتی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ انھیں اس سے پھیر دے اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف لگا دے۔

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کے ہاں گیا تو دیکھا کہ آپ عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ ان کو عبادت میں مشغول دیکھ کر میں بھی ایک گوشہ میں نماز پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ جب فجر کا وقت ہوا تو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا عبادت کی توفیق دینے پر ہم کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور میں شکرانہ کے طور پر کل کا روزہ رکھوں گی۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا اکثر یہ مناجات کیا کرتی تھیں کہ یا اللہ! تو نے دنیا میں میرے لیے جو حصہ مقرر کیا ہے وہ اپنے دشمنوں کو دے دے اور جو حصہ آخرت میں میرے لیے مقرر کیا ہے وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرما دے اس لیے کہ میرے لیے تو تیرا دیدار ہی بہت کافی ہے۔ یا اللہ! اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈال دے اور اور اگر میں تیری جنت کی خواہش رکھتے ہوئے تیری عبادت کر رہی ہوں تو جنت مجھ پر حرام فرما دے اور اگر میں صرف ترے دیدار کی خواہش پر تیری عبادت کرتی ہوں تو پھر مجھ اپنے دیدار سے محروم نہ کرنا اور اے اللہ! اگر تو نے مجھے دوزخ میں ڈال دیا تو پھر میں یہ گلہ ضرور کروں گی کہ دوستوں کے ساتھ تو دوستوں جیسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔ غیب سے ندا آئی، اے رابعہ! ہم سے بدظن نہ ہو، ہم تجھے اپنے ایسے دوستوں کی جماعت میں جگہ دیں گے کہ تو جہاں سے ہم سے ہم کلام ہو سکے گی۔ اس کے بعد حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا، اے باری تعالیٰ میرا کام تو صرف یہ ہے کہ میں آخرت میں تیرے دیدار کی تمنا لے کر جاؤں تو مالک ومختار ہے جو چاہے کرے۔

معرفت واخلاص سے مالا مال

ایک زاہد نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت رابعہؒ کے ساتھ یاد الٰہی میں مشغول رہا۔ پھر دونوں معرفت وتفقہ دینی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ اسرار وجود میں بڑی دیر تک گفتگو جاری رہی حتیٰ کہ زاہد یہ بات بالکل بھول گیا کہ وہ مرد ہے اور رابعہ عورت جب گفتگو اختتام پذیر ہوئی اور مقصود واضح ہو گیا تو اس شخص نے محسوس کیا کہ وہ بالکل تہی دست

ہے۔ اور حضرت رابعہ بصریؒ معرفت واخلاص سے مالا مال ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زاہد نے اپنے اور حضرت رابعہؒ کے اسرار کا جائزہ لیا تو بڑا بھاری فرق محسوس کیا اور دیکھا کہ رابعہ ایک ایسے مرد کامل کی سی عقل رکھتی ہیں۔ جسے دقیق سے دقیق روحانی مسئلہ بھی مشکل معلوم نہیں ہوتا وہ بڑی زیرک، دانا اور صائب الرائے تھی۔ ایک دن حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی مجلس میں بیٹھے ہوئے مذمت دنیا میں حصہ لے رہے تھے۔ کہنے لگے "دنیا پر افسوس ہے۔ ابھی وہ بات پوری کرنے نہ پائے تھے۔ کہ حضرت رابعہ بصریؒ فرمانے لگیں۔ جھوٹ مت بول۔ یہ فرمایا کہ مجھے دنیا پر کس قدر افسوس ہے۔ کیونکہ تجھے دنیا پر افسوس ہوتا تو عیش ونشاط کی زندگی بسر نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ پر توکل

حضرت مسمع بن عاصم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی خدمت میں چالیس دینار پیش کیے اور کہا کہ اس سے آپ اپنی ضروریات پوری کر لیجئے۔ اس شخص کی یہ بات سن کر آپ رو پڑیں اور اپنا چہرہ آسمان کی طرف کر کے فرمایا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ دنیا مانگتے ہوئے میں اس سے بھی شرماتی ہوں حالانکہ تمام چیزیں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں پھر میں ایسے شخص سے کیوں لوں جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کامل رکھنے میں حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو بڑا بلند درجہ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ ظہر کے بعد کھانا کھانے کا خیال کر رہی تھیں کہ اسی اثناء میں دو درویش آپ سے ملاقات کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ چونکہ کھانے کا وقت تھا اس لیے حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے خادمہ سے پوچھا کہ گھر میں کتنی روٹیاں ہیں۔ خادمہ نے کہا دو روٹیاں ہیں۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ دروازے

پر ایک سائل نے صدا لگائی کہ اسے روٹی دی جائے۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر اس کو دے دیں اور خود پردے کی آڑ سے مہمانوں کے ساتھ گفتگو فرماتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کنیز خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یہ روٹیاں میری مالکہ نے بھجوائی ہیں۔ آپ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ روٹیاں شمار کرو کہ کتنی ہیں؟ خادمہ نے روٹیاں شمار کرنے کے بعد عرض کی کہ اٹھارہ ہیں۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے روٹیاں لانے والی سے کہا یہ روٹیاں واپس لے جاؤ' یہ میرے لیے نہیں ہیں کسی اور کی ہوں گی۔ تمہاری مالکہ کو غلطی لگی ہے۔ کنیز نے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ میری مالکہ نے یہ روٹیاں آپ ہی کے لیے بھیجی ہیں لیکن آپ نے اس کے اصرار کے باوجود روٹیاں واپس کر دیں۔ کنیز جب واپس گئی تو اس نے اپنی مالکہ سے سارا واقعہ بیان کیا تو مالکہ نے کہا میں تو واقعی بیس روٹیاں بھیجنا چاہتی تھی۔ غلطی سے اٹھارہ چلی گئیں اب تم ان میں مزید دو روٹیاں شامل کرو اور لے جاؤ۔

چنانچہ کنیز دوبارہ بیس روٹیاں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے وہ بیس روٹیاں لیں اور مہمانوں کو کھانے کے لئے پیش کر دیں۔ مہمان اس تمام واقعہ کو بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ جب کھانا کھا چکے تو پوچھا کہ آخر یہ معاملہ کیا تھا؟ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا۔ اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے، تم جب میرے پاس آئے تو مجھے احساس تھا کہ تمہیں بھوک لگی ہوئی ہے لیکن میرے پاس صرف دو روٹیاں تھیں اور ان دو روٹیوں سے تمہارا پیٹ نہیں بھر سکتا تھا۔ ایک سائل آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے تجارت کی اور اس کو اللہ کے نام پر دو روٹیاں دے دیں اور میرا اللہ فرماتا ہے کہ ہم ایک کے بدلے میں دس دیتے ہیں۔ مجھے کامل یقین تھا کہ ضرور اس کے بدلے میں بیس روٹیاں دے گا۔ چنانچہ جب ایک کنیز روٹیاں لے کر آئی تو میں نے شمار کروائیں وہ اٹھارہ تھیں۔ حالانکہ روٹیاں بیس سے کم نہیں ہو سکتی تھیں اسی لیے میں نے وہ واپس کر دیں پھر جب وہ دوبارہ لے کر آئی تو بیس روٹیاں پوری تھیں۔ وہ میں نے تمہارے سامنے پیش کر دیں۔ مہمانوں نے جب یہ بات سنی تو وہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا اللہ تعالیٰ پر کامل یقین دیکھ کر

مزید حیران ہو گئے۔

تقوی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ نے کئی دنوں سے کھانا نہیں کھایا تھا اور جب خادمہ نے کھانا تیار کرنا چاہا کہ آپ کو کچھ پکا کر دیا جائے تو دیکھا کہ گھر میں پیاز موجود نہیں۔ خادمہ حاضر خدمت ہوئی اور کہا کہ آپ اجازت فرمائیں تو ہمسائے کے گھر سے پیاز مانگ کر لے آؤں۔ آپ نے فرمایا۔ ''میں نے تو برسوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کر رکھا ہے کہ تیرے سوا کبھی کسی سے نہ مانگوں گی اس لیے اگر پیاز نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔ تم بغیر پیاز کے ہی سالن تیار کر لو۔ ابھی آپ یہ کہہ رہی تھی کہ یکا یک ایک پرندہ فضا میں نمودار ہوا جس کی چونچ میں پیاز تھا۔ وہ چولہے کے پاس آیا اور پیاز ہانڈی میں ڈال کر اڑ گیا۔ آپ نے یہ دیکھا تو اس کو شیطانی فریب خیال کیا اور سالن کے بغیر ہی روٹی کھالی۔

رضائے الٰہی کے لیے کوشش

حضرت رابعہ بصریؒ اپنے رفقاء سے چاہتی تھیں کہ وہ دنیا کو بالکل چھوڑ کر اللہ اور آخرت کے سوا کسی چیز کی فکر نہ کریں۔ قیامت اور حساب کتاب کے ذکر سے تو وہ بہت ہی ڈر جاتی تھیں۔ اس لیے گڑگڑا کر اللہ کے حضور دعائیں مانگنے لگتیں کہ وہ انھیں عذاب سے بچا لے جب کبھی وہ اذان کی آواز سنتیں آخرت کی منادی یاد آتی۔ جب ٹڈی اڑ کر گزر جاتی تو حشر کا نقشہ ان کے سامنے پھر جاتا۔ برف دیکھتیں تو قیامت کے نامہ اعمال یاد آتے۔ یہ سب کے سب نفسانی وسواس ہیں جن کے متعلق ماہرین نفسیات بیان کرتے ہیں کہ بعض مریض جب برفانی خطوط دیکھتے ہیں تو انھیں بھولے ہوئے معاملات یاد آ جاتے ہیں جو نفس کی گہرائیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور بعض لوگ جب کبھی کوئی ایسی چیز دیکھتے ہیں جس سے کوئی مدفون بات یاد آ جاتی ہے تو ان کے باطن میں آندھیاں سی چلنی لگتی ہیں۔ ان عذاب

قیامت سے ڈرنے والوں پر کبھی وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو یہ لوگ سراسیمہ ہو کر گریہ وزاری اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ تاکہ ان کے قلوب مطمئن ہو جائیں اور وہ اس حقیقی یا باہمی احساس سے نجات پا سکیں ایک شخص نے حضرت رابعہ بصریؒ سے سوال کیا۔ ہم نے بڑے گناہ کیے ہیں۔ اگر میں تائب ہو جاؤں تو کیا اللہ رب العزت میری توبہ قبول فرمالے گا؟ تو حضرت رابعہ بصریؒ نے جواب میں فرمایا ہرگز نہیں اگر وہ تیری توبہ قبول کر لیتا تو میں توبہ نہ کر لیتی۔ حضرت رابعہؒ کا خیال تھا کہ صرف استغفار توبہ کے لیے کافی نہیں بلکہ مجاہدات کرنے ضروری ہیں جب کہیں رضائے الٰہی حاصل ہوتی اور انسان گناہوں سے پوری طرح آزاد ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسباب مواخذہ و معصیت کے چھوڑے بغیر صرف استغفار کافی نہیں جب تک عمل اور سلوک سلیم اس کے ساتھ شامل نہ ہو جس سے عزم و استقلال کا اظہار ہو، حضرت رابعہ بصری نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں جو محتاج نظر تاویل ہیں جیسے انھوں نے ارشاد فرمایا ہمارا استغفار ایک دوسرے استغفار کا محتاج ہے۔ کیونکہ ہم اپنے استغفار میں سچے نہیں ہوتے، یہ قول بھی اسی قبیل سے ہے۔ میں استغفر اللہ کہنے پر خدا سے استغفار کرتی ہیں۔ کیونکہ میرے استغفار میں سچائی کم ہوتی ہے۔ استغفار و توبہ میں اس قدر تشدد و صدق و ایمان حساب و عقاب اور حشر و نشر کے بارے میں سچا عقیدہ رکھنے کی دلیل ہے۔ اس امر کا بھی واضح ثبوت ہے کہ ان مجذوب زہاد کے دل صاف شفاف تھے۔ انہوں نے زندگی کی طرف رُخ بھی نہیں کیا نہ ان کے نفوس زندگی کی مشکلات اٹھانے کے قابل تھے۔ نہ وہ روزمرہ کا عقدۂ مشکلات کھولنے کی طاقت رکھتے تھے، مذہب تو کبھی فطرتاً زندگی گزارنے سے نہیں روکتا اس لیے آج کل کی اصطلاح کے مطابق ہم ان لوگوں کا نام منہمک فی العبادت رکھ دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ نہ تو زندگی کے مصرف کے تھے نہ اس حیات اسلامیہ کے کام کے تھے جس کی طرف اسلام اور رسول اللہ دعوت دیتے ہیں۔

رہی توبہ اور اس کا مفہوم تو وہ ایک خالص ندامت کا نام ہے جو تائب کی ذات پر طاری ہو جاتی ہے۔ ماہرین نفسیات وروحانیات اسے اندرونی آواز سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو انسان کو پچھلے معاصی و مظالم کے مٹانے پر اکساتی اور اصلاح و تقویٰ کی طرف دعوت دیتی

ہے ہم لوگ آج کل اسے ضمیر کی آواز سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لیے توبہ ایک قسم کے شریف نفسانی میلان کا نام ہے جو شر سے خیر کی طرف لوٹنے پر دلیل ہے۔ بڑے بڑے گنہگار ایک دفعہ تو نادم ہو ہی جاتے ہیں۔ توفیق توبہ عطیہ الٰہی ہے اور فطرت انسانی کے عین مطابق۔ شب بیدار، زہد پسند حضرت رابعہ بصری گھنٹوں اللہ کے سامنے گڑگڑاتیں کہ وہ اس کی توبہ قبول کرلے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا آپ نے کیا گناہ کیا جو اللہ کے سامنے گڑگڑائیں؟ میں اپنے سوال کا کوئی جوب نہیں پاتا سوا اس کے کہ خیالی گھوڑے دوڑاؤں اور ان حوادث کی تاویل کروں جو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا پر گزرے جنھوں نے اسے خاموش کر دیا تھا۔ مگر کیا اس طرح کی باتیں میرے لئے جائز ہو سکتی یا صحیح و غیر صحیح قرار دی جا سکتی ہیں جب کہ حضرت رابعہ بصری پردہ غیب میں روپوش ہو چکی ہیں۔ اور بات نہیں کر سکتیں۔ مجھے غیبی باتوں کا کوئی علم نہیں ہے شطحیات صوفیہ جو اس زمانے کی الجھی ہوئی روحانیت کے مطابق تھے۔ ان پر میں بھروسہ نہیں کر سکتا کیونکہ ٹیلی ویژن اور راڈار کے ہوتے ہوئے بھی ان کی گزری ہوئی باتوں کا صحیح علم حاصل نہیں کر سکتا اور ان کی حقیقت نہیں پا سکتا۔

تصوف میں بلند مقام

یہ وہ حالات تھے جو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو اپنے زاہد و عابد بھائیوں کے ساتھ پیش آتے رہے وہ حالات جو عاشق الٰہی زاہد عورتوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی جو اس قسم کے خیالات و میلانات رکھتی تھیں۔ اس دور میں بصرہ کے اندر کئی قماش کی عورتیں تھیں۔ بعض فقیہ اور محدث تھیں تو بعض سیاسی اور تعصب پسند بعض حیات فکریہ میں حصہ لینے والی تھیں۔ تو بعض گانے بجانے، ناچنے اور رنگ رلیاں منانے والی۔ جو عورتیں حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کے نقش قدم پر چلتی تھیں۔ وہ کچھ تھوڑی یا نا قابل ذکر تعداد میں نہ تھیں۔ مگر وہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا سا صبر نہ کر سکیں نہ ان جیسی بصیرت پا سکیں نہ انھوں نے اس قدر ت عبادت اور مجاہدات کیے جس قدر حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا

نے کیے۔ بلکہ ان کی عقلیں اس قدر وسیع نہ تھیں کہ وہ ایصال الٰہی یا اسرار حق پا سکتیں اس لیے ان میں سے بیشتر بادہ مستقیم سے منحرف ہو گئی تھیں۔ چنانچہ بعض مرد و زن انھیں مجذوب شمار کرتے تھے۔ امام ابوالقاسم نیشاپوری نے جو پانچویں صدی ہجری میں فوت ہوئے۔ ان ہوشیار دیوانوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ بہت سی بڑی زاہدہ عورتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو کثرت عبادت وخلوت سے مخبوط الحواس ہو گئی تھیں۔ ان میں سے ایک حیونہ بھی تھی۔ یہ رابعہ بصری کی سہیلی تھیں۔ ایک رات ان کے پاس آئی، جب کچھ رات گزر گئی تو حضرت رابعہ بصریؒ اونگھنے لگیں۔ نیند سے ان کی آنکھ لگ گئی حیونہ اٹھی۔ یہ دونوں ساتھ ساتھ تہجد پڑھ رہی تھیں اور اسے ٹھوکریں مارتے اور جھڑکتے ہوئے جگانے لگی۔ بولی! رابعہ! اُٹھ ہدایت پانے والوں کی شب عروسی کا وقت آ گیا۔ اری کیسی مقدس ہے وہ ذات جس نے رات کی دلہنوں کو تہجد کے نور سے زینت دی! نیشاپوری نے حضرت رابعہؒ کی عابد وزاہد سہیلی کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حیونہ عبدالواحد بن زید کے دروازے پر پہنچی اور مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگی۔ یہ بڑا عابد وزاہد عاشق الٰہی تھا۔ اس نے حضرت رابعہ بصری کو پیام دیا تھا۔ ''اے زبان دراز ذرا اپنے بارے میں بول۔ واللہ اگر تو مر جائے تو میں کبھی تیرے جنازے کے پیچھے نہ جاؤں۔'' اس نے دریافت کیا حیونہ کیا بات ہے؟ وہ بولی! ''تو مخلوق کے بارے میں بڑی زبان درازی کرتا اور اس سے قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تیری مثال ایک چھوٹے سے بچے کی سی ہے جو معلم سے شام کو سبق یاد کر لیتا ہے اور جب ماں کے گھر پہنچ جاتا ہے تو صبح ہوتے ہی سب کچھ یاد کیا کرایا بھول جاتا ہے۔ حتیٰ کہ معلم کو اس کے مارنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جا عبدالواحد ادب کے درے جسم پر لگا اور قناعت کا توشہ مہیا کر پہلے جو تیری حالت ہے اس پر گفتگو کر پھر مخلوق کے بارے میں کچھ کہنا۔'' عبدالواحد نے جو حیونہ کی یہ باتیں سنیں تو ندامت سے اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی اور خاموش چلا گیا۔ ایک سال تک اس نے کسی سے بات تک نہ کی۔'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیونہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی طرح ان لوگوں کا مذاق اڑاتی تھیں جو اس جیسی عبادت اور خلق سے بے رغبتی نہ کرتے تھے اور اس

کی مانند خدا کے تقرب کے طالب نہ تھے مگر وہ دونوں یہ بھول گئیں کہ اللہ عمل اور عام بھلائی کے لیے کوشش کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام میں نظام معاملہ ومبادلہ اس دنیوی زندگی کے لیے ہے، اسلام نے محض آخرت کی خاطر گوشہ نشینی کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی جیسا کہ زاہد لوگ خیال کرتے ہیں۔ حیونہ جیسی بہت سے عورتیں گزری ہیں جن کے بہت سے اشعار، موعظ، ادب اور صوفیانہ اسرار کے حامل ہیں جو ان کے مخلوق سے دور رکھنے والے مذہب کا آئینہ ہیں۔ نیشاپوری نے مجنون عقلاء میں ان کا ذکر کیا ہے۔ رہی حضرت رابعہؒ تو اللہ نے انھیں عقلی خبط سے محفوظ رکھا۔ وہ بڑے لوگوں کی طرح ثابت قدم رہیں۔ وہ اس امر کی بہترین مثال تھیں کہ عورت بھی علم، ایمان اور تقویٰ وطہارت میں مردوں کی ہم پلہ ہو سکتی ہے حتیٰ کہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ امام تصوف فارسی اسے اس دور کے بڑے عارفوں کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نصف دین حاصل کیا ہے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر ہم رابعہ عدویہ سے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد پیدا ہوئی گو وہ ان جیسی حدیث وفقہ کی عالم نہ تھی۔ عمدہ نصائح، خالص مجاہدہ ارو درفشاں معرفت حاصل کریں۔ لوگوں کی زبانوں پر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا تذکرہ تھا کیونکہ ان سے ایسے کارہائے نمایاں صادر ہوئے تھے جن سے مرد عاجز تھے۔ اور وہ سبھوں سے گویا سبقت لے گئی تھیں۔ یہ ایک عجیب روحانی مذہب تھا جو اس نے قواعد معرفت پر قائم کیا تھا جیسا کہ اس زمانے کے عارف کہتے تھے۔ ان عارفوں کا گروہ ایک ایسا علمی صوفیانہ حلقہ ہے جس تک صرف اسی شخص کی رسائی ہو سکتی ہے جو تیز نظری، روحانی پاکیزگی اور دینی سچائی کا مالک ہو۔ یہ تمام اوصاف حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا میں جمع تھے۔ جن کی وجہ سے وہ اس بلند درجے تک پہنچیں اور اگر بالفرض یہ مسلک انہوں نے ایجاد نہیں کیا اور اس معاملے میں انہوں نے سبقت نہیں کی تھی تو معرفت الٰہی کے لیے روشن دل کی ضرورت ہے جو گمراہی وکجروی سے پاک ہو اور علم کی استعداد رکھتا ہو تاکہ زندہ کشف پا سکے اور ایسے لطیف حقائق کو لے سکے جو دست ونظر سے بالاتر ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو روشن

ومنور قلب عطا کر رکھا تھا۔

حاضر جوابی

ایک مرتبہ بصرہ کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ اے رابعہ! اللہ تعالیٰ نے مردوں کو تین ایسی فضیلتیں دی ہیں جن سے عورتیں محروم ہیں۔ اول یہ کہ مرد کامل العقل ہوتے ہیں جب کہ عورتوں کو ناقص العقل قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ عورتیں ناقص الدین ہوتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ماہ ان کو چند دن نماز سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرتبہ نبوت پر ہمیشہ مردوں کو ہی فائز کیا ہے اور آج تک کوئی عورت نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہوتی۔

جو لوگ یہ باتیں حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا سے کر رہے تھے۔ ان کا مقصد آپ کو طنز و مذاق کرنا تھا مگر آپ نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ ان لوگوں کی باتوں کو سنا اور فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی تین ایسی فضیلتیں عطا فرمائی ہیں کہ جن سے مرد محروم ہیں۔ اول یہ کہ آج تک کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ خاصہ بھی صرف مردوں ہی کے حصے میں آیا کہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ دوم یہ کہ عورتوں کے ہاں مخنث نہیں ہے۔ یہ خاصہ بھی صرف مردوں ہی کے لیے ہے۔ سوم یہ کہ یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی عورت کو مرتبہ نبوت پر فائز نہیں کیا لیکن مردوں میں جتنے انبیاء، صدیق، اولیاء کرام اور شہداء ہوئے ہیں۔ وہ عورتوں ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ انہی کی گود میں تربیت پا کر پرورش پائی۔ کیا عورتوں کا یہ مرتبہ کچھ کم ہے؟ وہ لوگ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا جواب سن کر خاموش ہو گئے۔

خشیت الٰہی

ایک دن حضرت عبداللہ بن عیسیٰ، حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپ کے چہرے پر ایک نورانی کیفیت طاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث آنکھوں میں آنسو تھے اور ایک بوسیدہ سے بوریے پر تشریف فرما ہیں۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ کی تلاوت کی جس میں قبر کے عذاب کا تذکرہ تھا، وہ شخص تلاوت کرتا جا رہا تھا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو گرتے جا رہے تھے پھر یکا یک ایک چیخ بلند ہوئی اور آپ بے ہوش ہو گئیں۔

شادی نہ کرنے کی وجہ

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے خود کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس قدر مشغول کر رکھا تھا کہ کبھی دنیا کا خیال بھی دل میں نہ لاتیں۔ آپ نے ساری زندگی شادی نہیں کی۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہنے لگے کہ آپ اس قدر عابدہ و زاہدہ ہیں کہ ہمہ وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتی ہیں اور دین حق کا پیغام عام کرتی رہتی ہیں۔ لیکن آپ حضور نبی کریم کی نکاح کرنے کی سنت پر عمل کیوں نہیں کرتیں؟ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے تین باتوں کا اندیشہ ہے، اگر تم مجھے ان خطرات سے خلاصی کی نوید سنا دو تو میں آج ہی نکاح کر لوں گی۔ پہلا خوف مجھے اس بات کا ہے کہ مرتے وقت اپنا ایمان سلامت لے کر جاؤں گی یا نہیں؟ دوسری فکر میں مبتلا ہوں کہ میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں۔ تیسری فکر مجھے یہ کہ قیامت کے روز دائیں طرف والے گروہ کو جنت میں داخل کیا جائے گا جب کہ بائیں طرف والے گروہ کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ تم لوگ مجھے بتاؤ کہ میرا شمار کس گروہ میں ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی یہ باتیں سن کر وہ لوگ لاجواب ہو گئے اور

کہنے لگے کہ یہ سب کچھ تو ہم نہیں جانتے۔ ان باتوں کے بارے میں تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور کس کا نہیں۔ اس پر حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر تم خود ہی بتاؤ کہ جو عورت اس قدر فکر وغم میں مبتلا ہو، وہ کیسے خاوند کی خواہش کرسکتی ہے۔

بارگاہ الٰہی میں مناجات

حضرت امام ابوالقاسم قشیری ﷫ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی مناجات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے مناجات میں کہا، یا الٰہی! تو کیا اس دل کو دوزخ کی آگ سے جلائے گا، جو تجھ سے محبت کرتا ہو؟ ہاتف نے جواب دیا ہم ایسا نہیں کرتے، تو ہم پر بدگمانی نہ کر، کہتے ہیں حب میں دو حروف ہیں، ح اور ب جن میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص محبت کرے اسے اپنی روح اور بدن دونوں سے نکل آنا چاہیے لفظ محبت کے استعمال میں صوفیاء کا گویا اس بات پر اجماع ہے کہ محبت محبوب سے موافقت کرنے کو کہتے ہیں اور سب سے زوردار موافقت وہ ہے جو دل سے ہو۔ نیز یہ کہ محبت سے مباینت کی نفی ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ محبّ تو ہر لحہ اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں اسی طرح آیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت ہے کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ ایک شخص کچھ ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے جن سے ابھی اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا المرء مع احبّ۔ انسان انہی لوگوں کے ساتھ ہے، جن سے اس کی محبت ہو۔ ایک بندہ ہے جو اپنے آپ کو کھو چکا ہے۔ اپنے رب کا لگاتار ذکر کرتا ہے اور اس کے حقوق برابر ادا کئے جارہا ہے اور دل کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ رہا ہے، ذات خداوندی کے انوار نے اسے جلادیا ہے اور اس کی محبت کے پیالوں سے اس نے صاف پاک شراب پی ہے یہ شخص جب گفتگو کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے گفتگو کرے گا اور اگر حرکت کرے گا تو اسی کے حکم سے اور اگر ساکن ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے

علم سے لہٰذا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے لئے اور اللہ رب العزت کی معیت میں ہوگا۔

حُب الٰہی اور مناجات کی کیفیت:

حضرت رابعہ بصریؒ جب بھی عبادت کے دوران میں پروردگار سے مناجات کرتیں تو نہایت زور سے گریہ وزاری کرتے ہوئے عبادت کرنے کا سبب اس طرح فرماتیں۔

''پروردگار! تیری عزت کی قسم! میں جنت کے لیے عبادت نہیں کرتی بلکہ محبت کی بنا پر ایسا کرتی ہوں۔ میں نے کوئی جنت کے لئے یوں عمر تھوڑی ہی گزاری ہے پروردگار! کیا تو اس دل کو جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اس زبان کو، جو تجھے یاد کرتی ہے اور اس بندے کو جو تجھ سے ڈرتا ہے، آگ میں جھونک دے گا؟

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا عبادت کے معاملے میں جنت وجہنم سے آزاد و مجرد ہوچکی تھیں مگر آتش دوزخ کا پوشیدہ خوف پھر بھی گاہے گاہے لوٹ آتا تھا کیونکہ انسان خواہ کتنا ہی بدل جائے سنی اور دیکھی ہوئی باتوں سے بالکل آزاد نہیں ہوسکتا بلکہ کسی چیز کے دیکھ لینے سے دل میں پچھلی باتیں عود کر آتی ہیں۔ اس لئے حضرت رابعہ بصریؒ جب بھی آگ کو دیکھتیں تو ان کا دل دھڑ کنے لگتا اور آنسوؤں سے اس کے شعلے بجھانے لگتیں۔ مگر پچھلا سا خوف حسب عادت انھیں نہ رہا تھا جب وہ پانی کو دیکھتیں تو ان کا نفس تازگی محسوس کرتا اور عافیت کی ٹھنڈک دل میں محسوس کرنے لگتیں۔ ان دوازلی عنصروں یعنی آگ اور پانی نے ان کے دل میں ایک عجیب ہل چل مچار رکھی تھی۔ جو نہ جادو سے پیدا ہوسکتی ہے نہ جنون سے بلکہ اس کی بنیاد ایسی موسیقی پر تھی جو کان نہیں سن سکتے، جو تاریکیوں کو انوار سے بدل دیتی اور ٹوٹے دلوں کو جوڑ کر ان میں امید وصبر کی دولت بھر سکتی ہے یہ رمز حضرت رابعہ بصری نے خود ابدیت کی کھیتی میں بوئی تھی۔ تاکہ ایک دن لوگوں نے انھیں ایک ہاتھ میں پانی اور ایک ہاتھ میں آگ لیے بھاگتے دوڑتے دیکھا تو دریافت کیا۔ رابعہ! کہاں جارہی ہیں؟ فرمایا

آسمان کی طرف تاکہ جنت کو آگ لگادوں اور جہنم کو ٹھنڈا کردوں لوگ ان کی وجہ

سے اللہ کی عبادت نہ کریں اور کسی مادی سبب یا معنوی لالچ کے بغیر اللہ کی طرف دیکھ سکیں۔ ان کا یہ فعل جس کے ذریعے سے انھوں نے جہنم کی تمثیل پیش کی ہے، اصل میں ثواب وعذاب کے نظریے کی جانب اشارہ ہے وہ نفع وضرر دونوں کو اٹھا دینا چاہتی تھیں تا کہ آزاد عبادت کا رواج ہو سکے جو مزدوری نہ ہو مگر اس طرح کے دینی مطالب دنیا میں کس طرح جاری ہو سکتے ہیں جو خیال وطاقت بشری سے بالاتر ہوں حضرت رابعہ بصریؒ کے احکام وآرا ہمیشہ مطلق ان کے اپنے نفس کے مطابق ہوتے ہیں۔ جو غلامی میں مبتلا رہ چکا تھا اس لیے وہ ہمیشہ مطلق آزادی کی خواہاں رہتی تھیں حتیٰ کہ عبادت الٰہی کو بھی بالکل آزاد دیکھنا چاہتی ہیں حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے تصرف میں عشق الٰہی کا طریقہ جاری کیا اور عبادت ودین کے بارے میں خلوص برتا حتیٰ کہ صفائے روح اور الہام وبصیرت میں ایک نمونہ بن گئی۔ وہ ایک قدسیہ بن گئیں جن کی عبادت نہایت مقدس اور نیت انتہائی پرخلوص تھی۔ وہ ایک ہاتھ میں درخت کی شاخ بطور عصا لیے پیوندوں والی سفید چادر کاندھوں پر ڈالے چلی جارہی ہیں۔ پاؤں میں چپل ہیں جن سے ان کی انگلیاں باہر کو نکلی ہوئی ہیں۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ نہیں چل رہی مگر حضرت رابعہ بصریؒ کا دل ایمان سے پر اور سینہ رشد وہدایت وجود سے بھرپور ہے گو وہ براغ خلق کے سراولین کی طرف سے پیاسی رہیں۔ اس لیے وہ جذبہ شوق کو مناجات وتامل سے تیز کرتی رہیں حتیٰ کہ راویوں کے بیان کے مطابق انہیں کچھ شفاف صورتیں نظر آنے اور پوشیدہ آوازیں سنائی دینے لگیں جیسا کہ جان ڈارک کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے جو آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا تھا خود حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا بھی اس آگ سے نہ بچ سکیں جس سے وہ ڈر کر بھاگی تھیں اور چاہتی تھیں کہ انھیں نہ لگے کیونکہ اس کے روشن شعلے ان کا پیچھا کرتے تھے اور انھیں دکھائی دیتے تھے۔ اس لیے وہ ڈریں کہ کہیں ان کا خطا کار دل، جو حب الٰہی سے بھرپور ہے اس آگ میں پگھل نہ جائے۔ اس محبت نے انہیں نار ونزار کر دیا اور ان کے دل کو رقیق بنا دیا تھا۔ اگر کہیں وہ ہمارے زمانے میں ہوتیں تو جن معانی کی انھیں تلاش تھی اور انہیں زیادہ لطیف پیرائے میں پاتی کیونکہ ہم جانتے اور سنتے ہیں کہ مخترعاتِ جدیدہ نے دنیا کا

رنگ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔ ایٹمی طاقت جو زمانہ حال کے علماء نے دریافت کی ہے اور وہ عقدہ جو افریقی علماء نہ کھول سکتے تھے، کھول دیا ہے، ممکن ہے کہ اس کا حیرت انگیز علم کچھ حضرت رابعہ بصری کو حاصل ہو مگر یہ اس قسم کا علم نہ ہو جو ریاضت اور برقی طاقت کے متعلق آج کل کے لوگوں کو ہے بلکہ صرف یہ کہ معرفت الٰہی وروحانی ریاضات میں حضرت رابعہ بصریؒ کے نفس کا ذرہ پھٹ کر ایک جوہر مصفائی کی صورت میں تبدیل ہو گیا ہو۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی محبت اس محبت کے مشابہ نہ تھی جس سے اہل فریق آشنا تھے یا جن کا افلاطون ذکر کرتا ہے۔ نہ وہ محبت جو راہبوں اور جاہلی دور کے عابدوں میں معروف تھی بلکہ حضرت رابعہ بصری کی محبت تو آپ ہی اپنا نمونہ اور آپ ہی اپنی نظیر تھی جو حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنی روحانی زندگی میں اختراع کی تھی۔ یہ محبت اسلامی مذاہب میں داخل ہو گئی تا کہ محبت کا ایک ایسا پاکیزہ نقشہ پیش کیا جا سکے جو اجسام میں نہیں اترتی۔ مجھے اکثر اورفہ کے خزانی قصے کا خیال آتا ہے جس نے جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو کر ستار پر گانا شروع کیا تھا۔ تو مبتلائے عذاب جہنم کی سوزش بھول گئے تھے۔ میں تہ بہ تہ نیرنگیوں کے باوجود حضرت رابعہ بصریؒ کی خیالی تصویر دیکھ رہا ہوں مگر لچلیلی لاٹھی، پرانی چیکیلی چادر اور ٹوٹے جوتوں کے ساتھ نہیں بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری کی شبیہ جنت کی طرف نور کا لبادہ اوڑھے، یہ نغمات گاتی جارہی ہیں۔"

۔ اصبك صبين حب الھوی، و حبالانك اھل لذا کا

میں تجھ سے دو طرح کی محبت کرتی ہوں ایک محبت بر بنائے محبت اور دوسری ایسی محبت جس کا تو مستحق ہے۔

۔ فاما الذی ھو حب الھویٰ فسفلی بذ کرك عتن سوا کا

رہی محبت بر بنائے محبت، تو وہ یہ ہے کہ تجھے یاد کرتی ہوں اور تیرے ہوا کو بھول جاؤں۔

۔ واما الذی انت اھل له فکشفك لی الحجب حتیٰ ارا کا

اور وہ محبت جس کا تو مستحق ہے تو یہ بھی کامل ہو سکتی ہے کہ تو پردے
اٹھادے اور میں جو تجھے دیکھ لوں۔

۔ فلا الحمد فی ذاو لا ذاك لی ولكن لك الحمد فی ذارذا
ان دونوں محبتوں کے لیے میں مستحق تعریف نہیں قابل حمد تو ہی ہے کہ
تو نے مجھے دونوں محبتوں سے سرفراز فرمادیا۔

ان ابیات کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم الدین'' میں نقل کیا ہے اور بعض صوفیہ نے ان مشہور ابیات کی توضیح کرتے ہوئے ایسی شرح پیش کی ہے جو اس روحانی وجدان کے مطابق ہے۔ جس کی حضرت رابعہ بصریؒ متحمل تھیں اور صوفیانہ مذہب کے مطابق ہے اس مرکب محبت کی تشریح میں۔ جس کا ذکر حضرت رابعہ بصریؒ کرتیں ہیں، صوفیہ کے اقوال قریب قریب ہیں اول نظر میں تو صوفیہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ حضرت رابعہ بصریؒ اپنے پروردگار سے عشق کرتی ہیں۔ وہ اس عشق کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوئے تو بالا تفاق کہنے لگے کہ یہ عشق بشری عشق کے مشابہ تو نہیں ہوسکتا اس لیے انھوں نے محبت بر بنائے محبت کی تفسیر اس طرح کی کہ یہ وہ محبت ہے جو ایک صوفی کو بے حد عبادت وریاضت کرنے سے ہوجاتی ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کا مشتاق ہوجاتا ہے۔

محبت کی دو اقسام:

اس بارے میں حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہا اپنی کتاب قوت القلوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

حب الہویٰ اور حب استحقاق ذرا قابل تفصیل ہیں۔ تاکہ ناواقف پر بخوبی واضح ہوجائے اور ارباب عقل نو، جو اس قسم کا ذوق وشوق نہیں رکھتے اس کے وجود سے انکار ہی کرتے ہیں لیکن ہم اس کی حقیقت مجملاً بیان کیے دیتے ہیں۔ پہلی محبت کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھے دیکھا، مجھے تجھ سے عشق ہوگیا یہ عشق مشاہدہ ویقین کی بناء پر تھا، کسی خبر تصدیق یا نعمتوں کے احساس کی بنا پر نہ تھا کہ میری محبت نعمتوں کے بدل جانے سے بدل جائے

میری محبت تو بطریق مشاہدہ ہے اس لیے میں تجھ سے قریب ہوئی، تیری طرف دوڑی اور دوسروں کو چھوڑ کر تیری ذات میں منہمک ہوگئی، رہی محبت کی دوسری قسم، اس بارے میں حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''یہ ذات پر جلال سے محبت اجلال ہے یہ کسی نعمت یا منفعت حی کی بنا پر نہیں ہوتی اور نہ کسی جزاء کی طلب گار ہوتی ہے۔

محبت کی ان دونوں قسموں کی تشریح کرنے والوں کا اس امر پر تقریباً اتفاق ہے کہ جب ہویٰ، اللہ کی محبت احسان انعام وافضال کی بناء پر ہے اور جب استحقاق صرف اس لیے ہے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو توفیق دی کہ وہ اس کی ذات کا نظارہ کر سکے جیسا کہ اوّلاً اس نے جلوہ دکھایا تھا اس لیے قابل حمد وہی ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اگرچہ ان دونوں محبتوں تک پہنچ گئیں لیکن وہ کسی طرح نہ اس محبت کے بارے میں قابل ستائش ہے نہ اس محبت کے بارے میں قابل حمد وہی ہے کہ اس نے اسے یہاں تک پہنچادیا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس پر حاشیہ لکھتے ہیں اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریہؒ نے جب ہویٰ سے مراد وہ محبت لی ہے جو اس کے انعامات واحسانات کی وجہ سے ہے اور حب استحقاق سے مراد حب جمال وجلال ہے۔ جس کا انکشاف بعد میں ہوا اور جو دونوں قسموں میں اعلیٰ ہے۔

محبت کا اعلیٰ ترین مرتبہ:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل علم کی نظر میں دونوں قسموں میں سے اعلیٰ اور گراں قدر محبت دائمی شوق اور اعتراف فضل کی تلقین کرتی اور دنیا سے غافل بناتی ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے آپ کو اس کے قابل نہ پایا بلکہ ان کا خیال ہے کہ خواہ وہ اس راہ میں کتنی ہی کوشش کرے روز جزاء میں کسی جزاء کی مستحق نہیں بلکہ وہ ڈرتی ہیں کہ کہیں اس سلسلے میں ان سے تفریط وکوتاہی نہ ہوجائے۔

اس لیے وہ دن رات عبادت وصلوٰت میں اس ایسے دل سے مشغول رہتیں جس میں معرفت ونور کے چشمے ابلتے تھے کیونکہ وہ یکتا ذات ہی اس بارے میں اس کی رہبر وہادی ہے اور اس کے فیض سے ان کی زبان پر ایسی محبت کا ذکر جاری ہوا جو ہر قید سے آزاد ہے

جس کے لیے وہ ہمیشہ ہل من مزید پکارتی رہتی ہیں اور ہمیشہ اس کی قیود سے پاک ذات کی مشتاق دیدار رہتی ہے۔ وہ معانی جن کا ذکر حضرت رابعہ بصریؒ نے ان اشعار میں کیا ہے، گو حضرت رابعہ بصریؒ کے بعد آنے والے مفسرین نے اس کی تشریح توضیح قریب قریب کی ہے۔ لیکن وہ اس مرکب محبت کے بارے میں جو محبت کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور روح سے گھل مل جاتی ہے ایک ظریف شاعر ابونواس کے شعر کا ذکر نہ کر سکے جس نے اس شعور کی عجیب وغریب طرز پر توضیح کی ہے۔ یہ شراب کے بارے میں ہے، ممکن ہے ابونواس ان صوفیانہ معانی سے آشنا ہو کہتے ہیں۔"

۔ لی نفوتان و لیسند مان واحدۃ　　ثنیٰ خصصت بہ من و دلیھم و حدیٰ

مجھے دو قسم کا شکر حاصل ہے اور میرے ندیوں کو صرف ایک ہی کا ایک
شکر دہ ہے جو صرف مجھی سے مخصوص ہے۔

محبت وغیرہ کے ساتھ احساس کا گھل مل جانا ایک عجیب مسئلہ ہے جس سے جدید علماء اور علمائے نفس ہی نے بحث کی ہے کیونکہ روحانی طاقت جب اُچھلتی ہے تو بارود کی طرح پھٹ پڑتی ہے۔ یہ عجائب روزگار ہستیوں کے کارنامے جو صفحات تاریخ پر درخشاں نظر آتے ہیں اصل میں اسی ثبات روح وفکر کا نتیجہ ہوتے ہیں جو پاور کے پھٹ پڑنے کے مشابہ ہوتا ہے۔ وہ خدا پرست جو دین، عبادت صوفیت میں مخلص ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے بعض حالات میں اس شعوری طاقت کا کم وبیش احساس کیا ہے۔

رب کی رضا میں راضی

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے ملاقات کرنے کی غرض سے آپ کے ہاں پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک بوسیدہ سی چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر آرام فرماتی ہیں۔ مٹی کا ایک ٹوٹا ہوا لوٹا ہے جس سے آپ پانی بھی پیتی ہیں اور وضو بھی فرماتی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے آپ سے کہا کہ بہت سے امیر آدمی میرے جاننے والے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے لیے ان سے

کچھ طلب کروں۔ میری بات سن کر آپ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تمہیں اور مجھے اور دولت مندوں کو روزی دینے والی ایک ہی ذات نہیں ہے؟ میں نے کہا سب کی روزی رساں تو ایک ہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا، تو پھر کیا اس ذات باری تعالیٰ نے درویشوں کو ان کی غربت کے باعث فراموش کر دیا ہے اور دولت مندوں کو رزق دینا اسے یاد رہ گیا ہے؟ میں نے کہا، نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔ ارشاد فرمایا جب وہ ذات باری تعالیٰ ہر ایک کی ضرورت سے آگاہ ہے اور جانتی تو پھر ہمیں یاد دلانے کی کیا ضرورت ہے اور ہمیں تو اس کی رضا میں راضی رہنا چاہیے۔

صرف اور صرف رضائے الٰہی

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اپنے وقت کی صاحب فضل وکمال خاتون تھیں۔ اس دور کے بہت سے مشائخ عظام اور اولیاء کرام نے بھی آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالواحد عامری بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بیمار ہو گئیں۔ میں حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آپ کی عیادت کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں بیٹھ کر کچھ ایسا رعب ہم پر طاری ہوا کہ کچھ بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی حتیٰ کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے خود ہی سکوت توڑتے ہوئے فرمایا کہ کوئی بات کیجئے۔ اس پر ہم دونوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مرض رفع فرمائے۔ ہماری بات سن کر آپ نے فرمایا مرض تو اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے اور جو چیز اس نے عطا کی ہو، میں اس کا گلہ کیسے کر سکتی ہوں اس لیے کہ یہ کسی بھی دوست کے لیے مناسب نہیں ہے کہ دوست کی رضا کی مخالفت کرے۔ پھر حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ کو کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہے؟ ارشاد فرمایا تم صاحب معرفت ہو کر ایسی بات کرتے ہو۔ بصرہ میں کھجوروں کی فراوانی ہونے کے باوجود بارہ برسوں سے کچھ کھانے کی خواہش ہے مگر میں نے صرف اس لیے نہیں کھائی کہ انسان کو اپنی منشاء کے مطابق کوئی کام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کوئی کام کرنا کفر کے مترادف ہے۔ اس

کے بعد حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ ارشاد فرمایا اگر تمہارے اندر دنیا کی محبت نہ ہوتی تو مجسم خیر ہوتے۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ ارشاد فرمایا جو سچ تھا میں نے کہہ دیا اس لیے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کم عقلی کی باتیں نہ کرتے کیوں کہ جب تم یہ بات جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے اور اس فانی دنیا کی ہر چیز فانی ہے تو پھر اس کے باوجود تم نے یہ پوچھا کہ تمہارا دل کس چیز کی خواہش کرتا ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی بات سن کر حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ بڑے متاثر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ یا اللہ! میں تیری رضا کا طلب گار ہوں۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا، تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی جستجو کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی جب کہ تم خود اس کی رضا کے طلبگار نہیں ہو۔

گوشہ نشینی

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ ذرا باہر نکل کر دیکھیں کہ کیسا بہار کا موسم چھایا ہوا ہے۔ آپ نے یہ بات سن کر اسی وقت فرمایا میرا کام تو صانع کو دیکھنا ہے، اس کی صنعت کو نہیں اور میں اس کے دیکھنے میں محو ہوں اس لیے کسی اور طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ہے۔

مال دنیا سے بے رغبتی

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آج آپ مجھے وہ باتیں بتائیں جو آپ نے کسی کتاب یا علم کے وسیلے سے حاصل نہ کی ہوں بلکہ براہ راست آپ تک پہنچی ہوں۔ ان کی بات سن کر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا تھوڑی دیر تک خاموش رہیں پھر فرمایا میں نے ایک مرتبہ اپنی ضرورت کی اشیا خریدنے کی غرض سے اپنے ہاتھ سے بنی ہوئی چند رسیاں فروخت کیں۔

خریدار نے مجھے اس کے عوض دو درہم دیئے تو میں نے ایک درہم اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور دوسرا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں ایک ہی ہاتھ میں دونوں درہم لینے سے میں گمراہ نہ ہو جاؤں۔ (آپ کا مطلب یہ ہوا کہ کہیں مال کی کثرت کے باعث گمراہ نہ ہو جاؤں۔)

اللہ تعالیٰ کا شکر

ایک شخص آپ کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوا کہ اس نے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ آپ نے اس سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ میرے سر میں درد ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے پوچھا، تمہاری عمر کتنی ہے؟ جواب دیا کہ میری عمر تیس برس ہے۔ ارشاد فرمایا اس تیس برس کے عرصے میں تم پہلے بھی کبھی بیمار ہوئے ہو؟ اس نے کہا کبھی نہیں بیمار ہوا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، افسوس کہ تم تیس سال تک کبھی بیمار نہیں ہوئے اور اس دوران تم نے ایک دن بھی اس کی عطا کی ہوئی تندرستی کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنے سر پر پٹی نہیں باندھی لیکن صرف ایک دن کی بیماری میں تم نے اپنے پروردگار کے سامنے شکایت کی پٹی باندھ لی۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کس وقت بندے سے خوش ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ بندہ جب محنت پر اس طرح اس کا شکر ادا کرتا ہے کہ جیسا وہ نعمت پر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے شرم

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ جو لوگ آپ سے اخلاص و عقیدت رکھتے ہیں، آپ کم از کم ان سے تو مدد مانگ لیا کریں۔ فرمایا، میں تو اس سے بھی دنیا کی چیزیں مانگتے ہوئے شرماتی ہوں جو ہر شے کا مالک و خالق ہے پھر ان سے کیسے مانگوں جو کسی چیز کے مالک (حقیقی) ہی نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی

ایک مرتبہ چند بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو؟ ایک بزرگ نے جواب میں کہا کہ ہم دوزخ کے ان طبقات سے خوفزدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جن پر سے قیامت کے دن گزرنا پڑے گا۔ اور ہم اس لیے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں تا کہ دوزخ سے محفوظ رہ سکیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ ہم اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں تا کہ ہمیں جنت عطا ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا، جو کوئی بندہ دوزخ کے خوف اور جنت کی امید و خواہش کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتا ہے وہ نہایت ہی برا ہے۔ اس پر لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے امید اور خوف نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے پڑوسی ہے اور بعد میں اپنا گھر اسی لیے ہماری نگاہوں میں جنت اور دوزخ کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت فرض عین ہے اور اگر وہ جنت اور دوزخ کو پیدا نہ فرماتا تو کیا بندے اس کی بندگی نہ کرتے۔ یہ سن کر تمام لوگ خاموش ہو گئے۔

سیاہ و سفید کا جھگڑا

ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو چند درہم دیئے تا کہ وہ آپ کے لیے ایک کمبل خرید لائے۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا کہ سیاہ کمبل لاؤں یا سفید؟ یہ سنتے ہیں آپ نے فرمایا کہ درہم واپس مجھے دے دو۔ اس نے درہم واپس کر دیئے۔ آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ ان کو لے جا کر دریا میں پھینک دو۔ ابھی کمبل خریدا بھی نہیں کہ پہلے ہی سیاہ و سفید کا جھگڑا شروع ہو گیا اور خرید کر لینے کے بعد نہ جانے کیا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔

تاجروں نے راہ فقر اختیار کر لی

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت رابعہ بصری سے ملنے کا ارادہ کیا تا کہ دیکھوں وہ اپنے دعوے میں کہاں تک سچی ہیں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ میری نگاہوں کے سامنے چاند جیسے روشن چہروں والے بہت سے درویش آ گئے۔ ان کے جسموں سے مشک کی بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔ ہم میں باہم سلام کلام ہوا۔ انھوں نے اپنا واقعہ بتایا کہ۔

ہم لوگ دولت مند تاجروں کی اولاد ہیں ہم نے اپنے شہر میں خوشحالی کے دن گزارے ہوئے تھے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں پتہ چلا کہ ایک حسین جمیل خاتون بالا خانہ پر بیٹھتی ہیں چنانچہ جب ہم وہاں پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کو رنڈی نے اپنے چنگل سے آزاد کر دیا ہے اور اب آپ رحمۃ اللہ علیہا ہمہ وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتی ہیں۔ ہم میں سے ایک نے رائے دی کہ اب آئے ہیں تو ان کو دیکھ تو لینا چاہیے لیکن اس کے لیے ہم لوگوں کو فقیرانہ وضع بنانی ہوگی۔ چنانچہ ہم لوگوں نے فقیرانہ لباس میں ان کے دروازے پر جا کر دستک دی وہ فوراً نکلیں اور ہمارے پیروں میں گر کر لوٹنے لگیں۔ اور کہا آپ لوگوں نے اپنی زیارت سے مجھے مشرف کیا ہم لوگوں نے کہا بھلا یہ کیسے؟ فرمایا! ہمارے یہاں ایک عورت رہتی ہے جو چالیس سال سے اندھی ہے جب آپ لوگوں نے دستک دی تو اس نے دعا کی اے میرے مالک و مولیٰ دروازے پر دستک دینے والے فقرا کی حرمت کے طفیل میری آنکھیں مجھے لوٹا دے۔ اسی وقت اس کی آنکھوں میں روشنی آ گئی یہ سن کر ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ہم نے آپس میں کہا، خدا کا لطف و کرم تو دیکھو کہ ہمارے باطنی حال فاش کر کے رسوا نہ کیا بلکہ عزت بخشی ہمارے جس ساتھی نے فقیرانہ لباس کی رائے دی تھی۔ سب سے پہلے اس نے کہا میں تو اب یہ لباس فقرا کا اتار نہیں سکتا اور رابعہ کے ہاتھ پر خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم تمام لوگوں نے اپنی پچھلی زندگیوں سے تائب ہو کر رب تعالیٰ سے معافی مانگی اور حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے وسیلہ سے راہ فقر اختیار کی۔

کرامات

اللہ رب العزت کے اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کرامات برحق ہونے کا ثبوت قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں ملتا ہے یہ حقیقت ہے کہ جس طرح کا معجزہ نبی کے ذات اقدس سے ظہور میں آتا ہے ویسی ہی کرامت اللہ کے ولی سے بھی ظہور میں آسکتی ہے اور یہ کرامت اصل میں نبی ہی کا معجزہ ہوتا ہے اس لیے کہ کرامت کہتے ہیں ایسے خرق عادت کام کو ہیں جو ایسے بندے سے ظاہر ہو جس کا ظاہر صلاح پر مبنی ہو وہ کسی نبی کی شریعت مطہرہ پر کامل طور پر پابند ہو اس کا عقیدہ درست اور اس کے اعمال صالح ہوں۔

اصل کرامت تو وہ ہوتی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے حصول اور تقویٰ واستقامت کی توفیق دے اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔ قرآن مجید میں کرامات اولیاء اللہ کے برحق ہونے کے ثبوت میں بہت سی آیات مبارکہ ملتی ہیں ان میں سے چند کا بیان موضوع کی مناسبت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: ''جب بھی زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس ان کی نماز پڑھنے کی جگہ پر جاتے تو ان کے پاس نیا رزق پاتے، فرمایا! ''اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، کہا اُس اللہ کے پاس سے بیشک اللہ جسے چاہے اُسے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔'' (سورۃ البقرہ)

مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام علیہا کے پاس گرمیوں میں سردیوں کے اور سردیوں میں گرمیوں کے میوے دیکھے جاتے اور حضرت مریم علیہ السلام علیہا نبی نہیں تھیں لہٰذا اس آیت مبارکہ سے کرامت ولی اللہ ثابت ہوتی ہے۔

اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ اجمعین سے کرامات کے اظہار کے ضمن میں دوسری دلیل جو قرآن حکیم سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر سورۃ النمل میں ہوتا ہے اور یہ کرامت جناب آصف بن برخیاہ کی ہے جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موجودگی میں ظہور پذیر ہوئی۔ قرآن پاک میں اس واقعہ کا تذکرہ اس طرح سے آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دربار کو

مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو اس بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس آئیں حاضر کر دے۔ ایک جن نے عرض کیا کہ میں اس تخت کو آپ کے دربار سے اُٹھنے سے پہلے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں اس پر جناب آصف بن برخیاہ نے کہا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو حاضر کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اگلے ہی لمحے وہ تخت حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس دیکھا تو فرمایا ''یہ میرے رب کا فضل ہے۔'' اور جناب آصف بن برخیاہ کے اس دعویٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے محال نہ سمجھا اور نہ ہی انکار فرمایا بلکہ آپ آصف بن برخیاہ کی کرامت دیکھ کر خوش ہوئے۔

چونکہ آصف بن برخیاہ پیغمبر نہیں تھے اس لیے یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ کرامت ولی اللہ تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی موجودگی میں اللہ کے ولی جناب آصف بن برخیاہ سے صدور پذیر ہوئی۔

احادیث مبارکہ سے بھی کرامات اولیاء اللہ کا ثبوت ملتا ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمیں پہلے لوگوں کے عجائبات میں سے کچھ بیان فرمائیں۔ چنانچہ سیدنا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے دور میں تین آدمی مل کر کہیں جا رہے تھے ایک غار کے نزدیک پہنچ کر شام ہوگئی وہ غار میں چلے گئے تا کہ وہاں پر رات گزاریں جب وہ غار کے اندر چلے گئے تو اچانک ایک پہاڑی چٹان اس غار کے منہ پر آ گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا وہ تینوں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب یہاں سے ہمیں کوئی چیز ایسی نہیں جو نجات دلا سکے سوائے اس کے کہ اپنی عمر کے کسی نیک کام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں واسطہ بنا کر پیش کر کے اسے نجات کا ذریعہ بنایا جائے اور دعا کی جائے۔

ان میں سے ایک کہنے لگا میرے ماں باپ بہت ضعیف تھے میں دنیاوی مال سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا سوائے ایک بکری کے اور میں ہمیشہ اس بکری کا دودھ ان کو

پلا دیتا تھا اور میں نے کبھی بھی ان سے پہلے شام کو دودھ نہیں پیا تھا۔ میں ہر روز جنگل سے لکڑیاں لاتا اور ان کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنے والدین کی خدمت کرتا۔ ایک دن مجھے دیر ہوگئی جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ ماں باپ دونوں سو چکے ہیں میں نے بکری کا دودھ دوہا اس میں روٹی بھگوئی میں نے اپنے والدین کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور ان سے پہلے خود بھی شام کا دودھ پینا مناسب نہ جانا۔ میں پیالہ ہاتھ میں لیے ان کے سرہانے کھڑا رہا ان کے جاگنے کا انتظار کرتے کرتے صبح ہوگئی جب وہ جاگے تو انہوں نے کھانا کھایا اس کے بعد میں بیٹھا۔ اے اللہ! اگر میں اس خدمت میں سچا ہوں اور اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہمیں اس چٹان والی مصیبت سے نجات عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور وہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی لیکن وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

اس کے بعد دوسرے شخص نے کہا، میرے چچا کی ایک بیٹی تھی جو بہت خوبصورت تھی میں اس پر فریفتہ تھا میں اسے اپنی طرف بلاتا لیکن وہ رجوع نہ ہوتی تھی ایک مرتبہ قحط کی وجہ سے وہ میرے پاس مدد کے لیے آئی میں نے اسے اس شرط پر بہت سا مال دیا کہ وہ مجھے اپنی تنہائی سے سرفراز کرے گی چنانچہ جب وہ آئی اور مجھے اس پر قدرت حاصل ہوگئی میں اس کے نزدیک گیا تو اس نے مجھ سے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور میری امانت کو نہ کھول۔ چنانچہ اس بات پر میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوا اور میں اس سے الگ ہوگیا اسے چھوڑ دیا اور مال بھی اس کے پاس ہی رہنے دیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو اس غار کے منہ کو اور کشادہ فرمادے اور اس مصیبت کو دور کردے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی وہ چٹان کچھ مزید سرکی لیکن ابھی نکلنے کے لیے راستہ تنگ تھا۔

اس کے بعد تیسرا شخص یوں کہنے لگا، اے اللہ! میرے پاس مزدور کام کرتے تھے۔ میں نے انہیں مزدوری دے دی تھی صرف ایک مزدور ان میں سے اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا اور اس کی مزدوری میرے پاس رہ گئی۔ میں نے اس کی مزدوری اجرت سے زراعت

کا کام کیا اور اس کو پھلدار بنادیا اور بہت سا مال کمایا۔ ایک مدت کے بعد وہ مزدور بھی آ گیا اور مجھ سے کہنے لگا اے اللہ کے بندے! میں نے آپ کی مزدوری کی تھی شاید آپ کو بھی یاد ہو اب مجھے اس کی ضرورت ہے مجھے میری مزدوری دے دو۔ میں نے اسے کہا، یہ سب بھیڑ بکریاں اونٹ اور بیل تیرے ہیں ان کو لے لو۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور میرے ساتھ مذاق نہ کر، میں نے اسے کہا کہ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا حقیقت میں یہ سب مال تیرا ہی ہے میں سچ کہہ رہا ہوں۔ چنانچہ وہ سب مال میں نے اُسے دے دیا۔ اس نے وہ سارا مال لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر میرا یہ بیان درست ہے اور میں سچ کہہ رہا ہوں اور یہ سب کچھ میں نے تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہماری مصیبت کو دور فرما۔ چنانچہ وہ چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اور تینوں آدمی باہر نکل کر اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔

یہ واقعہ بھی خرق عادت اور کرامت تھا اس لیے کہ وہ تینوں اشخاص نبی نہ تھے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ کے کئی بندے پراگندہ چہرے، غبار سے اٹے ہوئے اور پھٹے کپڑوں والے ہوتے ہیں ان کی کوئی انسان پرواہ تک نہیں کرتا۔ لیکن اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرمادیتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کرامات برحق ہونے کا ثبوت ملتا ہے اس لیے کہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کے ان نیک بندوں کی قسم کو کسی خاص چیز سے وابستہ نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ وہ اللہ کے ولی ہوں اس کے مقبول بندے ہوں اور پھر وہ جو بھی اپنے منہ سے نکالیں اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمادیتا ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا صاحب کشف و کرامت خاتون تھیں آپ رحمتہ اللہ علیہا سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا جن میں سے چند یہ ہیں۔

نگاہ کاملہ کا اثر:

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو نوجوانی کے عالم میں ایک شخص نے کسی رنڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ آپ بہت خوب صورت تھیں۔ اس لیے رنڈی نے آپ کو عمدہ لباس اور زیور پہنا کر بالا خانہ پر بٹھا دیا۔ آپ کا حسن و جمال دیکھ کر اوباش لوگ متوجہ ہونا شروع ہوئے اور رات کے وقت جو بھی شخص رنڈی کی اجازت سے بالا خانہ پر جاتا تو آپ اس سے کہتیں کہ پہلے وضو کرو اور پھر دو رکعت نفل نماز پڑھ لو۔ چنانچہ وہ شخص وضو کر کے نفل نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جاتا تو آپ اس پر اپنی باطنی توجہ مبذول فرماتیں تو وہ خوف الٰہی سے کانپ اٹھتا اور آپ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کر کے چلا جاتا۔ تقریباً ایک برس تک اسی طرح ہوتا تھا۔ اس طرح سینکڑوں کی تعداد میں اوباش قسم کے لوگ تائب ہو کر نیکی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ ایک دن رنڈی نے خیال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ ایک مرتبہ جو شخص ادھر آتا ہے۔ وہ دوبارہ لوٹ کر ادھر کا رخ نہیں کرتا حالانکہ اس کی خوب صورتی میں کوئی کمی نہیں ہے۔ ایک رات اس نے چھپ کر دیکھا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ جب اس پر انکشاف ہوا تو وہ اللہ کے خوف سے کانپ اٹھی۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کے قدموں میں گر پڑی اور کہا ''خطا معاف کر دو'' آپ کی شان و مرتبہ کا مجھے علم نہ تھا۔ میں آپ کے مقام و مرتبہ کو نہیں جانتی تھی۔ میں آپ کو ابھی اور اسی وقت آزاد کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اری بے وقوف! تو نے مجھے آزاد کیا کیا، اس جاری شدہ فیض کو یہاں سے بند کر دیا۔

چور چوری نہ کر سکا:

ایک دن حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا اپنے حجرے میں عبادت الٰہی میں مشغول تھیں۔ بے خوابی اور تھکاوٹ کے باعث نیند نے بہت غلبہ کیا۔ آپ کو نیند آ گئی اور سو گئیں۔ رات کا وقت تھا کہ ایک چور حجرے میں داخل ہوا۔ اس نے آپ کی چادر اٹھائی اور باہر کی طرف بھاگنا چاہا لیکن اسے باہر جانے کا راستہ ہی نہ دکھائی دیا۔ آخر مجبور ہو کر اس نے چادر وہیں پر رکھی تو اسے سامنے دروازہ نظر آ گیا۔ دروازہ دیکھ کر اس کے دل میں لالچ نے

ابھارا اور چادر کھینچ کر باہر کی طرف جانے لگا تو اسے پھر راستہ نہ ملا۔ اس نے کئی مرتبہ اس طرح کیا لیکن جب بھی چادر اٹھا کر جانے کی کوشش کرتا، اسے کوئی راستہ نہ دکھائی دیتا۔ حیرانی کے عالم میں کھڑا تھا کہ حجرے کے ایک گوشے سے آواز آئی کہ حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس نے تو اپنے آپ کو ہمارے سپرد کیا ہوا ہے اس کی چادر کی ہم خود حفاظت فرمائیں گے۔ تم تو چور ہو یہاں پر تو ابلیس جیسی طاقت کو ہمت نہیں ہوتی کہ نقصان پہنچا سکے۔

حج کا سفر

ایک مرتبہ آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے ایک خچر پر سامان سفر لادا اور چل پڑیں۔ ایک صحرا کے درمیان میں سے گزر رہی تھیں کہ اچانک خچر مر گیا۔ قافلہ والوں نے کہا کہ آپ کا سامان ہم اٹھا لیتے ہیں آپ ہمارا ساتھ دیں۔ ارشاد فرمایا، تم اپنی راہ لو میں تمہارے بھروسے پر سفر نہیں کر رہی مجھے تو اپنے پروردگار پر بھروسہ اور توکل ہے۔ قافلے والے روانہ ہو گئے اور آپ تنہا رہ گئیں۔ سجدہ میں سر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی۔ اے اللہ! ایک غریب اور مسکین مسافرہ عورت کے ساتھ کیا بادشاہ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں؟ پہلے تو مجھے اپنے گھر کی زیارت کے لیے سفر اختیار کرنے کی ہمت و دعوت دی اور پھر راستے میں لا کر میرے خچر کو چھین لیا اور مجھے تنہا اس صحرا میں چھوڑ دیا۔ ابھی آپ کی دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ خچر اٹھ کر کھڑا ہوا۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے اپنا سامان اس پر دوبارہ لادا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانگی اختیار کی اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ راوی کا کہنا ہے میں حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو دیکھا کہ آپ اسی خچر کو فروخت کر رہی تھیں۔

وصال مبارک

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں قربت و مقبولیت کا درجہ حاصل کرنے والی عظیم شخصیت

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا جب اس فانی دنیا سے عالم باقی کی طرف رحلت کرنے کا وقت قریب آیا تو اُس وقت تک آپ رحمتہ اللہ علیہا عبادت الٰہی میں مشغول تھیں اس ضمن میں امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ رابعہ عدویہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کے متعلق ان کی ایک خادمہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت رابعہ تمام رات طلوع فجر تک نماز پڑھتی رہتی تھی۔ پھر کچھ وقفہ کے لیے مصلے پر لیٹ جاتیں اچانک گھبرا کر بیدار ہوتیں۔ اور کہتیں اے نفس! کب تک سوتا رہے گا اور عبادت کے لیے نہیں اٹھے گا۔ وہ وقت قریب ہے، جب ایسی نیند سونا ہے کہ پھر صور قیامت ہی سے بیداری ہوگی۔ ان کی یہی حالت اخیر دم تک رہی وفات کا وقت قریب آیا، تو مجھے بلا کر اون کا ایک جبہ دکھایا۔ اور کہا انتقال کے بعد مجھے اس کا کفن دینا، اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ دینا۔ وہ جبہ وہی تھا جسے وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں چنانچہ انہیں میں سے اسی جبہ اور ایک اونی چادر کا کفن دیا۔ اسی شب وہ مجھے خواب میں نظر آئیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ سبز استبرق کا جبہ اور سنہرا ریشمی اوڑھنی زیب تن کیسے ہوئے ہیں میں نے پوچھا۔ وہ جبہ اور اوڑھنی کیا ہوئی۔ فرمایا میرا وہ جبہ اور اوڑھنی سربمہر اعلیٰ علیین میں رکھ دیا گیا ہے تاکہ روز حشر مجھے اس کا ثواب عطا ہو۔ اور رب کائنات نے اس کے بدلے مجھے یہ لباس عنایت فرمایا ہے۔ خادمہ نے پوچھا کیا آپ دنیا میں اسی لیے نیک اعمال کرتیں تھیں؟ فرمایا رب تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کے بالمقابل اس کی کوئی حیثیت نہیں خادمہ نے عرض کیا۔ مجھ کوئی ایسی نصیحت کیجیے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب نصیب ہو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ عنقریب تمہیں قبر میں اس پر فرحت و شادمانی حاصل ہوگی۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کے سال وصال کے بارے میں محققین کے مابین مختلف آراء پائی جاتی ہیں اور اس ضمن میں مختلف اقوال ہیں بعض محقق حضرات نے اس معاملے میں غیر جانبداری اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے تاریخ وصال کا ذکر ہی نہیں کیا یا وہ کسی ایک قول پر متفق نہ ہو سکے مگر اس بات پر سب اتفاق کرتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے اس فانی دنیا میں ایک طویل عرصہ گزارا ان کی زندگی کے شب و روز عبادت

الٰہی مجاہدات اور ریاضت وتقویٰ میں بسر ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہا کو اُم الخیر کہا جاتا ہے حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا سال وصال بعض محققین نے ۱۸۰ھ تحریر کیا ہے مناوی نے بھی "طبقات الصوفیہ" میں یہی سال وصال لکھا ہے مگر ابن خلکان، ابن شاکر، ابن عماد حنبلی نے آپ رحمتہ اللہ علیہا کا سال وصال ۱۸۵ھ تحریر کیا ہے جس پر زیادہ تر محققین کا اتفاق ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی سوانح حیات لکھنے والے بیشتر تذکرہ نگاروں نے آپ رحمتہ اللہ علیہا کے اس فانی دنیا میں آخری ایام گزارنے اور ان ایام میں آپ رحمتہ اللہ علیہا پر جو کیفیات طاری تھیں ان کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیماری و سوزش عشق الٰہی کے باعث بڑی تکان محسوس کرتی تھیں ہمہ وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے یہ آنسو کسی تکلیف کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی گریہ کرنے کی عادت کی وجہ سے ایک روز کسی نے پوچھا رابعہ! تم کیوں ہر وقت روتی اور گریہ وزاری کرتی رہتی ہو؟ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا کہ افسوس! مجھ جو مرض لاحق ہے اس کا علاج کسی طبیب کے پاس نہیں ہے۔ اس کی دوا تو صرف اور صرف دیدار الٰہی میں ہی ہے۔ میں جو یہ تکلیف برداشت کر رہی ہوں صرف اور صرف اس امید پر کہ آخرت میں مقصود تو پالوں گی ان کے ایک بھائی نے آپ کو رونے سے روکا تو انھوں نے فرمایا۔

میں ڈرتی ہوں، کہیں آخری گھڑی یہ آواز بلند نہ ہو جائے کہ رابعہ ہی سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ وہ انتہائی گرمی کے دنوں میں گوشہ نشین رہتیں ایک دن ان کی خادمہ اور مخلص سہیلی نے کہا

میری مالکہ! اس گوشہ نشینی کو چھوڑ دو، میرے ساتھ چلے آؤ، قدرت الٰہی کی نشانیاں دیکھیں۔ تو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے کہا۔ بلکہ تو اندر آجا اور قدرت کا نظارہ کر۔

پھر کہنے لگیں۔

''میرا مقصود تو نظارہ قدرت ہے جہاں کہیں بھی ہو۔

وہ ہر چیز میں قدرت کا نظارہ کرتیں۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا گوشہ نشینی کے دنوں میں بھی نظارہ قدرت سے باز نہ رہیں۔ وہ اپنے ماحول میں قدرت کے کرشمے دیکھتیں اور ماورائے وجود میں منہمک ہو جاتیں تھیں۔ جب خلوت میں جاتی تو دیر تک عبادت کرتی رہتیں یہ دعا وہ اکثر خلوت گاہ میں پڑھا کرتی تھیں۔

اے میرے آقا! مقرب، بندے خلوتوں میں تیرا قرب تلاش کرتے ہیں تیری عظمت کے گیت سمندر میں مچھلیاں گاتی ہیں اور تیرے مقدس جلال کی وجہ سے موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔

دن کی روشنی، رات کی تاریکی، گھومنے والے آسمان، بحر زخار، منور چاند چمکیلے تارے سب تیرے سامنے سجدہ کرتے اور ہر چیز ایک انداز کے مطابق ہے کیونکہ تو غنی اور قہار ہے۔

حضرت رابعہ بصری کا جسم بیمار رہنے اور گھلنے لگا تو دل بیدار ہوتا چلا گیا کیونکہ وہ خیال کرتی تھیں کہ راہ خدا میں مختلف مقامات کا امتیاز نظر سے دشوار اور زبان کے ذریعے سے وہاں تک رسائی مشکل ہے اس لیے صوفی کا دل ہمیشہ بیدار رہنا چاہیے تاکہ وہ دل کی آنکھوں سے راستہ دیکھ کر مقامات تک پہنچ سکے۔

وہ ہفتہ بھر میں تھوڑا سا کھاتی تھیں کیونکہ بیماریوں کے باوجود رات دن نماز میں مشغول رہتی تھیں۔ جب عبادت کا بوجھ نہ اٹھتا اور بھوک ستاتی تو پنڈلیاں جواب دے جاتیں اور تمام اعضاء ٹوٹنے لگتے۔ اسی وقت تھوڑا کھانا کھانے کے لئے راضی ہو جاتیں رابعہ گوشت نہیں سبزی کھاتی تھیں۔ اس بارے میں وہ اپنے ہمدم رباح بن عمر قیسی کے مسلک پر چلتی تھیں۔ اور حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا گوشہ عزلت سے بہت کم نکلتی تھیں جب ان کو قوم کا کوئی آدمی مل جاتا اور پہچان لیتا تو ان سے دعا کا طالب ہوتا وہ پریشان ہو کر دیوار یا ستون سے چمٹ کر کھڑی ہو جاتیں اور سائل کو اس طرح جھڑکتی!

میں کون ہوں، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے! خدا کی بندگی کر اور دعا مانگ کیونکہ وہ

پریشان حال کی دعا سنتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری لوگوں کو صاحب کرامات کہنے کے بارے میں روکتی تھیں۔ کیونکہ کرامات سے ڈرتی تھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اسے خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ بنالیں اس لیے مجاہدات کی تلقین کرتیں اور فرماتیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو تو وہ سنے گا۔

جب بیماری سخت ہوگئی تو وہ گھر میں پڑی رہنے لگیں۔ صوفی مرد و زن اور معتقدین ہر روز عیادت کے لیے آتے تاکہ ان کی زندگی سے قلوب مطمئن کریں۔ جب وہ کوئی بات دریافت کرتے تو رو پڑتیں آنسو رخساروں پر بہنے لگتے اور کبھی اس قدر روتیں کہ چہرے پر اشکوں کا تار بندھ جاتا۔

حضرت رابعہ بصری کے چھوٹے سے گھر میں فارسی بانس کی دو گزی لکھن کے سوا کچھ نہ تھا اس پر بھی ان کا کفن پڑا رہتا تھا تاکہ ہمیشہ آخرت کی یاد دلاتا رہے۔ بستر کچی اینٹوں کا تھا جس پر وہ سوتی اور نماز پڑھتی تھیں۔ کبھی زمین پر چٹائی یا پرانا چمڑا بچھا لیتی تھیں۔ زندگی کے آخری دنوں میں کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جب موت کے وقت نزدیک آجانے کا احساس ہوگیا تو خادمہ عبدہ بنت ابی شوال کو وصیت کر دی کہ وفات کا علم کسی کو نہ ہو بالوں کا جبہ، جو اوڑھتی ہوں اس کا کفن دیا جائے اور سر اس کی صوفیانہ کالی چادر سے ڈھانپ دیا جائے۔

ایک مدت تک لوگوں کو راہ حق کی روشن شاہراہ پر گامزن کرنے اور حق و صداقت کی راہ پر چلتے رہنے کی تلقین کرنے والی یہ عظیم شخصیت حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا پر آخر کار وہ وقت بھی آ ہی گیا جو ہر ایک ذی روح پر آتا ہے۔ یہ ۱۸۵ھ کی ایک ساعت تھی کہ آپ بستر علالت پر آرام فرما تھیں۔ بصرہ کے چند نیک دل لوگ آپ کی عیادت کرنے کی غرض سے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آپ نے حاضرین سے فرمایا، آپ حضرات یہاں سے ہٹ جائیں اور ملائکہ کے لئے جگہ چھوڑ دیں۔ آپ کے حکم پر سب لوگ اٹھ کر باہر نکل گئے اور آپ نے دروازہ بند کر لیا۔ کچھ دیر تک اندر سے گفتگو کرنے کی آوازیں

آتی رہیں۔اس کے بعد جب آوازیں آنا بند ہوگئی تو لوگ اندر داخل ہو گئے۔دیکھا کہ اللہ کی عبادت گزار بندی، نیکی و بھلائی کی مجسم صورت، فرشتہ صفت مجاہدہ، عابدہ، زاہدہ، صالحہ فخر نساء فی العالمین حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا اس دنیا سے رحلت فرما چکی تھیں۔آپ نے ۱۸۵ھ میں بصرہ میں وصال فرمایا اور بصرہ ہی میں آپ کو دفن کیا گیا۔

ارشادات عالیہ

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے اپنے قول و عمل سے راہ حق کے متلاشیوں کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کی سعی کی بے شمار لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہا کے روحانی فیض سے مستفیض ہوئے آپ کے ارشادات عالیہ کی روشنی سے ہر دور کے لوگوں نے اپنے باطن کو منور کیا اور اس سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کی۔آپ رحمتہ اللہ علیہا کے چند ارشادات عالیہ یہ ہیں۔

- موم روشنی پیدا کرتا ہے گھر میں اجالا کرتا ہے لیکن خود جل کر فنا ہو جاتا ہے اس طرح انسان کو عشق الٰہی اختیار کر کے خدمت خلق میں فنا ہو جانا چاہیے۔
- اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا سے بہتر اور فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے اس لیے اس کی رضا پر راضی و شاکر رہنا چاہیے۔
- اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہی لطف اندوز ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب عطا کر دیا ہے۔
- جو انسان اللہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں وہ ہمیشہ رزق ظاہری اور اس کے اسباب سے محروم رہتے ہیں۔
- اس ذات سے انسان کو شرم کھانی چاہیے جس کے ہاتھ میں ساری دنیا اور کائنات

ہے۔

- اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والا کبھی مسائل کا شکار نہیں ہوتا۔
- علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے روح کے بغیر جسم۔
- دنیا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اسے دنیا والوں سے مانگ کر پستی میں نہ گرو۔
- جو شخص اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رزق کبھی بھی نہیں چھینتا۔
- اگر تم دنیا سے فارغ ہو تو دنیا کی برائی بھلائی کی تمہیں پرواہ نہیں ہو سکتی۔
- وہ شخص انتہائی بدتر بندہ خدا ہے جو محض طمع اور لالچ کے خوف سے عبادت کرتا ہے۔
- آج تک کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا اور انبیاء، اولیاء، صدیق، شہداء ایسی کی گود میں پرورش پا کر بڑے ہوئے۔
- انسان کو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حضور شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔
- جاہل وہ انسان ہے جو دنیا کو دوست رکھے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جائے۔
- جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔اس کے رزق میں کمی نہیں ہوتی۔
- صدیق، شہید عورت کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں اور اسی میں پرورش پا کر بلند مقام تک پہنچتے ہیں۔
- دل کو قابو میں رکھنا اور اختیار ہونے پر ناجائز خواہشات کو روکنا ہی مردانگی ہے۔
- جو شخص اپنے محبوب کے مشاہدہ کے ہاتھوں لگے زخموں کی تکلیف محسوس کرتا ہے وہ کبھی بھی اپنے دعوئ عشق میں سچا نہیں ہو سکتا۔

- کسی کے بُرا کہنے سے رزق میں کمی نہیں ہوتی۔
- دنیا ایسے دوست کی مانند ہے جو بظاہر دوست ہے مگر اندر سے دشمن ہے۔
- استغفار بھی استغفار کی محتاج ہوتی ہے کیونکہ یہ اخلاص وسچائی سے خالی ہوتی ہے۔
- ثواب اور مغفرت کی امید اس وقت رکھو جب نیک اعمال اور عبادت کثرت کے باوصف کمتر نظر آئیں۔
- جو بڑائی اور خودی مردوں کے دماغوں میں ہوتی ہے وہ عورتوں کے دماغ میں نہیں ہوتی کیونکہ کسی عورت نے کبھی بھی انا ربکم الا علیٰ کا نعرہ نہیں لگایا۔
- جہنم کے خوف اور جنت کی طلب سے بے نیاز ہو کر عبادت کرنے سے انسان جنت کے بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے۔
- جب تک معبود حقیقی کو پہنچان نہ لیا جائے اس کی عبادت کس طرح ہوسکتی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی طلب اور نفس دونوں یکجا نہیں ہوتے۔
- ایمان کامل کی دولت ان کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ومحبوب بندے ہوتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے متعلق کبھی بھی بُرا گمان نہ رکھو ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔
- اے اللہ! اگر تیری عبادت خوف سے کروں تو مجھے دوزخ میں جلا اور اگر صرف تیری خاطر تیری پرستش کرتی ہوں تو مجھے اپنے جمال لازوال سے محروم نہ رکھ۔
- اللہ تعالیٰ کی عبادت خالصتاً مطلوب خدا ہونا چاہیے اس میں جنت کا طمع اور دوزخ کا خوف شامل نہیں ہونا چاہیے۔
- جس دل میں شمع الٰہی روشن ہو اس کے زخم دل کا مرہم وصال الٰہی ہے۔

- کسی انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور دنیا کی محبت یکجا نہیں ہوسکتی۔
- اللہ تعالیٰ جل جلالہ، کے مشاہدہ میں غرق ہونے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مصنوعات کا مشاہدہ کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔
- سوئی سے خواہ کیسا ہی کپڑا کیوں نہ سیا جائے وہ ہمیشہ ہی تیز رہتی ہے بقیہ انسان کو بھی عمل عبادت میں تیز رہنا چاہیے۔
- اچھے کاموں میں مشغول رہنا جن سے لوگوں کی بھلائی ہو بزرگی ہے۔
- جس طرح موم اپنے آپ کو جلا کر روشنی پہنچاتی ہے اس طرح تم بھی اپنے آپ کو جلاؤ۔
- اے نفس! تو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویدار ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا ہے اگر تو محبت میں صادق ہے تو اپنے پروردگار کی اطاعت بھی کر۔ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت ضرور کرتا ہے۔
- مجھے اجر وثواب کی اُمید اس وقت ہوتی ہے جب اپنے اعمال وعبادت کو ہلکا سمجھتی ہوں اور اس وقت میرا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہوتا ہے۔

حضرت سید بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

شرف اہل زمانہ قلندر یگانہ، ناصح اہل صفا سیف سیادت، سکینہ احوال سفینہ مقال سرمستان بادۂ وحدت مشاق جمال احدیت، شیخ طریقت قلندری سرہنگ اہل تسلیم طریق محبت میں مستقیم حضرت شیخ شرف الدین المعروف حضرت سید بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ طریقت وتصوف کے آسمان پر روشن ومنور ایک چمکدار ستارے کی مانند جگمگا رہے ہیں آپ کی حیات وتعلیمات سے ایک مدت تک طالبان حق مستفید ہوتے رہے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے آپ قلندری طریقت کے عظیم سالار ہیں گو کہ آپ کا اسم مبارک شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے مگر آپ حضرت سید بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے مشہور ہیں۔

سلسلہ نسب

تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق دکھائی دیتے ہیں کہ آپ کا شجرہ نسب امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے اس ضمن میں آپ کا شجرہ نسب اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے شیخ شرف الدین بوعلی قلندر بن سالار فخر الدین بن سالار حسن بن سالار عزیز بن ابوبکر غازی بن فارس بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم بن محمد بن وانک بن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (نعمان بن ثابت) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ماہرین انساب کا کہنا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے

[illegible] کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شجرہ میں کوئی بھول ہوگئی ہے یا کوئی خامی رہ گئی ہے تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کے باوجود یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس شجرہ میں کیا چیز رہ گئی ہے اور کیا بھول ہوئی ہے بہر حال اللہ رب العزت بہتر جانتا ہے کہ یہ شجرہ نسب کس حد تک درست تحریر کیا گیا ہے۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت 605ھ میں پانی پت میں ہوئی آپ کی والدہ کا نام بی بی فاطمہ ہے جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ بی بی حافظہ جمال ہے۔ والد ماجد کا نام فخر الدین ہے ہو کر شہر کے ایک معزز ترین شخص تھے جنھوں نے اپنے بیٹے کی ولادت پر بیٹے کا نام شرف الدین رکھا۔

بچپن کے دن

تاریخ کے اوراق میں رقم ہے کہ حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ ابھی شیر خوارگی کی عمر میں تھے کہ پانی پت میں ایک درویش حضرت سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کو تلاش کرتا ہوا آپ کے دروازے پر آیا سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ گھر سے باہر نکلے تو ایک درویش کو کھڑے ہوئے پایا درویش کو دیکھ کر آپ آگے بڑھے اور عقیدت وادب کا اظہار کرتے ہوئے درویش کے ہاتھوں کو چومنے کی سعادت حاصل کرنا چاہی مگر درویش نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لئے اور پھر ایکدم آگے ہو کر سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کے بوسے لینے شروع کر دیے سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ درویش کے اس سلوک کو دیکھ کر بہت بے چین اور حیران ہوئے اور درویش کی عزت افزائی کرتے ہوئے اسے اپنے گھر لے گئے عزت واحترام سے بٹھایا درویش صاحب کرامت بزرگ تھے بیٹھتے ہی بولے، بیٹا مبارک ہو اس کو لے کر میرے پاس آؤ۔ سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ بیٹے کو اس کی والدہ سے لے کر درویش کے

پاس آئے یہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کا چوتھا دن تھا درویش نے بانہوں میں لے کر ماتھے پر چوما اور بچے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بآواز بلند قرآن حکیم کی ایک آیت مبارکہ پڑھی۔ اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ تھا "جدھر منہ کرو ادھر اللہ ہے" درویش نے تھوڑی دیر تک بچے کو اپنی گود میں رکھا اور پھر سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اس کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ اور اس کی ماں سے کہنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اس کی مدارات میں کمی نہ کی جائے۔

سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ درویش کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور درویش کی تواضع کرتے ہوئے کھانے پینے کے لئے کچھ پیش کرنا چاہا مگر درویش نے کچھ بھی کھانے پینے سے انکار کر دیا اور حضرت سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، بھائی! تم سدا خوش رہو تم نے آج میری جو تواضع کی ہے وہ تا قیامت میرے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد وہ درویش وہاں سے چلے گئے اور ان کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلا کہاں گئے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ بی بی جمال رحمۃ اللہ علیہا عابدہ، زاہدہ اور پرہیزگار خاتون تھیں قرآن حکیم کی حافظہ تھیں تلاوت قرآن حکیم سے شغف رکھتی تھیں زیادہ تر وقت قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کا ورد کرتی رہتی تھیں شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ شیر خوارگی کی عمر میں ماں کی گود میں ہوتے اور ماں جب قرآن حکیم کی آیات کو ورد کرتیں تو آپ بڑی توجہ اور انہماک سے قرآن حکیم سماعت فرماتے۔ اپنے بیٹے کا اس عمر میں اتنا انہماک دیکھ کر حضرت بی بی جمال رحمۃ اللہ علیہا زیادہ پرجوش انداز میں تلاوت کرتیں۔ سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ جب یہ منظر دیکھتے اور ماں بیٹے کی اس کیفیت کا مشاہدہ کرتے تو فرماتے "جمال بی بی! تم نے یہ گھر آئینہ خانہ بنا دیا ہے۔ حضرت بی بی حافظہ جمال رحمۃ اللہ علیہا اُس درویش بزرگ کی یہ بات بالکل نہیں بھولی تھیں کہ شرف الدین اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام قرآن پاک کی تلاوت سے اپنے بیٹے شرف الدین کو روحانی غذا پہنچاتی تھیں۔ ماں کی گود میں ہی حضرت شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ قرآن حکیم کی آیات مبارکہ سے روشناس ہو گئے اور اُن کو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام سے شناسائی ہو گئی۔

رفتہ رفتہ دن اسی طرح گزرتے گئے اور پھر وہ دن بھی آ گئے کہ جب حضرت شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ماں کی گود سے نکل کر اپنے قدموں پر چلنا شروع کر دیا اپنی ماں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے دیکھتے تو نماز کے ارکان رکوع و سجود سے بھی آگاہی ہو گئی اور عبادت الٰہی کی رغبت جوش مارنے لگی چھوٹی عمر میں ہی نمازوں کی ادائیگی اور عبادت الٰہی کی طرف طبیعت مائل ہو گئی اپنی ماں کو عبادت الٰہی میں مشغول دیکھتے تو خود بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگتے اور اس قدر عبادت میں منہمک ہوتے کہ عام طور پر ایک چھوٹے بچے کا عبادت میں اتنا انہماک دیکھا نہیں جاتا۔ بی بی حافظہ جمال رحمۃ اللہ علیہا اپنے بیٹے کو عبادت الٰہی میں مستغرق دیکھتیں تو خوش ہوتیں۔ حضرت شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ اس طرح عبادت کرتے کہ آپ کو اپنے اردگرد کا کوئی ہوش نہیں ہوتا تھا اکثر اوقات آپ کی زبان مبارک پر اللہ اللہ اللہ کا ذکر ہوتا۔

کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ جب آپ اللہ اللہ اللہ کا ذکر کرتے تو اس قدر استغراق کی کیفیت آپ پر طاری ہوتی تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے آپ کی روئیں روئیں سے اللہ اللہ کی صدا آ رہی ہو۔ والدہ ماجدہ آپ کی اس کیفیت کو ملاحظہ فرماتیں تو بے تاب ہو کر اپنے بیٹے کو اپنی بانہوں میں لے لیتیں آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے اور جوش و جذبے کے ساتھ بیٹے کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے زور زور سے اللہ اللہ کا ذکر کرنا شروع ہو جاتیں۔ شب و روز اسی طرح تیزی کے ساتھ گزرتے جا رہے تھے حضرت شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ ابھی بچپن کے دور میں ہی تھے اور آپ کی عبادت الٰہی میں محویت کی کیفیت میں کمی واقع نہ ہوئی تھی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ استغراق کی کیفیت اکثر طاری رہا کرتی زیادہ تر وقت عبادت الٰہی کرتے ہوئے گزارتے جیسا کہ عام طور پر چھوٹے بچے کھیلوں میں دلچسپی لیتے ہیں اور اپنے ہم عمروں سے کھیلا کرتے ہیں آپ نے اس طرف کوئی دھیان ہی نہ دیا صرف اور صرف اللہ رب العزت کی عبادت کا مشغلہ ہی اختیار کیے رکھا۔

تحصیلِ علم

حضرت شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ اپنے بیٹے کی تربیت سے غافل نہ تھیں اُن کو درویش بزرگ کی کہی ہوئی بات یاد تھی ایک دن اپنے بیٹے سے فرمایا بیٹا! یہ ساری دنیا اللہ تعالیٰ کا مہمان خانہ ہے اب وقت آ گیا ہے کہ تم گھر سے نکل کر دنیا کے میدان میں قدم رکھو اللہ تعالیٰ کی یہ زمین ایک دسترخوان کی مانند ہے اس کے گوشے گوشے پر تمہارے میزبان نے طرح طرح کی نعمتیں سجا رکھی ہیں جاؤ ان نعمتوں سے استفادہ کرو۔ اس کے بعد حضرت شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے مدرسے میں داخل کرا دیا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے اچھے ذہن سے نوازا تھا جلد ہی اپنی اہلیت وقابلیت کے باعث استادوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئے اور مدرسے کے دوسرے طالب علموں میں آپ کی امتیازی حیثیت ہو گئی یادداشت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ اساتذہ کرام سے سنتے آپ کو ازبر ہو جاتا حتیٰ کہ آپ کے طالب علم ساتھی جو سوال اپنے اساتذہ کرام سے کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کرتے عام طور پر وہ آپ سے کرتے اور آپ ان کے سوالات کا ایسا تسلی بخش جواب دیتے کہ وہ مطمئن ہو جاتے۔

حضرت شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جب ابتدائی دینی کتب کی تحصیل کر لی تو آپ کے سینۂ اقدس میں علوم کا اس قدر خزینہ اکٹھا ہو گیا کہ آپ زبان و بیان اور حدیث وفقہ کے موضوع پر ایسی گفتگو کرتے کہ سننے والے دنگ رہ جاتے کہ اتنی چھوٹی عمر میں آپ کا علمی مرتبہ ومقام کسی بہت بڑے عالم اور فقیہہ سے کم نہ تھا آپ نے اپنی عمر سے کہیں زیادہ علمی استعداد و قابلیت کا مظاہرہ کیا اور اس تیزی سے علمی مراحل طے کیے کہ اساتذہ کرام آپ پر فخر کرتے تھے نوجوانی کی عمر تک پہنچنے سے قبل ہی آپ نے تفسیر، فقہ، حرف ونحو اور دیگر علوم اسلامیہ میں اس قدر دسترس حاصل کر لی کہ سب لوگ آپ کا احترام کرنے لگے تمام دینی علوم میں اول درجہ کی اسناد حاصل کیں کم عمری کے باوجود علمائے وقت میں آپ کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا ہر کوئی آپ کی اہلیت وقابلیت کی قدر کرتے ہوئے شرف الدین کی

بجائے شاہ شرف الدین کہا کرتا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب آپ نے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد خود باقاعدہ طور پر درس دینا شروع کر دیا اور اپنی مجلس درس کا انعقاد کیا دور دراز سے طالب علم آپ کے پاس حاضری کی سعادت حاصل کر کے اپنی علمی پیاس بجھاتے اور آپ کے علمی فیضان سے فیضیاب ہونا شروع ہو گئے۔

علمی مقام ومرتبہ

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے جید علماء کرام میں شمار ہوتے تھے آپ اوائل عمر میں ہی علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے اور علوم مروجہ کی تحصیل اور اُن سے فراغت کے بعد آپ قطب مینار دہلی کے پاس قیام فرما ہوئے اور علوم ظاہری کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ درس وتدریس کا یہ سلسلہ آپ کی ذات گرامی سے متواتر بیس برس تک جاری رہا اور بے شمار مخلوق آپ سے فیض یاب ہوئی۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر دہلی کے اکابر علماء کرام یعنی مولانا قطب الدین پاٹلی رحمۃ اللہ علیہ، صدر الشریعت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فخر الدین پاٹلی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ظہور الدین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم آپ کے علمی تبحر اور علمی فضیلت کے قائل اور معترف تھے۔ پھر جب حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے درس وتدریس کی طویل مدت کے بعد تصوف اور درویشی کے کوچہ میں قدم رکھا اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہوئے تو آپ کی طبیعت کا رنگ بدل گیا آپ پر وجد وسکر کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ نے علم وفنون کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈال کر خود جنگل کی راہ لی۔

جبہ و دستار و علم قیل و قال ہمہ در آب رواں اندر فگنم
خرقہ و سجادہ و تسبیح را در خرابات مغاں اندر فگنم

ترجمہ: ''پیر مغاں کی محفل میں پہنچ کر ہم نے بڑائی کے نشانات جبہ دستار اور علوم ظاہری کی کتب کو دریا بُرد کر دیا اور اپنی عظمت اور تقدیس کے مظاہر خرقہ وسجادہ اور تسبیح کو اُس کے قدموں میں ڈال دیا۔

بیعت وخلافت

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت وخلافت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اس ضمن میں ایک واقعہ "تذکرہ غوثیہ" کے مؤلف نے تحریر کیا ہے کہ ایک روز کسی نے حضرت سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کس بزرگ سے بیعت تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں بعض کا کہنا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت عاشقان عاشق خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی مگر صحیح قول یہ ہے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ علماء مشاہیر سے تھے اور شہر دہلی میں درس وتدریس کیا کرتے تھے اس دور میں بادشاہ وقت نے ایک لڑکی سے نکاح کیا جب اس کے پاس جاتا تو قادر نہ ہوتا تھا اس کے برعکس دیگر حرموں کے ساتھ یہ کیفیت نہ تھی بادشاہ تشویش میں مبتلا ہو گیا تمام علماء کو جمع کر کے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا اور اس راز کے بارے میں جاننے کی خواہش کا اظہار کیا چونکہ یہ کتابی مسئلہ نہ تھا تمام علماء کرام بڑے حیران تھے کوئی بھی تسلی بخش جواب نہ دے سکا بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اگر کل تک صبح صبح اس بارے میں کوئی جواب نہ دو گے تو سب کو دار پر کھینچ دوں گا یہ سن کر سب کے ہوش اُڑ گئے بارگاہ الٰہی ہی میں بدست دعا ہوئے۔

اُس روز ایک مجذوب حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں تشریف لائے اور طلباء سے دریافت کیا کہ تمہارے اُستاد کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ بادشاہ نے کسی اہم مسئلے کے لئے طلب فرمایا ہے۔ فرمایا کہ خیر اُن کی کوئی کتاب لاؤ۔ طالب علموں نے کتاب دی۔ انہوں نے بادشاہ کے سوال کا جواب مفصل تحریر فرمایا اور کہہ دیا کہ جس وقت تمہارے اُستاد آئیں تو یہ کتاب ان کو دے دینا اور ہمارے آنے کے بارے میں بتا دینا چنانچہ جب حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے تو یہ کیفیت سنی فوراً کتاب دیکھی اس میں لکھا تھا کہ بادشاہ نے جس نوجوان خوبرو عورت سے نکاح کیا ہے یہ اس کی بیٹی ہے ایک

مرتبہ ہوا کہ بادشاہ نے ناراض ہو کر اپنی ایک بیگم کو جنگل میں نکلوا دیا تھا۔ اس مصیبت زدہ نے ایک دھوبی کے گھر پناہ لی۔ وہاں یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ سات برس کے بعد بیگم نے انتقال کیا اور دھوبی کی چونکہ کوئی اولاد نہ تھی اس لڑکی کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا جب یہ لڑکی جوان ہوگئی اور اس کے حسن وجمال کا شہرہ دور دور پہنچا تو حرم شاہی میں داخل ہوئی۔ چونکہ بادشاہ حاکم اسلام اور نائب رسول ہے اللہ رب العزت نے بادشاہ کو اس گناہ سے محفوظ رکھا۔ اگر بادشادہ کو کچھ شک ہو تو وہ دھوبی کو بلوا کر پوچھ لے کیونکہ مرتے وقت بیگم نے اپنی ساری داستان دھوبی سے بیان کردی تھی۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ یہ قصہ پڑھ کر بہت خوش ہوئے اگلے روز بادشاہ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا بادشاہ نے دھوبی کو طلب کیا اس نے بھی تصدیق کی اس طرح بادشاہ کو اپنے سوال کا جواب مل گیا تمام علماء کرام نے بھی بادشاہ کی تسلی ہو جانے پر سکون کا سانس لیا اور ان کی جان میں جان آئی۔

اس کے بعد حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ واپس اپنے مکان پر آئے اور آتے ہی کتب خانہ دریا بُرد کر دیا پھر ان مجذوب بزرگ کی تلاش میں نکلے تیسرے روز ملاقات ہوئی تو حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ طاقت نہیں کہ آپ کو تعلیم کروں لیکن آپ کو آپ کے مرشد کے پاس پہنچا دیتا ہوں چنانچہ اس مجذوب بزرگ نے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ (روحانی طور پر) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں دے دیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تعلیم فرمایا تو اسی وقت مجذوب ہو گئے اور بوعلی قلندر کہلائے ورنہ اصلی نام شرف الدین تھا پس قلندر صاحب کے مرشد پاک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ بات کچھ تعجب کی نہیں ہے بعض بزرگوں کو اسی طرح سے فیض ہوا ہے چنانچہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض ہوا حالانکہ ان کے انتقال کو سو برس گزر چکے تھے۔

"تذکرہ غوثیہ" میں تحریر اس واقعہ کے برعکس دیگر کتب میں آپ کی بیعت وخلافت کے بارے میں درج ہے کہ آپ تعلیم سے فارغ ہو کر رشد وہدایت میں مشغول

ہوئے مسجد قوت الاسلام میں وعظ کہتے تھے اور تقریباً بیس برس تک یہ سلسلہ جاری رہا ایک دن آپ وعظ فرما رہے تھے کہ مسجد میں ایک درویش آیا اور بآواز بلند یہ کہہ کر چلا گیا کہ "شرف الدین! تو جس کام کے لیے پیدا ہوا ہے اس کو بھول گیا کب تک قیل وقال میں رہے گا۔ یہ آواز سن کر آپ کے دل میں ایک ایسی تڑپ پیدا ہوئی کہ آپ نے مرشد کامل کی ضرورت کو محسوس کیا چنانچہ بعض کا کہنا ہے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ مرید وخلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور تعلیم یافتہ حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے۔(اخبار الاخیار)

بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خلیفہ تھے۔(معارج الولایت)

ایک روایت کے مطابق آپ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خلیفہ ہیں اور آپ کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے عصر کے وقت دریائے جمنا کے کنارے بیعت سے مشرف فرمایا۔(مناقب فریدی، سیر الاقطاب، اخبار الاخیار) سب سے قوی قول یہ ہے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ شہاب عاشق خدا کے مرید اور خلیفہ تھے جو کہ حضرت امام الدین ابدال رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے اور وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔(اخبار الاخیار) بعض کے نزدیک حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت نجم الدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔(واللہ اعلم بالصواب)

جذب کی کیفیت کا غلبہ

ایک مرتبہ آپ پر جذب وسکر کی شدید کیفیت طاری ہوگئی اور آپ اس کیفیت میں مست ہوگئے جذب وسکر کے غلبہ کے باعث شریعت مطہرہ کے بہت سے اعمال کی پابندی میں کمی آ گئی فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے کی وجہ سے یہ تھی کہ آپ اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہتے تھے حتیٰ کہ نماز کے وقت بھی آپ پر جذب وسکر کا غلبہ طاری رہتا تھا جس کے باعث نماز بھی ترک ہوگئی۔لوگوں نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی

کہ آپ نماز سے بھی غافل ہو گئے ہیں تو لوگوں نے اس ضمن میں اس دور کے مشہور مفتی ضیاء الدین سنامی سے بات چیت کی کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ بزرگ صفت انسان ہیں اس لیے ان کا نماز کو ترک کر دینا اچھی بات نہیں ہے لہٰذا آپ ان کو سمجھائیں اور نماز کی ترغیب دیں تاکہ بزرگی اور ولایت پر کوئی حرف نہ آئے اس پر مفتی ضیاء الدین سنامی اپنے ساتھ چند معززین کو لے کر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا "شرف الدین" آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے آپ استغراقی کیفیت میں شریعت مطہرہ کی حد سے تجاوز کر گئے ہیں اور آپ سے فرائض بھی قضا ہونے لگے ہیں کم از کم نماز تو آپ کو ضرور پڑھنی چاہیے۔

آپ نے جواب دیا "بے عیب ذات اللہ کی، اللہ بس باقی ہوس" مفتی صاحب نے کہا جو کچھ بھی ہو نماز کی ادائیگی ہر حال میں لازم ہے اس سے پہلوتہی کرنے کی قطعی طور پر اجازت نہیں، حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سنامی! آپ اپنا کام کریں مجھے اپنا کام کرنے دیں مجھے معاف کریں، یہ سن کر مفتی ضیاء الدین نے کہا آپ عجیب آدمی ہیں نماز تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاف نہیں تھی تو آپ کو کیسے نماز نہ پڑھنے کی چھوٹ ہے۔حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا سنامی! آپ مجھے میری حالت پر رہنے دیں میں مست الست ہوں اور دکھاوے کی نماز پڑھنے کا مجھے قطعاً کوئی شوق نہیں ہے مگر مفتی ضیاء الدین سنامی اپنی بات پر بضد رہے کہ آپ کو ہر حال میں نماز پڑھنی ہوگی یہ سن کر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جوش اور ہوش آ گیا اور حالت جلال میں مفتی ضیاء الدین سنامی سے فرمایا سنامی! رسی سے میری کمر باندھ دے۔اگر میری کمر بندھی رہی تو میں تیرے کلموں کی تعمیل کروں گا اور اگر میری کمر آزاد ہوگئی تو میرا پیچھا چھوڑ دینا کیونکہ میں آزاد آدمی ہوں، مجھے اپنی پابندیوں میں مت گھسیٹو۔

اب مفتی ضیاء الدین سنامی نے آپ کی کمر رسی سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دی مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ رسی کمر سے دور جا گری اور حضرت بوعلی بدستور آزاد رہے، مفتی بہت شرمندہ ہوئے اس پر بوعلی خاص لہجے میں بولے۔"بابا! میں عاشق ہوں اور عشق میں

مبتلا ہوں تو مجھے کس نماز کے پڑھنے کی بات کر رہا ہے اگر تو بضد ہے تو میں تیرے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے تیار ہوں ۔نیت باندھو فرض نماز کی۔'' مفتی صاحب کی خوشی دیدنی تھی کہ انھوں نے کامیابی حاصل کر لی تھی اب مفتی صاحب امام بنے اور بوعلی مقتدی ۔جب نماز شروع ہوئی تو بوعلی پر استغراق کا عالم شروع ہو گیا۔ مفتی صاحب نماز پڑھا بھی چکے مگر بوعلی جوں کے توں کھڑے رہے۔

اب مفتی صاحب نے پوچھا، بوعلی قلندر! نماز ختم ہو گئی ہے جبکہ تو ابھی تک نیت باندھے کھڑا ہے بوعلی قلندر نے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب حاضرین کی سمجھ میں نہ آیا۔ انھوں نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت! تفصیل سے بات بتلائیں کہ آپ نماز کو نیت سے آگے کیوں نہیں لے سکے۔حضرت نے فرمایا کہ مفتی کی گھوڑی نے بچہ دیا ہے اور یہاں مفتی کے گھر گھوڑی اور بچہ موجود ہے وہاں گندم رکھنے والی کنواں نما جگہ بنی ہوئی ہے لہٰذا ساری نماز میں مفتی کے دل و دماغ پر اس فکر کا ڈیرہ جما رہا ہے کہ کہیں گھوڑی کا بچہ گندم والے کنویں میں نہ گر جائے۔میں ایسی نماز کا قائل نہیں ہے میں اپنے حواس سے بیگانہ ہوں اور ایک غلام کی طرح عشق الٰہی میں غرق ہوں ۔اور خاموش رہتا ہوں کیونکہ غلام نہیں بولا کرتے۔آپ کی باتیں سن کر مفتی صاحب بڑے شرمندہ ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔

اس شرمندگی کے انتقام کے طور پر مفتی ضیاء الدین سنامی نے مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر حضرت بوعلیؒ کے ترک صلوٰۃ پر ایک محضر نامہ تیار کیا تا کہ حضرت بوعلیؒ کو نماز چھوڑنے کے الزام میں سزا مل سکے۔محضر نامہ میں یہ بات تحریر کی گئی کہ ''شرف الدین صرف بوعلی قلندر عالم فاضل شخص ہے اور دہلی میں ۴۰ سال تک وعظ و نصیحت اور درس و تدریس اور علمی مشاغل میں مصروف رہا ہے مگر اپنے وطن پانی پت میں آ کر علوم ظاہری سے دور ہو کر عالموں اور فاضلوں سے متنفر ہو گیا ہے۔متاع شریعت سے تہی دست ہو چکا ہے لہٰذا سزا کا مستوجب ہے۔'' محضر نامے پر مفتی ضیاء الدین سنامی کے علاوہ دیگر مفتیانِ متین کے بھی دستخط تھے۔

جب یہ محضر نامہ خواجہ علی انصاری کے پاس آخری تصدیق کے لیے پہنچا تو انھوں

نے محضر نامہ پھاڑ دیا۔ یہ دیکھ کر مفتی ضیاء الدین نے غصہ میں آ کر خواجہ علی انصاری پر دعویٰ دائر کر دیا۔ جب عدالت میں خواجہ علی انصاری پیش ہوئے تو محضر نامہ پھاڑنے کے متعلق استفسار کیا گیا۔آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ تھا ''مت جاؤ نماز کے قریب نشے کی حالت میں۔'' اور فرمایا جب بوعلی قلندرؒ اپنے ہوش و حواس میں ہی نہیں تو پھر ان پر شرعی احکامات کیونکر لاگو ہو سکتے ہیں۔حضرت خواجہ علی انصاری کے اس جواب سے سب لوگ معاملے کو سمجھ گئے اور عدالت بھی مطمئن ہو گئی اس طرح یہ معاملہ ختم ہو گیا۔

حضرت خواجہ علی انصاری چونکہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ تھے اس لیے انہوں نے عدالت میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں وضاحت کی اور آپ کے خلاف لگائے گئے الزامات کا دلیل سے جواب دیا۔اس واقعے کے چند دنوں بعد کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ علی انصاری کے بیٹے نصیر اور مسعود پانی پت کی ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گزر ہوا نصیر اور مسعود نے آپ کو دیکھا تو ادب و احترام کے پیش نظر اُٹھ کر آپ کو ادب سے سلام کیا اور سعادت مندی کا مظاہرہ کیا پھر آپ کو کھانے کی دعوت دی۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ ان کی سعادت مندی سے بہت خوش ہوئے اور دونوں کے سروں پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا بیٹا! اس شہر میں نہایت اطمینان اور سکون سے رہو گے۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی زبان حق سے نکلی ہوئی بات بالکل سچ ثابت ہوئی اور آج تک ان دونوں بھائیوں کی نسل پانی پت میں آباد ہے حضرت شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے وقت کے اجل بزرگان دین تھے ان کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔

جذب و سکر کا عالم

جذب و سکر و محبت و درد اور سوز و گداز مولیٰ کریم کا فضل عظیم ہے جس سے وہ اپنے خاص خاص بندوں کو نوازتا اور سرفراز فرماتا ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ. وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. ؕ (پ ۳)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجیے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے۔ وہ اُس کو جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے، خوب جاننے والا ہے، خاص کر دیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

ایسے مقبولین بارگاہ رب العزت جب محبت الٰہی اور عشق ربانی سے فائز اور سیر کام ہو جاتے ہیں، تو اُن کے لیے قرب و بعد، وصل و فراق، حال و قال اور صحو و سکر میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ اور ذات حق سبحانہ وتعالیٰ سے وصال اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی ذات سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔

ایسے عارفین ذات بحت بے چون و بے چگون میں جذب اور محو ہو جاتے ہیں۔ اُن کے قلوب خدا کی دوستی اور مشاہدہ کا مقام، اُن کی آنکھیں خدا کے دیدار کا محل اور اُن کی جانیں عبرت کا محل بن جاتی ہیں۔ وہ قرب حق تعالیٰ میں ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے کان، اُن کے آنکھیں، اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بحوالہ صحیح بخاری شریف مروی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا۔ (رواہ البخاری)

اللہ کریم فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اور ایسے مقربان حق تعالیٰ کی زبان بامر الٰہی ناطق اور متکلم ہوتی ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. (پ ۲۷)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور نہیں بولتے وہ اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔

وہ تمام بشری خصائص سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اور محبت الٰہی کے غلبہ میں اُن پر وجد و سکر کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ ذات صرفہ میں فنا ہو جاتے ہیں اور غیریت کے تمام حجابات ان کے سامنے سے اُٹھا دیئے جاتے ہیں۔ اُن کا بدن سبک ہو جاتا ہے۔ اور محبت کے بازوؤں پر پرواز کر کے حضرت القدس میں پہنچ جاتے ہیں۔

محویت کے نشہ اور فنائی الذات کے سرور میں "سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ۔" "وَمَا فِیْ جُبَّتِیْ غَیْرَ اللّٰہِ" اور "اَنَا الْحَقّ" کی پُر کیف صداؤں سے وہ اس ذات صرفہ سے کمال قرب اور عین وصال کی خبر دے کر "نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" کے سربستہ راز کو اہل بصیرت اور ارباب عرفاں کے لیے افشاء کر دیتے ہیں۔

راز درون پردہ ز رندان مست پُرس! | کہ ایں حال نیست صوفی عالی مقام را!

ترجمہ: اے سالک حق تعالیٰ کے راز و نیاز اور اُس کے اسرار و رموز کی باتیں، عاشقان الٰہی اور دیوانگان ذات ربانی سے پوچھا کر کیونکہ ارباب ظاہر اور صوفی وصافی اصحاب بیشک اپنی جگہ پر عالی مقام رکھتے ہیں مگر وہ اُن راز و نیاز کی باتوں سے بے خبر ہیں۔

بادشاہ کا تحفہ

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ دنیاوی چیزوں سے بے پرواہ و بے نیاز تھے دنیا کی کسی چیز کا کوئی لالچ نہیں رکھتے تھے چونکہ سلطان علاؤ الدین خلجی آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا ایک مرتبہ علاؤ الدین نے اپنی عقیدت ومحبت کے اظہار کے طور پر آپ کی خدمت میں کچھ تحائف بھیجنا چاہے مگر اُسے ڈر تھا کہ کہیں آپ جلال میں نہ آجائیں اور ناراض نہ ہوجائیں اس لیے وہ کشش و پنج میں مبتلا ہوگیا اور اس ضمن میں اُمراء سے اس نے مشورہ کیا کہ کس طرح تحائف ان کو بھیجے جائیں سب نے رائے دی کہ اس کام کے لیے امیر خسرو کو بھیجا جائے۔ امیر خسرو کو فوراً طلب کیا گیا اور بادشاہ نے اپنی پریشانی ان کو بتائی اور کہا کہ اب آپ یہ تحائف حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جائیں امیر خسرو نے کہا، جناب آپ کا ارشاد بجا ہے مگر میں بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت تک نہیں جاسکتا جب تک مجھے میرے مرشد عالی حضرت نظام الدین اولیاء اجازت نہ فرمادیں۔ سلطان نے بات مان لی کہ حضرت محبوب الٰہی سے میں خود اجازت لے لوں گا۔ اب پہلے سلطان علاؤ الدین خلجی نے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں اپنا آدمی روانہ کیا اور حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امیر خسرو کے جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت محبوب الٰہی نے فوراً اور بلا تامل اجازت مرحمت فرمادی۔ اب امیر خسرو کو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے سے کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس لیے وہ سلطان کے تحائف لے کر حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ ان کے استقبال کے لیے پہلے ہی گھر سے باہر آچکے تھے۔ امیر خسرو کو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے والہانہ انداز سے سینے سے لگایا۔ گھر لے گئے خاطر و تواضع کی پھر فرمایا امیر خسرو! اپنا کلام سناؤ۔

اس پر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک غزل سنائی جس میں یہ شعر تھا۔

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چون فراق یار نیست
گر امید وصل باشد ہم چناں دشوار نیست

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ جب اپنا کلام سنا چکے تو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بہت دعائیں دیں اس کے بعد اپنا کلام سنایا جس میں یہ شعر بھی تھا۔

ویہیم خسروان پر مالعل استراست
خسر کسے کہ خلقت تجرید برسراست

آپ کا کلام سن کر امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ زار و قطار رونے لگ گئے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میرے کلام کی سمجھ بھی آئی؟ امیر خسروؒ نے عرض کی کہ حضرت اسی لیے ہی گریہ وزاری کر رہا ہوں کہ میں آپ کا کلام سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد بہ کمال مہربانی بادشاہ کے تحائف قبول کر لیے اور فرمایا۔ اگر حضرت محبوب الٰہی کا وسیلہ نہ بنایا جاتا تو میں یہ تحائف ہرگز نہ لیتا امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا یا حضرت! بادشاہ کو اس بات کا یقین تھا تبھی تو اس نے شیخ المشائخ کا سہارا لیا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ دن پانی پت میں قیام کرنے کے لیے کہا چنانچہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر حضرت امیر خسروؒ نے تین دن تک پانی پت میں قیام کیا چوتھے دن جب رخصت ہونے لگے تو حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دو خطوط دیے ان میں سے ایک خط حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے نام تھا جبکہ دوسرا خط بادشاہ وقت علاؤ الدین خلجی کے نام تھا۔ جب علاؤ الدین خلجی کو آپ کا خط پہنچایا گیا تو اس نے بڑی عقیدت، محبت اور اشتیاق سے خط کو سرعام دربار میں پڑھوا کر سنا۔ خط کا مضمون اور انداز تخاطب تحکمانہ تھا اور اس میں بادشاہ کو اس کے فرائض کی یاد دہانی کرائی گئی تھی بعض معاملات میں تنبیہہ کی گئی تھی اور بہت سے امور کے بارے میں تاکید بھی کی گئی تھی خط میں اسے خوطہ دہلی کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا چونکہ اس خط کو سارے دربار کے سامنے پڑھا گیا تھا اس لیے بعض خوشامدی درباریوں نے خط کی اس تحکمانہ عبارت کو جواز بناتے ہوئے علاؤ الدین خلجی کو حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہت بھڑکایا اور کہا کہ اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا سلطان عالی کی شان میں سراسر گستاخی اور بے ادبی کے مترادف ہے علاؤ الدین خلجی نے درباریوں کی باتوں کا کوئی نوٹس نہ لیا اور مسکراتے

ہوئے کہا کہ میرے لیے تو یہ بڑی غنیمت کی بات ہے کہ حضرت نے اس مرتبہ ہمیں خوطہ دہلی کے خطاب سے نوازو ورنہ تو آپ ہمیں ہمیشہ شحنہ دہلی (کوتوال) کہا کرتے تھے۔

مرید کے ساتھ زیادتی پر

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید اپنے آپ میں مست بے خودی کے عالم میں بازار سے گزر رہا تھا عین اسی وقت حاکم شہر کی سواری وہاں پر آرہی تھی ایک شور مچا ہوا تھا کہ راستے سے ہٹ جاؤ شاہی سواری آرہی ہے لوگ حاکم کی سواری کو راستہ دینے کے لیے ادھر اُدھر ہو رہے تھے مگر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مرید اپنی حالت میں مست چلا جا رہا تھا اس کے نزدیک شاہی سواری کی آمد کی کوئی اہمیت نہیں تھی حاکم کے چوبداروں نے صورت حال کو دیکھتے ہوئے اس مرید کو راستے سے ہٹ جانے کے لئے کہا لیکن مرید نے چوبداروں کی کسی بات پر کان نہ دھرا۔ اب چوبداروں نے اس کی اتنی پٹائی کی کہ ادھ موا کر کے رکھ دیا۔ وہ روتا سسکتا ہوا بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا دکھ ہوا انھوں نے فوراً جلال میں آکر بادشاہ وقت سلطان علاؤ الدین خلجی کو خط تحریر کیا۔ جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"علاؤ الدین خوطہ دہلی! تمہیں بھلائی، نیکی اور بندگان خداوند کی فلاح کی میں نے نصیحت کی تھی مگر آج تیرے ایک حاکم کے کارندوں نے میرے مرید کو مار مار کے بے حال کر دیا ہے۔ اس کی آہوں نے عرش ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تمہیں میں حکم دیتا ہوں کہ اپنے حاکم مذکور کو سزا دے اور کوتاہی نہ کرو ورنہ عذاب الٰہی کے لیے تیار رہ۔ اگر تو سزا دینے میں ناکام رہا تو تو حکومت کے لائق نہیں۔"

سلطان علاؤ الدین خلجی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا خط پڑھ کر سناٹے میں آگیا۔ فوراً مذکور حاکم کو پابہ جولاں پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔ جب حاکم کو زنجیروں میں

جکڑا ہوا سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مرید کو مارنے کی تفصیل پوچھی۔ حاکم نے کہا جہاں پناہ بلاشبہ میرے چوبداروں نے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کو مارا ہے مگر اس میں میری مرضی کا کوئی دخل نہ تھا۔ چوبداروں نے میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا عمل از خود کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اگر چہ تو نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا لیکن تیرے چوبدار جس وقت مارنے والی نامعقول حرکت کر رہے تھے تو دیکھ رہا تھا۔ تو ان کو روک سکتا تھا اور تمہاری خاموشی اور تماشہ بینی کا صریحاً مطلب یہ ہے کہ تو نے جان بوجھ کر اپنے چوبداروں کو ایسا کرنے دیا۔ اور اس میں تیری ایما اور رضامندی باقاعدہ شامل تھی۔ حاکم بادشاہ کے ارادوں کو بھانپ گیا اور رونے لگا کہ میں بے گناہ ہوں۔

سلطان نے کہا، تو میری نظر میں، حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی اور ان کے مرید کی نظر میں گناہ گار ہے اور ان کا گناہ گار خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گناہ گار ہے اور ایسے گناہ گار کو معاف کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ہزاروں منتوں کے باوجود بھی بادشاہ نے حکم دیا کہ حاکم شہر کی اتنی پٹائی کی جائے اور اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے اور آئندہ ہمیشہ کے لیے اس کے خاندان کے ہر فرد کو شاہی ملازمت کا نااہل قرار دے دیا جائے۔ اس کے بعد بادشاہ امیر خسرو کی وساطت سے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے معذرت کا طلبگار ہوا۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ بولے، سلطان نے انصاف کو بول بالا کیا ہے ورنہ اس مرید کی آہ و فغاں سے تو عرش بھی لرز گیا تھا۔ اب میں سلطان کو معاف کرتا ہوں اللہ بھی سلطان کو معاف کرے۔

سلطان علاؤ الدین خلجی بیس سال تک ہندوستان پر حکومت کرتا رہا۔ علامہ اقبال نے بھی اس واقعہ کو نظم کی صورت میں اپنے مشہور فارسی مجموعے "اسرار خودی و رموز بے خودی" کی زینت بنایا ہے۔

مرید سے لگاؤ

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ صاحب جذب وصاحب کرامت ولی اللہ تھے

لاتعداد مسلمان آپ سے عقیدت رکھتے تھے آپ بھی اپنے مریدوں پر خصوصی توجہ فرماتے تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کو غیاث الدین بلبن کے بیٹے مبارک خان سے بہت لگاؤ تھا مبارک خان آپ کا مرید تھا اور اس کی ولادت حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے ہوئی تھی شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود مبارک خان فقیرانہ مزاج رکھتا تھا اور فقیری کی زندگی گزار رہا تھا۔ پانی پت کے ایک فوجی افسر کی یہ خواہش تھی کہ مبارک خان حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ چھوڑ کر اس کے پاس آجائے تاکہ اسے شاہی خاندان تک رسائی کے لیے ایک ذریعہ حاصل ہوجائے اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے کافی کوشش کی لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکا۔ ایک دن اسے کسی نے یہ اطلاع دی کہ مبارک خان سیر و شکار کی غرض سے گیا ہوا ہے۔ فوجی افسر نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور مبارک خان کے تعاقب میں شکارگاہ پہنچا اُس نے مبارک خان کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن مبارک خان راضی نہ ہوا آخر کار فوجی افسر زبردستی اس کو اپنے ساتھ لے گیا۔

دوسری طرف حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے شام تک مبارک خان کا انتظار کیا لیکن جب وہ نہ آیا تو آپ نے کشف کیا فوری طور پر ساری صورت حال آپ پر عیاں ہوگئی چنانچہ آپ اُسی وقت اُس فوجی افسر کے پاس جا پہنچے اور اس کی ڈیوڑھی میں اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے رات کا ایک پہر گزر گیا فوجی افسر کا کچھ پتہ نہیں تھا اور نہ ہی مبارک خان کے بارے میں کچھ معلوم پڑا۔ فوجی افسر کی ڈیوڑھی میں آپ کی موجودگی کی خبر پانی پت کے عامل کو بھی ہوگئی اور اسے حقیقت حال کا بھی علم ہوگیا تو اس نے فوجی افسر اور مبارک خان کی تلاش میں فوراً سوار دوڑائے وہ مبارک خان کو تلاش کر کے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مبارک خان کو آپ کے حوالے کیا۔

کہا جاتا ہے کہ مبارک خان آپ کا بہت پیارا مرید تھا اور آپ اس کا بہت خیال رکھا کرتے تھے جب مبارک خان کا انتقال ہوا تو آپ کافی دیر تک افسردہ رہے اور جو جگہ اپنی قبر کے لئے تجویز کر رکھی تھی مبارک خان کو اس کے قریب دفن کروایا۔ علاؤالدین خلجی نے مبارک خان کی قبر پر قبہ و گنبد تعمیر کرایا۔

شریعت مطہرہ کا احترام

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ قلندرانہ روش اور مجذوب ہونے کے باوجود شریعت مطہرہ کا بہت احترام کرتے تھے آپ ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے آپ پر جذب الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ کو اپنی خبر تک نہ ہوتی تھی آپ تو مجذوب اولیاء اکرم کی صف میں نمایاں مقام حاصل ہے ایک مرتبہ آپ پر استغراق اور بے خودی کا طویل غلبہ طاری ہوا آپ کی مونچھوں کے بال بڑھ گئے کسی کی ہمت نہ تھی کہ آپ سے کہتا کہ مونچھوں کے بال کٹوا دیں اس بات کی خبر مفتی ضیاء الدین سنامی کو ہوئی تو چونکہ وہ مفتی وقت تھے اور شریعت کے بھی بہت حامی تھے انہوں نے مونچھوں کے بڑھے ہوئے کو خلاف شریعت سمجھ کر آپ کی داڑھی پکڑی اور قینچی ہاتھ میں لے کر آپ کی مونچھوں کے بال کاٹ دیے آپ نے کوئی اعتراض نہ کیا جب کچھ دنوں کے بعد بے خودی اور استغراق کی کیفیت کا غلبہ ختم ہوا اور ہوش میں آئے تو یہ پتہ چلنے پر کہ مونچھوں کے بال تراش دیے گئے ہیں بہت خوش ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ اپنی داڑھی کو ہاتھ میں لے کر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ داڑھی شریعت محمدی کے راستے میں پکڑی جا چکی ہے۔

امر سنگھ سے امر اللہ خان

ایک مرتبہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پت کے بازار میں سے گزر رہے تھے کہ آپ نے راہ چلتے ہوئے ایک اجنبی نوجوان کو اس کا نام لے کر پکارا۔ اس نوجوان کا نام امر سنگھ تھا اپنا نام سن کر وہ ٹھہر گیا اور بہت حیران ہوا کہ ان بزرگ کو میرا نام کیسے معلوم ہے؟ وہ حیرت زدہ کھڑا سوچ میں مبتلا تھا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسے حیرت زدہ دیکھ کر مسکرائے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا امر سنگھ! تو ہمیں نہیں جانتا مگر ہم تجھے ضرور جانتے ہیں فقیروں کے لیے کوئی اجنبی نہیں ہوتا ہم نہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے بڑوں کو بھی جانتے

ہیں ہمیں علم ہے کہ تمہارے اسلاف کا شمار پانی پت کے رؤساء میں ہوتا تھا قرب و جوار کے بہت سے علاقے ان کے زیر تسلط تھے پھر جب خلجیوں سے معرکہ پڑا تو تمہارے خاندان کے تمام افراد مارے گئے صرف ایک حاملہ عورت زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئی اور وہ چھپتے چھپاتے سہارن پور کے اطراف میں اپنے والدین کے گھر پہنچ گئی اُسی عورت کے بطن سے تمہاری پیدائش ہوئی ہے اور تم اپنی آبائی جاگیروں کو حاصل کرنے اور ان کی معلومات لینے کی غرض سے پانی پت میں آئے ہوئے ہو۔ بتاؤ کیا میں یہ سب باتیں غلط کہہ رہا ہوں؟ امر سنگھ نے جب یہ سچی باتیں سنیں تو وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھا اور والہانہ انداز میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو بوسے دینے لگا اور کہا کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے حقیقت یہی ہے جو آپ نے بیان فرمائی ہے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا تم جانتے ہو کہ ہم نے تمہیں کیوں آواز دی ہے؟ نوجوان نے کہا میں نہیں جانتا، فرمایا ہمیں تم سے سچ کی خوشبو آتی ہے تم ہمارے حلق میں آجاؤ تمہیں پناہ ہمارے ہاں ہی ملے گی۔ امر سنگھ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہا مجھے اس بات سے انکار نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں اپنی والدہ سے اجازت لے لوں۔ آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور اپنی ماں کی اجازت لے آؤ۔ امر سنگھ پانی پت سے کئی کلومیٹر دور رہتا تھا اب اس نے کئی کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے واپس اپنی ماں کے پاس اس ضمن میں اجازت حاصل کرنے کے لے جانا تھا اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سب کام چھوڑ کر اسی وقت اپنی ماں کے پاس جائے اور اسے ساری حقیقت بتا کر اجازت حاصل کرے لہٰذا وہ فوری طور پر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

امر سنگھ کی حیرت کی اس وقت انتہا نہ رہی کہ جب وہ تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے جس قدر جلدی ممکن ہو سکا اپنے گھر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی وہاں پر موجود ہیں آپ اس کی والدہ سے کہہ رہے تھے امر سنگھ کو ہم نے اپنا فرزند بنا لیا ہے یہ اب ہمارے حلقے میں رہے گا تم اس بارے میں کیا کہتی ہو؟ امر سنگھ کی والدہ نے عرض کیا، اگر امر سنگھ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا تو برادری

والوں سے یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی وہ تو اسے اپنی برادری سے نکال دیں گے اگر ایسی بات ہوئی تو پھر اس کا کیا ہو گا اس کو تو برادری میں سے کوئی رشتہ بھی نہیں دے گا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی باتیں سن کر بڑے اطمینان سے جواب دیا اور فرمایا تم برادری والوں کی فکر نہ کرو ہمیں اپنا بیٹا دے دو انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری برادری والے بھی ہمارے حلقے میں آجائیں گے۔ امر سنگھ کی والدہ آپ کی گفتگو سن کر مطمئن ہو گئی اور بیٹے کو آپ کے حوالے کرنے پر رضامند ہو گئی۔ اس کے فوراً بعد ہی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سب کی نظروں سے غائب ہو گئے اور پتہ نہ چل سکا کہ آپ کہاں چلے گئے۔ امر سنگھ بھی اپنی ماں سے اجازت لے کر اُسی وقت واپسی کے سفر کے لئے روانہ ہوا اور تیز رفتاری سے فاصلہ طے کرتے ہوئے اُسی جگہ پر پہنچا جہاں پر کہ اس کی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تھی اس نے دیکھا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس کے انتظار میں وہاں پر کھڑے ہیں امر سنگھ نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا آپ نے اس کا نام امر اللہ خان رکھا۔ امر اللہ خان اب اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی رہنے لگا۔

اسی طرح دن گزرتے جا رہے تھے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی امر اللہ خان پر نظر عنایت کا خلجیوں کو پتہ چلا تو وہ بھی چونکہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت رکھتے تھے اس لیے انہوں نے امر اللہ خان کو اس کی آبائی املاک واپس کر دیں اور امر اللہ خان کو ان علاقوں کا حاکم بنا دیا جو کہ اس کے آباؤ اجداد کے تسلط میں رہے تھے اور پھر وہ وقت بھی جلد ہی آگیا جب حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کہی ہوئی بات سچ ہو گئی امر اللہ خان کے تمام عزیز و اقارب بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور اپنی برادری میں ہی امر اللہ خان کی شادی بھی ہو گئی۔ شادی کے بعد امر اللہ خان کے ہاں تین بیٹوں کی ولادت ہوئی جن کے نام شہباز خان، شہاب خان اور دولت خان رکھے گئے ان تینوں کی اولاد اب بھی پانی پت میں موجود ہے۔

وباء کا خاتمہ

اللہ رب العزت کی محبت میں سرشار اور سرمست رہنے کے باوجود حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا رابطہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے قائم رہا اور عقیدت مند آپ کی ذات بابرکات سے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ ایک مرتبہ اہل شہر نے عرض کیا حضور! مکھیوں نے بہت تنگ کر رکھا ہے۔ جب لوگوں نے بار بار اصرار کیا تو آپ نے فرمایا لاؤ پرچہ، آپ کے فرمان کے مطابق ایک کاغذ خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے لکھا، مکھیو! شہر سے نکل جاؤ۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس پرچہ کو صدر دروازہ پر لٹکا دو۔ جب یہ حکم نامہ شہر کے صدر دروازہ پر آویزاں کر دیا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ مکھیوں نے شہر خالی کر دیا اور شہر سے چلی گئیں۔

اتفاق سے کچھ دنوں بعد شہر میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی۔ اہل شہر نے حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا کہ حضور! ہیضہ سے کثرت سے اموات ہو رہی ہیں۔ دعا فرمائیے اللہ رب العزت اس وباء سے اہل شہر کو امان بخشیں۔ آپ نے فرمایا، ہمارا پرچہ صدر دروازہ سے اتار دو۔ جونہی وہ حکم نامہ صدر دروازہ سے اتارا گیا تو مکھیوں نے شہر میں داخل ہونا شروع کر دیا اور چند روز کے اندر اندر ہیضہ کی وبا ختم ہو گئی۔

؎ کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

یعنی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو اپنا ہم شکل اور ہم وضع سمجھ کر ان کے معاملات اور احوال کو اپنے آپ پر قیاس نہ کر۔ ذرا دیکھ تو سہی کہ شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) دونوں لکھنے میں ایک جیسے ہیں مگر ان کے اوصاف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے لگاؤ

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے اور پانی پت سے تعلق رکھتے تھے عمر میں آپ سے کافی چھوٹے تھے اللہ رب العزت نے حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی حسن کے علاوہ ظاہری حسن سے بھی نواز ہوا تھا چونکہ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لیے اعلیٰ قسم کا لباس پہنتے تھے اور بود و باش بھی شاہانہ تھی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے بچپن کے دنوں میں ان کو دیکھنے کے لیے روزانہ ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے ان کے حق میں دعا بھی فرمائی جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک عام گزرگاہ پر رونق افروز تھے کہ حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار وہاں سے گزرے آپ نے ان کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو فرمایا۔

زہے اسپ و زہے سوار

یعنی کیسا خوش قسمت گھوڑا اور کیسا خوش قسمت سوار ہے۔

یہ سن کر حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اُسی وقت گھوڑے سے اُترے گریبان چاک کیا اور استغراقی کیفیت میں نکل کھڑے ہوئے سیر و سیاحت کے دوران بہت سے بزرگوں سے ملاقات کر کے ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے اور طریقت کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کی۔

کہا جاتا ہے کہ جب سیر و سیاحت سے واپس آئے تو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی استدعا کی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جلدی نہ کرو۔ تمہارا حصہ دوسرے کے پاس ہے اُس کا انتظار کرو تمہارے مرشد آنے والے ہیں۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ پانی پت تشریف لائے اور ایک دن حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ ان کے سامنے سے گزرے حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ ان پر پڑی تو حاضرین سے فرمایا، مجھے اپنی نعمت اس لڑکے کی پیشانی میں تاباں دکھائی دیتی ہے۔ حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ بات سن لی اور نگاہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا نگاہ پڑتے ہیں بے اختیار ہو گئے اور خدمت میں حاضر ہو گئے حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اسی وقت بیعت سے مشرف فرمایا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور
حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ کے اوراق میں رقم ہے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب پانی پت میں مقیم تھے تو آپ کی زندگی میں وہ وقت بھی آیا کہ جب حضرت علاؤالدین احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو پانی پت کی ولایت سپرد کر کے پانی پت جانے کا حکم دیا۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کے پانی پت آنے سے قبل پانی پت کی ولایت حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے تھے اس ضمن میں کتاب ”ولی اللہ“ میں تحریر ہے کہ ایک دن حضرت علاؤالدین علی احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ہم نے تجھے ہفت اقلیم کا شاہ ولایت مقرر کیا ہے، فی الحال تم پانی پت جانے کی بجائے پہلے چتوڑ گڑھ چلے جاؤ اور سلطان علاؤالدین خلجی کی فوج میں بھرتی ہو جاؤ۔ سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہ اسلام ہے اور ایک عرصہ سے قلعہ چتوڑ گڑھ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے مگر اُسے فتح حاصل نہیں ہوتی۔ تمہارا جانا وہاں پر ضروری ہے اس لیے کہ جب تک تم دُعا نہ کرو گے اُسے فتح حاصل نہ ہو گی۔ تمہارے جانے کے بعد اس دنیا فانی سے میرا بھی کوچ ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ آپ کا وصال مبارک کب ہوا اور پھر میں آپ کی آخری خدمت سے محروم رہ جاؤں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس دن قلعہ فتح ہو گا اُسی دن میرا وصال ہو گا انہوں نے عرض کیا کہ قلعہ فتح ہونے کی کیا صورت ہو گی؟

آپ نے ارشاد فرمایا، تیرے لشکر میں موجودگی کی نشاندہی اور اطلاع ایک ولی اللہ سلطان علاؤ الدین خلجی کو کرے گا اور سلطان تیرے پاس آ کر تجھ سے دعا کرنے کی درخواست کرے گا تو تم اس کے حق میں دعا کرنا، بفضل باری تعالیٰ تمہاری دعا قبول ہوگی اور قلعہ فتح ہو جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم میری تجہیز و تکفین و تدفین میں شامل ہو گے۔

اپنے پیر و مرشد کا حکم ملتے ہی حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کلیر شریف سے روانہ ہوئے اور سلطان علاؤ الدین خلجی کی فوج میں جا کر بھرتی ہو گئے ان دنوں سلطان علاؤ الدین خلجی چتوڑ کے قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت دیانت و امانت کے ساتھ اپنا فریضہ انجام دیتے رات کے وقت اپنے خیمہ میں رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ سلطان خلجی نے کافی عرصہ سے محاصرہ کر رکھا تھا مگر اُسے قلعہ فتح کرنے میں ناکامی کا سامنا تھا چونکہ شاہی فوج نے کافی عرصہ سے میدان جنگ میں اپنے خیمے لگا رکھے تھے طویل محاصرے اور بارش کی کثرت کی وجہ سے خیموں کے رسے گل کر کمزور ہو چکے تھے اور کافی تعداد میں ناکارہ ہو گئے تھے اس بات کی اطلاع سلطان علاؤ الدین خلجی کو دی گئی تو سلطان نے فوری طور پر سوت اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ شاہی حکم کی تعمیل میں شاہی کارندے اُسی وقت چاروں طرف سوت اکٹھا کرنے کی غرض سے روانہ ہو گئے۔ کچھ شاہی کارندے ایک گاؤں میں پہنچے اور لوگوں سے کہا کہ سلطان کا حکم ہے فوری طور پر اس قدر سوت فراہم کیا جائے۔ بظاہر اتنی جلدی اس قدر سوت کی فراہمی بہت مشکل اور ناممکن تھی اس لیے گاؤں کے لوگ پریشانی میں مبتلا ہو گئے، اس گاؤں ایک بزرگ رہتے تھے جو مستجاب الدعوات اور صاحب کرامت ولی اللہ تھے اُن کو شاہی کارندوں کی آمد اور گاؤں والوں کی پریشانی کا علم ہو گیا چنانچہ وہ گاؤں والوں کے پاس آئے اور اُن کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ فکر کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ بزرگ نے ایک شاہی کارندے کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے گھر لے کر آئے گھر سے ایک ہنڈیا لے کر اس میں ایک سوت کی نلکی ڈال دی۔ پھر ہنڈیا کے منہ پر کپڑا باندھ کر ایک سوراخ سے نلکی کے سوت کا سرا باہر نکالا، کچھ پڑھ کر دم کیا اور دعا مانگی۔ اس ہنڈیا کو لے کر شاہی کارندے کے پاس آئے اور اس سے فرمایا، اس کو لے جاؤ اور سوت کا سرا کھینچ کر جس قدر چاہو رسہ بنا لو انشاء اللہ سوت میں کمی واقع نہ ہوگی۔

شاہی کارندے بزرگ کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور ہنڈیا لے کر خوشی خوشی شاہی لشکر کی قیام گاہ میں پہنچے اور سوت کھینچنا شروع کیا اور سوت کھینچتے جاتے تھے اور رسے بناتے جاتے اس طرح بہت جلد ڈھیروں کے حساب سے رسے تیار ہو گئے بے شمار لشکری اس منظر کو دیکھنے کے لئے وہاں پر جمع ہو گئے تھے اور حیران ہوتے تھے۔ بزرگ کی اس کرامت کی خبر سلطان علاؤ الدین خلجی کو بھی ہو گئی چنانچہ وہ بذات خود اس جگہ پر آیا جہاں ہنڈیا سے سوت نکالا جا رہا تھا اپنی آنکھوں سے سارا مشاہدہ کرنے کے بعد اُن شاہی کارندوں کو ساتھ لے کر پا پیادہ بزرگ کی خدمت میں حاضری کی سعادت سے مشرف ہوا، قدم بوسی کرنے کے بعد عرض کیا، حضور! بہت زبردست مہم آن پڑی ہے کامیابی نہیں ہو رہی میری فتح کے لیے دعا فرمایئے۔ بزرگ نے جواب دیا، جو کام میرے ذمہ تھا وہ میں نے بفضل باری تعالیٰ پورا کر دیا ہے جس مقصد کے لیے تم میرے پاس آئے ہو اُس کے لیے خود تمہارے لشکر میں ایک خدا رسیدہ بزرگ موجود ہے اگر وہ دعا کرے گا تو تمہاری فتح یقینی ہے سلطان علاؤ الدین خلجی نے اپنے لشکر میں بزرگ کی موجودگی سے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس حقیقت شناس مرد بزرگ نے کہا، اس بزرگ کی علامت یہ ہے کہ ایک روز رات کے وقت تیز ہوا چلے گی، بارش اور آندھی کے باعث تمام خیمے گر جائیں گے تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہو جائیں گے لیکن اُس بزرگ کا خیمہ قائم رہے گا اور اس کا چراغ بھی روشن رہے گا اور وہ تلاوت کلام اللہ میں مشغول ہوگا اگر اس وقت تم آندھی اور بارش میں تھوڑی سی تکلیف کر کے اس بزرگ کے پاس جا کر اُن سے دعا کی درخواست کرو تو وہ ضرور دعا کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں فتح حاصل ہوگی۔

سلطان علاؤ الدین خلجی اُس وقت کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا، آخر کار وہ شب آ ہی گئی بارش کے ساتھ سخت آندھی چلی خیمے گر گئے جس سے تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہو گئے سلطان فوری طور پر اپنی لشکر گاہ میں ہر طرف پھرنے لگا اُسے دور سے ایک خیمہ

میں چراغ جلتا ہوا دکھائی دیا وہ فوراً اس خیمے میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ شمس الدینؒ تلاوت قرآن پاک میں نہایت استغراق کے ساتھ مصروف تھے۔ سلطان دست بستہ ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت شیخ نے جب تلاوت کلام پاک سے فراغت پائی تو سلطان کی طرف دیکھا، سلطان نے سلام کیا، آپ نے جواب دیا اور اس وقت آنے کی وجہ پوچھی۔ سلطان نے معذرت کی کہ میں آپ کی قدر و منزلت نہ کر سکا آپ مجھے معاف فرما دیں۔ اس کے بعد دُعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا میں یہاں سے تین کوس پر جا کر دعا کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تین کوس پر جا کر دعا کی اور سلطان خلجی نے آپ کے حکم کے مطابق قلعہ پر حملہ کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں قلعہ فتح ہو گیا۔

جس وقت سلطانی لشکر فتح مندی کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو رہا تھا عین اُس وقت حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر و مرشد کی بات یاد آئی اور سمجھ لیا کہ آج حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے چنانچہ فوری طور پر کلیر شریف کے لیے روانہ ہو گئے۔ کلیر شریف میں پہنچ کر مرشد پاک کے غسل و کفن سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ بالکل تیار ہو گیا تو دیکھا کہ ہزاروں لوگ حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے موجود ہیں۔ نمازِ جنازہ پڑھانے کی کوئی جسارت نہ کرتا تھا کیونکہ نمازِ جنازہ اس شخص کو پڑھنا تھی جو حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بلند مقام و مرتبہ رکھتا ہو، اسی شش و پنج میں تھے اور تھوڑی دیر انتظار کے بعد مصلے پر کھڑے ہونا ہی چاہتے تھے کہ حاضرین نے دیکھا کہ ایک گھوڑے پر سوار نقاب پوش چلا آ رہا ہے قریب آ کر اس نے گھوڑا باندھا اور نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مصلے پر کھڑا ہو گیا۔ نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد جب وہ نقاب پوش واپس جانے کے لیے گھوڑا کھولنے لگا تو اس وقت حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بات یاد آ گئی کہ انہوں نے ایک دن اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ حضور! مقام فنا اور مقام بقا کیا ہے؟ تو حضرت مخدوم پاکؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ فنا و بقا کا راز کسی وقت ظاہر کر دیا جائے گا۔

آج وہ سوال اچانک اتنی مدت کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں دوبارہ اُبھر آیا تھا پھر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس بزرگ نے مرشد پاک کی نمازِ جنازہ پڑھائی ہے اُن سے ملاقات تو کرنی چاہیے کہ وہ کون ہیں تا کہ پتہ چل سکے کہ مرشد پاک کی نماز جنازہ کس شخصیت نے پڑھائی ہے۔ اس اثناء میں وہ بزرگ گھوڑے پر سوار ہو کر جانے ہی والے تھے کہ حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ دوڑتے ہوئے ان کے قریب پہنچے اور عرض کیا، اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے؟ یہ سن کر نقاب پوش نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور فرمایا، فقیر کے جنازے کی نماز فقیر ہی نے پڑھائی ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیکھا تو نہایت حیران ہوئے، مرشد پاک نے ارشاد فرمایا، شمس الدین! حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ مقام فنا ہے اور یہ مقام بقا ہے۔ یہ سنتے ہیں حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور بے ہوش ہو گئے اس اثناء میں وہ بزرگ گھوڑے پر سوار ایک طرف روانہ ہو کر سب کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

اپنے پیر و مرشد کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد چوتھے روز حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ پانی پت کے لیے روانہ ہو گئے پانی پت پہنچ کر قیام کیا حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نور باطن سے اس آمد کی اطلاع ہو گئی۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ نے دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ آپ کی خدمت میں بھیجا اور اپنا سلام کہلوایا آپ مسکرائے اور جو گلاب کا پھول اس وقت آپ کے پاس ہی رکھا ہوا تھا اس دودھ بھرے پیالے پر رکھ کر پیالہ واپس کر دیا اور اپنا سلام ان کو کہلوایا جب وہ دودھ کا پیالہ حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ کے پاس واپس لایا گیا تو وہ بھی مسکرائے۔ حاضرین بہت حیران ہوئے ان کی سمجھ میں یہ راز و نیاز اور رمز و کنایہ نہ آیا جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس سے مطلب یہ تھا کہ پانی پت کی ولایت بفرمان میرے پیر و مرشد میرے سپرد ہو چکی ہے دوسرے کی گنجائش نہیں اور حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس پر پھول رکھ کر واپس کیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ پانی پت کی ولایت سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو گا وہ پانی پت میں اس طرح

رہیں گے جیسے دودھ پر پھول۔

لوگوں نے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں رہ کر کارِ ولایت انجام دیتے رہے جبکہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کچھ دنوں کے بعد پانی پت کی حدود سے باہر تشریف لے گئے۔ (ولی اللہ۔ سیر الاقطاب)

راز و نیاز کی باتیں

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں تشریف لے آئے اور ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی چونکہ پانی پت میں موجود تھے روحانی و باطنی دولت سے مالا مال تھے اس لیے حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کی پانی پت آمد سے آگاہ ہو چکے تھے دل میں ان سے ملاقات کی شدید خواہش پیدا ہوئی بے قراری کے عالم میں اپنے حجرے سے نکلے اور سیدھے ایک حلوائی کی دکان پر پہنچے دکان سے مٹھائی خریدی حلوائی کا لڑکا آپ کا ارادت مند تھا اُس نے نیازمندانہ عرض کیا حضور! یہ مٹھائی کن کے لئے خریدی ہے اور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ حلوائی کے لڑکے کی بات سن کر آپ نے فرمایا، پانی پت کی ولایت اب ایک اور شخصیت کو سونپ دی گئی ہے اور وہ اللہ کے مقرب بندے یہاں پر آ چکے ہیں ان کے یہاں آنے پر ہم بہت خوش ہیں۔

حلوائی کے لڑکے کو بھی اشتیاق ہوا اور عرض کی حضور! کیا میں ان کی زیارت کی سعادت حاصل کر سکتا ہوں؟ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر توقف کیا اور سوچ میں پڑ گئے پھر فرمایا، ٹھیک ہے، ہم ادھر ہی ٹھہرتے ہیں تم یہ مٹھائی لے کر اُن کے پاس جاؤ وہ فلاں دیوار کے سائے میں تمہیں بیٹھے ہوئے ملیں گے اُن کو ہمارا سلام کہنا۔ چنانچہ حلوائی کا لڑکا حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام عرض کیا حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مٹھائی پیش کرتے ہوئے آپ کا سلام بھی کہا۔

اس کے بعد حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ

علیہ کی میں ملاقات کی اور ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے اپنے حجرے میں لے کر آئے دونوں اولیاء کرام کے مابین راز و نیاز کی باتیں ہوئی۔ پھر جلد ہی پانی پت کو چھوڑ کر تشریف لے گئے شہر سے باہر جنگل میں قیام اختیار کیا یہ جنگل کرنال سے کچھ فاصلے پر واقع ہے اس مقام کو بوڈھ کھیڑہ کہتے ہیں اس مقام پر جھونپڑی بنا کر رہنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت میں مشغول رہ کر اپنی دنیاوی زندگی کے بقایا دن پورے کرنے لگے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ پانی پت سے پہلے باگھوتی تشریف لے گئے اور وہاں پر قیام فرمایا پھر بوڈھ کھیڑہ چلے گئے اور وہاں پر رہنا شروع کر دیا۔

وصال مبارک

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس فانی دنیا میں اپنی ظاہری حیات طیبہ کے شب و روز گزار کر 13 رمضان المبارک 724ھ میں وصال فرما گئے آپ کے وصال کے بارے میں مختلف اقوال بیان کیے جاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ بوقت وصال حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنی جھونپڑی میں تنہا تھے اُس وقت کوئی بھی عقیدت مند آپ کے پاس موجود نہ تھا شام کے وقت چند لکڑ ہارے جھونپڑی کے پاس سے گزرے تو ان کو پتہ چلا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ وصال پا چکے ہیں چونکہ وہ بھی آپ سے عقیدت رکھتے تھے اس لیے انہوں نے اہل شہر کو فوری طور پر اس کی اطلاع دی آپ کے وصال کی خبر ہر طرف پھیلی گئی اور لوگ دیوانہ وار آپ کی جھونپڑی کی طرف دوڑے دیکھا کہ آپ کا جسد اطہر جھونپڑی کے باہر ایک چبوترے پر پڑا ہوا ہے۔ اس ضمن میں کتاب "تذکرہ غوثیہ" میں تحریر ہے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کرنال کے نزدیک جنگل بوڈھ کھیڑہ میں اپنی زندگی کے آخری ایام میں مقیم تھے اپنی جھونپڑی کے پاس درخت کی ایک شاخ پکڑ کر کھڑے تھے کہ اسی حالت میں آپ پر نزع کا عالم طاری ہوا اور کھڑے کھڑے آپ وصال فرما گئے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ جسد اطہر کو اُٹھا کر کرنال میں لے آئے اور تجہیز و تکفین کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

اسی دوران آپ کے انتقال کی خبر پانی پت والوں کو بھی ہوگئی چنانچہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی میت کو پانی پت لا کر دفن کرنے کی غرض سے حضرت بوعلی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے حضرت شیخ احمد پانی پت کے دوسرے لوگوں اور حضرت مولانا سراج الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کرنال پہنچے دیکھا کہ اہل کرنال میت کی تجہیز و تکفین کے انتظامات میں مصروف ہیں اور چاہتے ہیں کہ کرنال میں دفن کیا جائے چونکہ یہ میت کو پانی پت لے جا کر دفن کرنے کے خواہاں تھے اس لیے اس معاملے پر تلخی ہوگئی۔ پانی پت والوں کا کہنا تھا کہ چونکہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق پانی پت سے ہے اور ان کے عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد پانی پت میں موجود ہے لہٰذا پانی پت والوں کی خواہش کے احترام میں حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے جسد اطہر کو پانی پت میں دفن کیا جانا چاہیے۔ اس کے برعکس کرنال والوں کا اصرار تھا کہ ہم حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی میت کو کہیں لے جانے نہ دیں گے اور کرنال میں ان کی آخری آرام گاہ بنائیں گے۔

اس معاملے پر اچھا خاصا تنازعہ کھڑا ہوگیا مگر حضرت مولانا سراج الدین مکیؒ نے معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کہ کوئی بھی فریق اپنی بات سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہے حکمت عملی سے کام لیا تھا عقیدت مندوں کا جوش و خروش قابل دید تھا کہ اسی اثناء میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حضرت مولانا سراج الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ کو کشف ہوا کہ وہ ان لوگوں سے کہیں کہ اپنے اپنے تابوت لے کر آئیں اور ان میں سے ایک میں میت رکھ دیں لیکن کوئی بھی تابوت کھول کر نہ دیکھے چنانچہ حضرت مولانا سراج الدین مکیؒ آگے بڑھے اور بآواز بلند کہا، عزیزو! یہ موقع آپس میں جھگڑا کرنے کا نہیں ہے بہتر ہے کہ کوئی مناسب تدبیر کی جائے اور معاملے کا حل نکالا جائے سب لوگوں نے کہا کہ اگر آپ کے پاس کوئی اس کا حل ہے تو آپ بتائیں اس پر مولانا سراج الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میت کو رکھنے کے لئے ایک ایک تابوت لے کر آئیں اس پر میت کے تابوت کو لانے کی غرض سے تین مقامات یعنی پانی پت، کرنال اور بوڑھ کھیڑہ کے لوگ تابوت لے کر آگئے ان تینوں تابوتوں میں سے ایک میں آپ کا جسد اطہر رکھ دیا گیا رات ہوچکی تھی تینوں تابوت ساری

رات پڑے رہے جب صبح ہوئی تو تینوں تابوت ایک جیسے معلوم ہوتے تھے تابوتوں کو اٹھانے پر تینوں وزنی تھے اور لگتا تھا کہ ہر ایک میں میت ہے۔ چنانچہ تینوں اطراف کے لوگ اپنے اپنے علاقوں کی طرف تابوت لے کر روانہ ہوگئے ہر کوئی یہ سمجھ رہا تھا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا جنازہ ہم اٹھا کر لے جا رہے ہیں اس طرح تین مقامات پر آپ کی تدفین کی گئی۔

کہا جاتا ہے کہ جو لوگ تابوت لے کر پانی پت کی طرف جا رہے تھے پانی پت کے حاکم کو بھی اطلاع ہوچکی تھی چونکہ وہ بھی آپ کا عقیدت مند تھا اور آپ کے ارادت مندوں میں شامل تھا اس لیے وہ بھی جنازے میں شرکت کی غرض سے آیا اور اصرار کیا کہ وہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا آخری دیدار کرنا چاہتا ہے۔ حاکم نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو بعض عقیدت مندوں کے دل میں بھی اشتیاق پیدا ہوا کہ اس طرح وہ بھی آپ کا آخری دیدار کر لیں گے چنانچہ تابوت کا ڈھکن کھول دیا گیا تو اس موقع پر آخری دیدار کی سعادت بہت سے لوگوں نے حاصل کی عقیدت مندوں نے دیکھا کہ فی الحقیقت حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا جسد اطہر تابوت میں موجود ہے اس کے بعد پانی پت میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

مزار مبارک

گو کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ایک سے زیادہ مقامات پر موجود ہے مگر پانی پت میں موجود آپ کا مزار مبارک نہایت عالیشان ہے۔ پانی پت کے علاوہ کرنال، بوڑھ کھیڑہ اور باگوتی میں بھی آپ کے مزار ہیں اور ان مقامات پر بھی ہر سال آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ پانی پت میں واقع آپ کے مزار مبارک کی اولین تعمیر اُس وقت کے حاکم سلطان علاؤالدین خلجی کے دور میں سلطان کے حکم سے شروع کی گئی تھی مقبرہ کی عمارت سنگ مرمر سے بنائی گئی مزار کے اوپر نقش و نگار سے مزین اعلیٰ قسم کی لکڑی کا سائبان بنا ہوا ہے گنبد کا کلس سونے سے بنایا گیا ہے جبکہ دالان میں بھی سونے کا کام کیا گیا تھا کہا جاتا ہے کہ مزار مبارک پر بنایا گیا چوبی کٹہرا پہلے سونے اور چاندی سے بنایا گیا تھا

چنانچہ جب نادر شاہ درانی ہندوستان آیا تو پانی پت میں پہنچا حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی عالیشان عمارت کو دیکھ کر اس کی حیرت گم ہوگئی اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا یہ تو قلندر (رحمۃ اللہ علیہ) نہیں تونگر ہے۔اس کے بعد اس نے اپنی تلوار کٹہرے پر رکھ دی۔اس کے لشکری اس کا اشادہ سمجھ گئے اور انہوں نے کٹہرے سے تمام سونا چاندی اُتار کر اپنے قبضے میں کرلیا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی توسیع 1661ء میں مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر کے دور میں کی گئی توسیع ومرمت کے اس کام پر لاکھوں روپے اُس دور میں صرف ہوئے مقبرے کی چوکھنڈی رنگین اور منقش لکڑی سے بنی ہوئی ہے اور اس کے چاروں اطراف دیواروں میں دریچے رکھے گئے ہیں مزار مبارک کے مغربی حصے میں سرخ پتھر سے بنی ہوئی ایک خوبصورت مسجد ہے مسجد کے سامنے ایک حوض ہے مسجد کا صحن وسیع اور کشادہ ہے جس کے درمیان میں ایک کنواں ہے۔مسافروں اور زائرین کی سہولت کے لیے ان کے قیام کی غرض سے بہت سے حجرے بھی تعمیر کیے گئے ہیں۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی جب شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں توسیع کی گئی تو صرف دالان بنانے پر ہی لاکھوں روپے خرچ کردیے گئے دالان کا خوبصورت فرش سنگ مرمر سے بنایا گیا جبکہ دیواریں بیش قیمت پتھروں سے بنوائی گئی تھیں۔سنگ مرمر کے بنے ہوئے آٹھ عالی شان ستون بھی نصب کرائے گئے تھے مزار مبارک کے جنوبی دروازے میں فقراء اور مجذوبوں ودرویشوں کے قیام کے لیے جگہ مخصوص کی گئی ہے۔مزار مبارک کے بائیں کنگرے کے ساتھ ایک چوکھٹا آویزاں کیا گیا ہوا ہے اس پر ایک قصیدہ تحریر ہے جو ایک ہندو شاعر پنڈت امرناتھ آشفتہ نے لکھا تھا۔مزار مبارک کے بیرونی دروازے کے اوپر حافظ شیرازی کا یہ شعر تحریر ہے۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

آپ کے مزار مبارک کے احاطے میں جنوب کی طرف ایک نہایت نفیس

اور خوبصورت جالی دار کٹہرا ہے اس کٹہرے میں مولانا الطاف حسین حالی کی قبر ہے مزار مبارک کے باہر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا نقار خانہ موجود ہے۔آپ کے جن مزارات کا ذکر کیا گیا ہے ان سب پر عقیدت مند حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور آپ کے روحانی فیض سے مستفید ہو کر سکون کی دولت پاتے ہیں۔

تصنیف وتالیف

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ بلند مرتبہ عالم دین تھے کہا جاتا ہے کہ آپ تقریباً بیس سال تک دہلی میں قطب مینار کے نزدیک طالبان علم کو دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کراتے رہے ایک طویل عرصہ درس وتدریس میں گزارا لاتعداد طالبان علم آپ کے علمی فیضان سے مستفید ہوئے اسی دور میں آپ نے تصنیف وتالیف کا کام بھی کیا آپ کو عربی، فارسی اور ہندی زبانوں پر عبور حاصل تھا آپ اشعار بھی عمدہ کہتے تھے آپ کے اشعار میں معرفت وعرفان کے دریا بہتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جس دور میں آپ درس وتدریس میں مشغول تھے تو ایک درویش کی اس بات نے کہ شرف الدین! تو جس کام کے لیے پیدا ہوا ہے اس کو بھول گیا کب تک قیل وقال میں رہے گا۔آپ کی قلبی دنیا میں ایک انقلاب برپا کردیا اس کے بعد مرشد کامل کی بیعت سے مشرف ہوئے پھر مقام قلندر پر فائز ہوئے۔درس وتدریس کے دور میں آپ نے جو تصانیف فرمائیں ان کی صحیح تعداد کے بارے میں متضاد اقوال ہیں مگر درج ذیل تصانیف وتالیفات حضرت شیخ بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہیں۔

(۱) مثنوی کنز الاسرار (۲) رسالہ عشقیہ
(۳) حکم نامہ شرف الدین (۴) مکتوبات بنام اختیار الدین

حضرت شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جو دو مثنویاں منسوب ہیں۔مثنوی کنز الاسرار اور رسالہ عشقیہ اس کے متعلق خزینۃ الاصفیاء کے مولف نے صرف اتنا لکھا ہے:۔

"وسوائے ازیں مثنوی است۔مختصر کہ مخزن رموز توحید ومعارف است"

(ترجمہ: اوراس مثنوی کے علاوہ ہے۔مختصر یہ کہ توحید ومعارف کے اسرار کا خزانہ ہے۔)

1891ء مطابق 1309ھ میں لکھنو سے ایک منظوم رسالہ مثنوی شاہ بوعلی قلندرؒ کے نام سے شائع ہوا تھا۔اگر یہ رسالہ واقعی حضرت شاہ بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے،تو اس کو رسالہ عشقیہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں عشق کے متعلق بہت سے اشعار ہیں۔مثلاً:۔

عشق کو بے بال و پر طیران کند   عشق کو در لامکاں جولان کند
عشق کو تا تاج سلطانی نہد   عشق کو ملک سلیمانی دہد
عشق کو تا چشم دل بینا کند   عشق کو تا سینہ پُر سودا کند
عشق کو تا عقل را زائل کند   عشق کو تا عقل را حاصل کند
عشق کو تا جام مدہوشی دہد   عشق باید تا فرا موشی دہد
عشق وہ تا بے خبر ساز دمرا   یارہ گو بے پاو سرسازو مرا
عشق بایدتا دہد جام شراب   عشق سازد ساغر مے آفتاب

اس میں تقریباً 362 اشعار ہیں۔مثنوی کا آغاز ان اشعار سے کیا گیا ہے۔

مرحبا اے بلبل باغ کہن   از گل رعنا بگوبا ماسخن
مرحبا اے قاصد طیار ما   می دہی ہر دم خبر ازیا ما
مرحبا اے ہدہد فرخندہ فال   مرحبا اے طوطی شکر مقال
در زمان ہفت آسمان راطے کنی   مرکب حرص و ہوارا پے کنی
دمبدم روشن کنی در دل چراغ   ہر نفس از عشق سازی سینہ داغ
ازتو روش گشت فانوس تنم   ازتو حاصل شد مرا وصل صنم
مرحبا اے رہنمائے راہ دین   ازتو روشن شد مرچشم یقین
یافت قالب طینت پاکی زتو   شد پریشان آدم خاکی زتو
مرحبا اے فیض بخش کائنات
یافت ترکیب ازو جود توحیات

مثنوی کا خاتمہ ان اشعار پر ہوتا ہے:۔

یاالٰہی چشم بینائی بدہ   در سرم از عشق سودائی بدہ
آتش انگن در دلم مانند طور   شعلہ برغیز دوگردو زنگ دور
سالہا شداز تو می خواہم ترا   حاجتم راچون نمی ساز روا
ازلسان الغیب این گردد نوید   ازور تو کس نہ گشتہ ناامید
ہر کہ بردرگاہ تو رو آورد   ناامید ازدرگہ تو چون رود
ہر کہ آید بردرت امیدوار   شاہد مقصود یابد درکنار
اے خدائے من بحق مصطفےٰ ﷺ   ازطفیل حرمت آل عبا
روز محشر دار با آل رسول ﷺ   ازطفیل مقبلان گرددقبول

حکم نامہ شرف الدین کے بارے میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی تحریر کرتے ہیں۔

''ورسالہ دیگر درعوام الناس شہرت دارد کہ اوراحکم نامہ شرف الدین می گویند۔ ظاہرآنست کہ آن ازمخترعات عوام است۔'' (ترجمہ: ایک اور رسالہ عوام الناس میں مشہور ہے۔اسے حکم نامہ شرف الدین کہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ بات عوام الناس کی خودساختہ ہے۔)اس کا ایک نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے۔

مکتوبات بنام اختیار الدین کے متعلق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں۔

''وراکمتوب است بزبان عشق ومحبت مشتمل برمعارف حقائق توحید وترک دنیا وطلب آخرت ومحبت مولے جملہ آن بنام اختیار الدین مہ گوید۔''

(ترجمہ: اس کا ایک مکتوب عشق ومحبت کے پیرائے میں اختیار الدین کے نام ہے جو توحید،ترک دنیا،طلب آخرت اوراللہ کی محبت کے متعلق حقائق ومعارف سے لبریز ہے۔)مفتی غلام سرور''خزینۃ الاصفیاء''میں لکھتے ہیں۔

''مکتوبات دی کہ بنام اختیار الدین مرید خود تحریر کرداہ است۔ کتابے است جامع علوم توحید۔'' (ترجمہ: آپ نے جو مکتوبات اپنے مرید اختیار الدین کے نام لکھے۔ وہ کتابی صورت میں ہیں اور علوم توحید کے جامع ہیں۔)

سلطان شمس الدین التمش کے شاہی حاجب کا نام بھی اختیار الدین تھا۔ شاید یہ مکتوبات اسی کے نام ہوں۔ ان میں سے چند مکتوبات یہ ہیں۔

''اے بھائی! جب تم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت شروع ہو جائے۔ تم میں جذبہ پیدا ہونے لگے اور تم کو تم سے دور کیا جائے، تو گویا تم میں عشق کا آغاز اور تم پر حسن کا جلوہ ظاہر ہو گیا۔ اور جب تم کو حسن کا مشاہدہ ہو جائے تو معشوق کو پہچانو اور عاشق بن کر معشوق ہو جاؤ۔ اور جب عاشق بن کر معشوق ہو گئے تو اسی طرح کام کرو۔ معشوق کی سنت اور عاشق کے فریضہ کو قائم رکھو۔ اس وقت معشوق کو عاشق کے ذریعہ سے پہچان لو گے۔

اے بھائی! معشوق کو تمہاری ہی صورت میں پیدا کر کے تمہارے درمیان بھیجا گیا ہے۔ تا کہ براہ راست وہ تم کو دعوت دے۔ اے برادر! خدائے عزوجل نے بہشت ودوزخ کو پیدا کیا اور اس کا حکم ہے کہ دونوں پُر کیے جائیں گے۔ معشوق کو عاشقوں کے ساتھ بہشت میں جگہ دی جائے گی اور شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوزخ کو پُر کرے گا۔ بہشت ودوزخ میں عاشقوں کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ دونوں عاشق ہی کے حسن سے پیدا ہوئے ہیں اور دونوں مقام غیر نہ ہوں گے۔ بہشت دوستوں سے وصال کا مقام ہے۔ دوزخ دشمنوں کے لیے جائے فراق ہے۔ یہ فراق کافروں اور منافقوں کو حاصل ہوگا۔ اور وصال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور دوستوں کو نصیب ہوگا۔

اے بھائی! چشم دل کو کھولو اور اچھی طرح سے دیکھو۔ اور یہ جانو کہ عاشق نے اپنے عشق سے تمہارے لیے کیا کیا چیزیں اور کیا کیا تماشے کئے ہیں۔ اپنا حسن ایک درخت

میں منتقل کر دیا ہے اور گونا گوں میوے پیدا کئے۔ ہر میوہ میں علیحدہ مزہ رکھا اور اس درخت کو نہ اپنی ذات کی خبر اور نہ اسے پھول کی خبر اور نہ اپنے میوہ کی خبر ہے۔ گنا تمہارے لیے پیدا کیا اور اس کو شکر کی خبر نہیں۔ مشک کو ہرن کی ناف میں رکھا، جو تمہارے لیے ہے۔ اور ہرن کو مشک کی کوئی خبر نہیں۔ گائے سے عنبر کو تمہارے لیے پیدا کیا اور گائے کو عنبر کی خبر نہیں۔ زباد کو بلی سے تمہارے لیے پیدا کیا اور بلی کو زباد کی خبر نہیں۔ کافور کو تمہارے لیے درخت سے پیدا کیا اور درخت کو کافور کی خبر نہیں۔ صندل کو تمہارے لیے پیدا کیا اور صندل کو اپنی خبر نہیں۔

اے بھائی! عاشق ہو جاؤ اور دونوں عالم کو معشوق کا حسن جانو اور اپنے آپ کو معشوق کا حسن کہو۔ عاشق نے اپنے عشق سے تمہارے وجود کا ملک بنایا تا کہ اپنے حسن و جمال کو تمہارے آئینہ میں دیکھے اور تم کو محرم اسرار جانے اور ''الانسان مصری'' (انسان میرا بھید ہے) تمہاری شان میں آیا ہے۔ عاشق ہو جاؤ تا کہ حسن کو ہمیشہ دیکھو اور دنیا و عقبیٰ کو پہچانو عقبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے اور دنیا شیطان کی ملکیت ہے۔ دونوں میں معلوم کرو کہ تمہارے لیے کس کو پیدا کیا ہے۔ اے بھائی! نفس کو اچھی طرح پہچانو۔ جب تم نفس کو پہچان لو گے تو دنیا کو بھی پہچان سکو گے۔ اور اگر روح کو پہچان لو گے تو عقبیٰ کو پہچان لو گے۔ اے بھائی! دنیا کفر میں جو حسن رکھا گیا ہے، عاشق جانتے ہیں۔ کہ اس نے (یعنی حسن نے) کفر کو اپنے عاشقوں کے سامنے کس قدر آراستہ کر دیا ہے جو دنیا کا عاشق ہے اس کا معشوق کفر کا حسن ہے۔ اے بھائی! تم جانتے ہو کہ حسن کا جو غمزہ کفر میں رکھا گیا ہے۔ اس نے کس قدر پر لطف تیر دنیا والوں پر مارا ہے اور ان کو اپنا عاشق بنا لیا ہے۔

اے بھائی! اپنی جستجو میں رہو اور اپنے آپ کو پہچانو۔ جب تم اپنے نفس کو پہچان لو گے، تو عشق کو بھی جان سکو گے اور جب عشق کو اپنے حسن پر دیکھو گے تو کل اللسان کی کیفیت اپنے میں پاؤ گے۔ عاشق ہو جاؤ اور معشوق کو اپنی گود میں دیکھو اور حسن کو اپنے دل کے آئینے

میں معائنہ کرو۔

آں شاہد معنی کہ ہمہ طالب اوئند ہم اوست کہ از چادرِ تو ساختہ سر پوش

در بادیہ ہجر چرا بند بما نیم درعین وصالیم نگار است در آغوش

ترجمہ: وہ حقیقی محبوب کہ تمام لوگ اس کے طالب ہیں، وہی ہے جس نے تمہارے وجود کی چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ رکھا ہے۔ ہم ہجر کے صحرا میں کیوں بند رہیں۔ ہم عین وصال کی حالت میں ہیں اور محبوب بغل میں ہے۔

اے بھائی! قند کا ایک گولہ لاؤ اور اس سے سو گولے بنالو۔ ہر گولہ سے ایک صورت بناؤ اور ہر صورت کا ایک نام رکھو۔ بعض کو ہاتھی کہو تو قند کا نام جاتا رہے گا اور صرف وہ صورت باقی رہے گی۔ جب کل صورتوں کو توڑ کر قند کا گولہ بنالو تو قند کا نام پھر ظاہر ہو جائے گا۔

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

اے بھائی! یہ نہیں معلوم کہ ہم لوگوں کو کس لیے پیدا کیا گیا۔ اور ہم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ لیکن خیال ہمیشہ فکر کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ کبھی فکر ہمارے دل کے آئینہ کو آراستہ کر دیتی ہے اور عاشق کے سامنے معشوق کو ظاہر کرتی ہے۔ اور عاشق کا وہ حکم جس کو معشوق نے پہنچایا ہے۔ عاشق کے فرض اور معشوق کی سنت کے مطالعہ میں بجالاتی ہے۔ عاشق کے عشق اور معشوق کے حسن سے باطن کو معمور رکھتی ہے اور حسن کے تماشہ سے عاشق اپنے ظاہر کو بھلا دیتا ہے اور اپنے باطن کے تماشہ میں مصروف ہو جاتا ہے تا کہ عاشق کا حکم جس کو معشوق سے پہنچایا ہے۔ نافذ ہو جائے۔ اے بھائی! کبھی خیال نفس کا دوست ہو جاتا ہے اور حال خیال کے ساتھ متحدہ ہو کر دنیا کی روزی طرف لے آتا ہے۔ خیال دنیا کی آرائش نفس کو دکھلاتا ہے اور اس کے شوق میں اس کو پریشان کرتا ہے۔ اور اس کو یعنی نفس کو

معشوق کے دروازے پر پھراتا ہے۔ ہر دروازہ پر ذلیل کرتا ہے اور (نفس) شوق اور آرائش کی آسائش کی وجہ سے اس ذلت سے واقف نہیں ہوتا اور باز نہیں آتا اور یہ نہیں سوچتا کہ دنیا نے کسی کے ساتھ نہ وفا کی ہے اور نہ وفا کرے گی۔ نہ اس کو (نفس کو) موت کی فکر ہوتی ہے کہ وہ دفعتہً آ کر اس کو فنا کر دے گی۔ دنیا کی آرائش کا حسن دنیا کے عاشقوں کو اپنے عشق میں ایسا بے خبر کر دیتا ہے کہ نہ اس کو اس دنیا کی خبر ہوتی ہے جس کو انہوں نے معشوق بنایا ہے۔ اس کی بھی ان کو خبر نہیں ہوتی کہ اگر دنیا ختم ہو جائے گی، تو کیا واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ اور نہ عقبیٰ کی خبر ان کو ہوتی ہے کہ ان کے سامنے کیا مہم درپیش ہے۔ اے بھائی! سوچو کہ تمہارے سامنے ایک مہم درپیش ہے اور تم نے خیال اور فکر کو اپنا مونس بنایا ہے۔ خیال کی نسبت ہوش رکھو کہ وہ نفس کا دوست ہو گیا ہے۔ اے بھائی! کچھ معلوم نہیں کہ خیال اور فکر کیا حال پیدا کریں۔ جب وہ (حال) تم کو نظر آئے گا، اس وقت تم کو معلوم ہوگا کہ یہ قسمت میں لکھا تھا کہ تمہارے سامنے آیا۔ اے بھائی! میں نہیں جانتا ہوں کہ میں کیا کروں اور مجھ سے کون سا کام بن پڑے گا اور کیا میری زبان سے نکلے گا۔ زبان اللہ کی قدرت میں ہے۔ اگر تم پر خدا کا فضل ہوا تو تمہاری زبان سے وہ بات نکلے گی، جو دونوں جہاں کو پسند ہوگی۔ اے بھائی! اس قدر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے تم کو پیدا کیا اور اپنی مشیت سے باقی رکھتا ہے۔ ”یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید“ (یعنی جو کچھ اس نے چاہا، اس کو کیا اور جو کچھ چاہتا ہے، کرتا ہے، کسی کو اس کی مشیت میں دخل نہیں)“

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ان مکتوبات سے بخوبی طور پر قاری کو اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کی باتیں علم و حکمت پر مبنی تھیں اسرار و رموز کے خزانے ان میں پوشیدہ ہیں جو دلوں پر اثر کرتے ہیں انسان کو اس کی اپنی پہچان کرنے کا درس ان سے ملتا ہے انسان کی پیدائش کا جو اصل مقصد ہے اور اس دنیا میں انسان کا جو اصل کام ہے اس کے

متعلق بڑی خوبصورتی اور حکمت بھرے انداز میں آگاہی ملتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ توحید کے اسرار و رموز سے خوب اچھی طرح آگاہ تھے اللہ رب العزت کا خصوصی فضل و کرم آپ پر تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر علوم کے دروازے کھول رکھے تھے یہی وجہ تھی قطب مینار دہلی کے نزدیک واقع مدرسہ میں ایک مدت تک درس و تدریس کے ذریعے طالب علموں کو فیضیاب کرتے رہے۔

کلام حضرت بُوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

"مترجم بہ نظم اُردو"

ات درسینہ ما جلوۂ جانانہ ما   بت پرستم دل ماست صنم خانہ ما

ترجمہ: میرے سینے میں جب جلوۂ جاناں ہوا
بت پرست دل میرا ہوا پھر میں نے اُس کو پایا

اے خضر چشمہ حیواں کہ براں مے نازی   بود یک قطرہ زدُرد پیمانہ ما

ترجمہ: جس چشمے کا فخر دکھائے خضرت ہمیں
وہ ہمارے پیالے کا ایک قطرہ بھی نہیں

جنت و نار پس ماست بصد مرحلہ دور   مے شتابد بہ کجا ہمت مردانہ ما

ترجمہ: ہے کئی ہزار میلوں دور جنت دوزخ
واہ واہ ہماری ہمت کہ ہر قدم رکھیں ان پر

جہد از جائے وفتد برسر افلک بریں   بشنود عرش اگر نعرہ مستانہ ما

ترجمہ: اک بار گر سنے عرش ہمارے دیوانے نعرے
سو جوش محبت میں گرے اندر قطرہ قطرہ

ہچو پرانہ بسو زیم بسازیم بعشق   اگر آں شمع کند جلوہ بکا شانہ ما

ترجمہ: اگر دلبر ہمارے گھر میں آئے
دیوانہ دل پروانے کی طرح خوشی منائے

مابنا زیم بتو خانہ ترابسپارم   گر بیائی بشب وصل تو در خانہ ما

ترجمہ: ہنس کر کہنے لگا سن کر گریہ زاری
بوعلی تو خود ہے عاشق کسی کے عشق میں ہو

نقاب از روئے خود چواں افگندآں شمع محفلہا   بسوز وچوں پر پروانہ ہم جانباؤ ہم دلہا

ترجمہ: نوری مکھڑے سے جس دم نقاب اتارے
کئی ہزار جانیں جل جائیں اور روئیں

چہ مے پرسی تواے مجنوں رہ ورسم طلب از ما   کہ ماطے کردہ ایم از عاشقی صد گونہ منزلہا

ترجمہ: کیا عشق متعلق پوچھتے ہو اے عاشق متوالے
عشق میں ہم نے ہزاروں منزلیں طے کیں

بجز عجز و نیاز آنجائے پرسند چیز ہے!   بفیض خاکسار یہاتواں حل کرو مشکل ہا

ترجمہ: ناچیز اور مسکینی کے بارے میں کچھ نہ پوچھو
وہاں عجز و نیاز کے ساتھ حل ہوں مشکلیں بھائی

بدل شمع حرام وادی چرا سوئے حرم پوئی   چو یار اندر بغل داری چہ سود از قطع منزلہا

ترجمہ: نوری کعبہ دل میں رکھ کر تم چل چل کر ہار گئے
رکھ کر تصور یار دل میں تم اُس کو ہر وقت تکتے

شرف حسن ازل بینی بچشم جان دل ہردم   عیاں درجلوت جانہا نہاں در خلوت دلہا

ترجمہ: اے شرف حسن ازل ملے گا ہمیشہ ہمارے دل و جان سے
ظاہری طور پر جان سے اور باطنی طور پر دل سے

ساقئے ماز شراب کہنہ پرکن جام را   خاک برسرکن چو بینی زاہدان خام را

ترجمہ: ساقی ہم نشے کے پرانے عادی ہیں ہمارا جام بھردے
مٹھی بھر خاک ڈال کر زہد و ریاضت کو دل سے نکال دے

عاشق بے ننگ و نامم نعرۂ جوش مے زنم   من نخواہم ننگ راؤ من بخویم نام را

ترجمہ: اپنا ننگ و ناموس بالائے طاق رکھ کر میں ماروں نعرے مستانے
مجھ کو نام ونشاں کی ضرورت نہیں میں تو مستانہ عاشق ہوں

آں شہباز روزے ازہو آید بزیر   دانہ افشاندم بخاک و مے کشایم دام را

ترجمہ: الفت و محبت لٹا کر ہم جال محبت میں پھنس گئے
تب کہیں وہ شہباز ہمارے در پر آیا

ابد خیز درودر حلقہ اہل ریا   لائق صحبت وُ زندان مے آشام را

ترجمہ: اے زاہد و عابد تو جا کر علم والوں میں بیٹھ
ہم مستانوں کی صحبت میں آکر تم نے کیا لینا ہے

نگنجد بوعلی ہرگز خدا اندر خودی   تو ہمیخواہی بری در کعبہ باز اصنام را

ترجمہ: خداوند کو لالچ نہیں بھاتا
اور تو بوعلی، بتوں کو بار بار کعبے نہ لے کر جا

اگر ہم شبے ناگہ من آں سلطان خوباں را   سراندر پائے وے آرم فدا سازم دل وجاں را

ترجمہ: اگر کبھی کبھار، وہ پیارا میرے خواب میں آئے
میں اپنے دل و جان تک قربان کر ڈالوں

روزم آتش در دل بسوزم قبلہ عالم   پس آنگہ قبلہ سازم من آں ابروئے جاناں را

ترجمہ: اپنے دل میں آگ محبت جلاؤں اور دل کا محور جلادوں
اور پھر دوبارہ اس دل کو عیش و امن کا گہوارہ بنادوں

یا ساقی کہ روئے تو مرا شمع حرم باشد   بگر دم گرد میخانہ ببوسم پائے مستاں را

ترجمہ: آساقی تیری چمک سے یہ دل بھی چمکے
میرے دل گردے تیری یاد میں تڑپتے ہیں

دل وجاں کردہ ام نذر بتاں اکنوں ہمیخواہم   کہ گر یابم خریدارے فروشم دین وایماں را

ترجمہ: دل و جان ہم نے بتوں کی نذر کیا
اب جو خریدنے آؤ تو ہم دین ایمان بھی فروخت کردیں گے

یم ز آتش دوزخ نہ پروائے جناں دارم   منم شوریدۂ جاناں نخواہم حور و غلماں را

ترجمہ: دوزخ سے میں ڈرتا نہیں اور جنت بھاتی نہیں
میں عاشق مست دیوانہ ہوں مجھے حوروں سے سروکار نہیں

چہ گفتی ایں سخن کفر است اگر کوئی شوی کافر — بروائے واعظ ناداں چہ دانی سرمستاں را

ترجمہ: کسی کو کافر کہنا ، بڑا کفر ہے
اور اے واعظ تو میرا بھید نہیں پاسکتا

شرف بربند لب از گفتن اشعار رندانہ — شکا یتہا است از اشعار تو گبرو مسلماں را

ترجمہ: شرف پیارے مستانوں والی باتیں نہ کر
تیری باتیں سن سن کر مسلمان بھاگ گئے ہیں

بنازم چشم آں عزلت نشیں را — کہ وار و سرمہ عین الیقین را

ترجمہ: وہ آنکھ جو سچے یقین کا نوری سرمہ رکھتی ہے
فخر کروں میں اس پر، وہ ہے خاص الخاص حضوری

زہے چابک سوار ان طریقت — بجنگ نہ فلک بستند زیں را

ترجمہ: واہ واہ شاہ سوار جنھوں کے دل میں راز الٰہی
آسانی جنگ کی وجہ سے انہوں نے دل کو مہمیز لگائی

ازاں سرے کہ با محبوب دارم — خبر بنو و کراماً کاتبین را

ترجمہ: جوراز نیاز ہمارے اپنے خالق حقیقی کے ساتھ ہیں
وہ کراماً کاتبین کیسے جان سکتے ہیں

چو من در کوچہ جاناں نشستم — چہ خواہم کرو فردوس بریں را

ترجمہ: جب سے میں نے کوچہ دلبر میں ڈیرہ لگایا
تب سے فردوس بریں کی ضرورت نہیں

اگر ایک شعلہ خیز واز دل ما — بسوزد شہپر روح الامین را

ترجمہ: اگر میرے دل سے عشق کا ایک شعلہ بھی باہر آجائے
تو جبریل فرشتے کے پَر تک جل جائیں

...ازیک نعرہ مستانہ خویش — بجنبش آورم عرش بریں را

ترجمہ: عشق کے ایک نعرے سے عرش بریں کی جڑیں ہلادوں
اپنے جوشِ محبت سے عرش کو پانی کی طرح بہادوں

...لندر بو علی آزاد گشتم — ندانم رسم وراہ کفرو دیں را

ترجمہ: بو علی قلندر دین و ایمان سے فارغ ہوچکا
کفر سے بھی پاک ناپاک سے بھی اور اس اسلام سے بھی

...م شرح کمال تو نگنجد بہ گمانہا — ہم وصف جمال تو نیاید بہ یانہا

ترجمہ: انسانی وہم و خیال سے مبرا ہے ذات تیری
عقل ، ذکر و فکر سے باہر خوبی تیری

...ک واقف اسرار نبود کہ بگوید — از ہیبت راز توفروبستہ ربانہا

ترجمہ: تیرے اسرار کا جگ میں کوئی نہ واقف پیارے
پھر بھی دہشت راز تیرے کی ہر ایک پر ہے پیارے

...ا مرحلہ در مرحلہ رفتن نتوانیم — درواد ئے توصیف تو بگسستہ عنانہا

ترجمہ: کچے راستے میں چل نہ سکوں تو بھی ساتھ ہو دلبر
تیری صفت کے جنگل میں تمام راستے مشکل ہیں

...سن تو عجیب است جمال تو غریب است — حیران تو دلہاؤ پریشان تو جا نہا

ترجمہ: آپ کے حسن کا اور نورانی صورت کا کیا کہنا
لاکھوں دل و جان اس کا نظارہ کر کے حیران بیٹھے ہیں

...یزے نبود جز تو کہ یک جلوہ نیاید — گم در نظر ماست یکنہاؤ مکانہا

ترجمہ: ہر شے تیری نظر کرم سے ہمیں عطا ہے
دونوں جہانوں میں تیرے کرم بغیر ہمارا کچھ بھی نہیں

یک ذرہ ندیدیم کہ نبود زتو روشن — جستیم ز اسرار تو درد ہر نشانہا

ترجمہ: تیرے نور کے علاوہ دنیا میں اور کوئی نور نظر نہ آیا
تلاش بہت کیا اور تجھے ہر دل میں پایا

یک تیز نگاہت راہسر نتواں شد — صدتیر کہ برجستہ ز آغوش کمانہا

ترجمہ: تیرے علاوہ جہانوں پر کوئی سمیع نہیں
چاہے کوئی تیری خدائی کا شریک بنے مگر بے اثر ہے

دارو شرف از عشق اے فتنہ دوراں — در سینہ نہاں آتش دور حلق فغانہا

ترجمہ: تیرے عشق میں شرفؔ قلندر اے فتنہ دوراں
سینے میں چھپا کر آگ رکھی اور ظاہر میں صرف دنیاوی شور ہے

درپے آزارِما ہرگز نباشد یار ما — یار ماں آں گوکہ نبود درپے آزارِما

ترجمہ: ہمارا دوست ہمارے دکھ میں ہرگز راضی نہیں
دوست کے بغیر دل دکھ برداشت نہیں کرسکتے

در دل ماگر بود مسجود و ما مسجد رویم — بہتر از ہیکارئے مانیست ہرگز کارما

ترجمہ: اگر مسجود دل میں گھر کر لے تو روز مسجد جاؤں
پھر تو ہمارے بے کاری بھی کاموں سے اچھی ہے

ماحریم کعبہ مے دانیم کوئے یار را — واعظ ناداں ندانی شمہ از اسرارما

ترجمہ: خانہ کعبہ ہمارا جو کوچہ ہے دلبر کا
اے واعظ ناداں نہ جانے تو اسرار سجن کا

آنکہ نامرد است نبود قیمتش در عاشقاں — جاں فروشی رار واجے ہست در بازارما

ترجمہ: جو نامرد ہو بیچ مردوں کے اس کی قیمت نہ کوئی
جان ایمان بیچنے والے کو یہاں اہمیت ملے نہ کوئی

تاز یادش رفتہ ایم از خود فراموشیم ما — اکاش و دریاو آور دما را فرامش کارما

ترجمہ: اپنا آپ جلا دینے کے بعد بھی دلبر نظر نہ آوے
افسوس! کبھی تو ہمارا دلبر ہمیں یاد کرلیوے

کرد بامایار ما عہد وفاؤ اتحاد — بعدازیں ہرگز نخواہد طالع بیدارما

ترجمہ: ہمارے دلبر کا ہمارے ساتھ عشق ومحبت کا اقرار ہے
اب خوشی قسمت یا بدقسمت والی بات ہی نہیں رہی

از بحر و جیم از تیغ نگاہ او شرف — بوئے خوں مے آیدار گفتار واز کروارما

ترجمہ: ساجن کی نظر شرف قلندر پر پڑی تو وہ زخمی ہوگیا
اور اُس کی بات سننے کے بعد تو خون کے فوارے ہی چھوٹ گئے

جلوہ آں شوخ بے پروائے ما — مے رو داز جسمہا جانہائے ما

ترجمہ: میرے شوخ و چنچل یار نے جب جلوہ دکھایا
ہماری جان نے ہمارے وجود سے باہر آکر دم لیا

گاں گردوں کر شود در لحظہ — بشنود گر ہے و ہاہائے ما

ترجمہ: میں اپنی دلی بات ایک لحظے میں محبوب کے گوش گزار کردوں
اگر آسمان کبھی سن سکے میرے دل کی فریاد

اے خیال توز پنہاں در گذشت — مے نگنجد دو دل دانائے ما

ترجمہ: تیرا تو خیال ہی ہمارے وہم وگماں سے باہر ہے
اب ہمیں تیرا علم سمجھ نہیں آتا

ابدا زہر ذرہ دشت وجود — جلوہ اش در دیدہ بینائے ما

ترجمہ: دو جہانوں کے ہر ذرے میں تو ہی تو نظر آئے
ہماری آنکھوں میں تو ہمیں اپنا آپ دکھاتا ہے

روز خیم امروز از نار فراق — بیں چہ خواہد بودور فردائے ما

ترجمہ: تیرے عشق میں ، میں دوزخ کی طرح تپ گیا
تیرے غم میں اب تو یہ بھی نہ یاد رہا کہ اب کیا ہوگا

ماچو مجنوں در بیاباں میر و م — ہست در محمل نہاں لیلائے ما

ترجمہ: مجنوں کی طرح جنگل میں ، میں بھی ڈیرہ لگاؤں
اور لیلیٰ کی طرح میں بھی کچے گھڑے سے پار جا لگوں

ساقیے ما مے کندور ساعتے از شراب شوق پر مینائے ما

ترجمہ: میرے ساقی نے ہمیشہ مجھے پر نظر کرم کی
اور محبت کے جام بھر بھر کر پلائے

مے نگر و وکس زو حشت گروما مے گریز و خلق از سو دائے ما

ترجمہ: لوگ مارے وحشت کے ہم سے دور بھاگیں
دیوانہ پاگل سمجھ کر خلق خدا ہمارے اردگرد پھیرے لگائے

جائے ما آنجا کہ نبود ایں جہاں در جہاں ہرگز نباشد جائے ما

ترجمہ: اس جہاں میں ہمارے لائق کوئی بھی جگہ نہیں
ہمارے رہنے کی وہ جگہ ہے جہاں یہ جہاں نہیں

ہرکہ او ارنی بگوید بشنود لن ترآنی چہرۂ زیبائے ما

ترجمہ: بول اٹھا جو رَبِّ اَرِنِــی وہاں اُس نے پایا
لَـنْ تَـرانِـیْ سُن کر اُس کو دلبر نظر آیا

از خیال چہرۂ پر نور او مے رود تاریکئے شبہائے ما

ترجمہ: ذکر فکر دلبر میں ، جیسے کہ چاند آسمانی
اُس کی روشنی سے ہمارے کالے دل کی دور ہو حیرانی

اے خوشا عشق مسیحائے کہ او شد طبیب جملہ علت ہائے ما

ترجمہ: میں قربان اس عشق کے جس نے عیسٰی کی طرح آ کر
دل کی ساری بیماریاں نظرِ کرم سے دور کر دیں

مے زنیم ایں نعرۂ خوش مے زنیم شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

ترجمہ: میں تو جوش سے یہی ایک نعرہ ماروں
کہ میرا عشق سائیں سدا عیش میں رہے

بر دل ما عشق نشتر مے زند مے چکد خوں از ہمہ رگہائے ما

ترجمہ: ہمارے دل کو عشق ہمیشہ تیر مار کر جگائے
رگ رگ میں سے خون محبت ٹپ ٹپ باہر آئے

شیشہ را بگداز دوہم جام را التہاب وگرمے صہبائے ما

ترجمہ: ہمارے شیشہ جسم کو پانی کی طرح کرے
عشق والی گرمی اسے بہائے لے جا رہی ہے

بو علی مولائے علی بو علی با شد علی مولائے ما

ترجمہ: بو علی ہے والی ہمارا شاہ علی اسد اللہ
اِدھر اُدھر شاہ علی ہے مگر کامل ذات ہے صرف اللہ

ذرہ ذرہ شد منور چوں کشید از رخ نقاب آں جمال بیحجاب آورد بروں چوں آفتاب

ترجمہ: نوری مکھڑے سے جس دم دلبر نے برقعہ اُتارا
ذرہ ذرہ روشن ہوا سورج باہر آیا

بردو صد پردہ را گر بر رخ او افگند حسن بے پروائے او ہرگز نماند در حجاب

ترجمہ: اگر اُس کے مکھڑے پر کوئی سو سو پردہ ڈالے
پھر بھی اُس کے حسن کی تاب نہ لائی جائے

نازم ایں شرم و حیا را کاں جمال دلفریب عاشقاں را در شب ہرگز نمے آید بخواب

ترجمہ: میں قربان اس شرم و حیا سے جو دلبر کرے
خواب میں آ کر اُس نے منہ سے برقعہ نہ اتارا

در جناں بینی رخ جاناں بدیں چشم حریص ایں خیال خام اے زاہد بود نقشے برآب

ترجمہ: لالچی اکھیوں کے ساتھ اے زاہد جنت میں بھی جا کے
رب نہ ملے گا ایسے بیٹھے بٹھائے خام خیال کے ساتھ

از خمار زہد و تقویٰ سرمرا باشد تہی من کہ از خمخانہ وحدت ہے نوشم شراب

ترجمہ: زہد ریاضت والی مستی سر میرے میں نا ہیں
وحدت کے میخانوں سے پیا نشہ جب کا ، سائیں

غرق بحر عشق اویم گر کنم قصد نماز　　گسترم سجادہ برآب رواں ہم چوں حباب

ترجمہ: بحر محبت میں ڈوب کر اگر نماز کا قصد کروں
بلبلے کی طرح پانی پر جائے نماز دھروں

جز خلوص و عجز آنجا مے پسندا ے شرف　　زاہد از رہد ریائی مے نگردو کامیاب

ترجمہ: شرف نیاز محبت کے بعد وہاں کوئی نہ پوچھے
ریاکاری کے زہد میں کیسے مقصد مل سکتا ہے

اے شرف خواہی اگر وصل حبیب　　نالہ مے زن روز و شب چوں عندلیب

ترجمہ: وصلِ سجن اگر تو چاہے اے شرف پیارے
تو دن رات بلبل کی طرح مار سو سو نعرے

من مریض عشقم واز جان نفور　　دست برنبض من آرو چوں طبیب

ترجمہ: میں ، بیارِ عشق نے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو دیئے
میری نبض کو طبیب کی طرح ، دلبر پکڑ کر کھڑا ہے

رسم و راہ ماندہ اندہر کہ او　　در دیار عاشقی ماند غریب

ترجمہ: پیارے، راہِ دستور یہاں کوئی نہ جانے
جس نے محبت کے سلسلے میں غیروں کا ہاتھ پکڑا

شریب دیدار دل داراں خوش است　　گر نصیب شد مانبا شد یا نصیب

ترجمہ: شوقِ وصل بہتر ہے اگر ہاتھ آوے
اگر نصیب نہ ہو تب بھی با قسمت کے ہاتھ آوے

ما ازود وریم دو رائے والے ما　　ازرگ جان است او مارا قریب

ترجمہ: خود ہی دور ہے وہ ہاں ، ہائے افسوس جدائی
یا شاید وہ شہ رگ کی طرح نزدیک تھا ہم ہی قریب نہ تھے

برسرم جنیدہ تیغ محتسب　　درد لم پوشیدہ اسرار عجیب

ترجمہ: تلوار پکڑا کر اُس نے ہمارے سر پر کوتوال بٹھایا
ہمارے دل میں ہزاروں بھید رکھ کر پردہ ڈالا

بو علی شاعر شدی ساحر شدی　　ایں چہ انگزیزی خیالات غریب

ترجمہ: جادو گر ہو شاعر ہو یا ہو شرف الدین قلندر
یہ کیسے وہم خیال اٹھاتا ہے تو ہر دم دل کے اندر

وادی چرا بقامت زیبائش روئے خوب　　گر دیدنش گناہ بودا ے غافر الذنوب

ترجمہ: اگر گناہ دیکھنا تھا تو اُس خوب روئی کا کیا فائدہ
سوہنے قد کاٹھ پر شکل لٹیری کیوں بنائی پیارے

گر عیب من ہمیں کہ شدم مبتلائے عشق　　خواہم فزوں کند عیوماً علے العیوب

ترجمہ: اگر عشق میں پھنسنا میرا عیب ہے
تو اللہ کرے میں اس عیب میں ہمیشہ وھنسار ہوں

اہل ملامتم نہ شکیم زطاعنان　　لم رقت القلوب اوان شقت الجیوب

ترجمہ: لوگوں کی ملامت سے یہ دل بھرتا نہیں
چاہے پُرزے پُرزے ہو جائے پھر بھی صبر نہیں عشق میں

آں گو ہر م زبحر جمال قلندری　　کس جوہری نبود مگر عالم الغیوب

ترجمہ: میں دلبر کے دریائے حسن و جمال کا ایک سچا موتی ہوں
اور میرا جوہر خود دلبر ہے

برکش نقاب از رخ آتش جمال خویش　　اے ازروح تو اُو قدتِ النّار فِي القلوب

ترجمہ: جوشِ آتش جمال میں آخر دلبر نے برقعہ اتارا
اور ہمارے دل میں محبت کی آگ مزید بھڑکا دی

طال الفراق واحترقت لِيْ ترائبٌ　　من كربة التعشق يا كاشف الكرُوب

ترجمہ: مدت سے فرقت میں سانس جل بجھ کر کوئلہ ہوگیا
تو نظر کرم کی کر کیونکہ دل جل گیا جل جل کر

من از شمائل تو چناں غرق حیرتم کز جانب شمال ندانم ہے جنوب

ترجمہ: تیری خوبیوں نے ہمیں حیرت کے دریا میں ڈبا دیا
اس دریا کا اتار چڑھاؤ ہمیں سمجھ نہیں آتا

تخمے کہ کاشت بوعلی اندرولش زعشق تو بر شگاف ونخل کن اے خالق الحبوب

ترجمہ: بوعلی کے دل میں جو تم نے تخم عشق لگایا
اُسے خدا نے پال پوس کر گلستان بنا دیا

دیہیم خسروے بر مانعل استر است خسرو کسے کہ خلعت تجرید ور براست

ترجمہ: گدھے کی دم کی طرح ہمیں تاج شاہانہ
فرقہ وحدت جس کو سجا وہ ہے شاہ زمانہ

سیمرغ وار روے نہفتم بقاف عشق گز بر دو گون دانہ روحم نہ درخواست

ترجمہ: سیمرغ کی طرح بیٹھا قاف عشق میں چھپکے
اِدھر اُدھر رزق نہ پایا تھک گیا تلاش کرکر کے

وحدت و رائے کنگرہ کبریا کشد کو عارفے کہ منظر او عرش اکبر است

ترجمہ: عرش بریں پہ وحدت، رب کے پاس بٹھائے
کہاں ہے وہ عارف جو نت عرشوں پہ جائے

گفتم بعلم و عقل بہ ملکے دگر شوم ملکم زعلم وعقل چو دیدم بروں تر است

ترجمہ: خواہش تھی کہ ملک قدس میں علم عقل لے جاؤں
گرگیا وہاں علم، عقل کو چکر میں پھنسائے

مائیم کوئے عشق وخرابات بے خودی ویں رسم وسیر تیست کہ خاص قلندر است

ترجمہ: میں ہوں عشق اور دیوانہ یا یہ عشق و یرانہ
دیوانوں، مستانوں کی وجہ سے ہے یہ دین مذہب مستانہ

لہ خدائے علم لدنی بہ عاشقاں کیں علم وحشی و دری محقر است

ترجمہ: علم لدنی عارفوں کی وجہ سے بخشا ذات الٰہی
رسمی علم عقل، جو بظاہر بڑی ہے گمراہی

درس شرف نبود از الواح ابجدی لوح جمال دوست در اور برابر است

ترجمہ: شرف قلندر تے ب پ والی تختی سے سبق نہ پڑھا
نقشہ حسن جمال ماہی کا ہمیشہ دل میں بھرا

ور دیدہ تاخیال جمالت مصور است ملک دو عالم بعنایت مقرر است

ترجمہ: جب سے نقش جمال تیرے کا آنکھوں میں سمایا
یہاں وہاں دو جہاں میں حکم اپنا میں نے پایا

تانقش پیکرے تو بچشم شعاع زد پیوستہ نور پاک فدایم برابر است

ترجمہ: جب سے تیری صورت ان آنکھوں میں سمائی
دائم قائم اپنے اندر خوبی تیری پائی

شوقت بسینہ شور اِنَّا لِلّٰہ مے زند ایں قول نزد مدعیاں گرچہ منکر است

ترجمہ: میرے سینے میں شوق تیرا ہمیشہ جوش اناالحق مارے
چاہے زاہد مانیں نہیں جھوٹ نہیں یہ پیارے

نورت بصورتے کہ بہ چشم نو وہ اند نور الٰہی است کہ مودعو محشر است

ترجمہ: تیرے نور کی صورت جو میری اکھیوں میں سمائی
وہی ہے جو روز ازل کے وعدے کیے تھے

چندیں ہزار نکتہ توحید خواندہ ایم زاں خط کہ در عبارت حسنت مسطر است

ترجمہ: تیرے حسن کی سطروں میں جو خط نظر آئے
لکھ کر ہزاروں نقطے وحدت ہمیں اکثر پکڑائے

ذات خدا اگر نہ بصورت کند حلول دیدم بروئے تو کہ زنورش مصور است

ترجمہ: ذاتِ الٰہی وجود میں ہرگز داخل نہیں ہوتی
ظاہر باطن صورت سیرت وہ ایک ہی ہے بھائی

از لمعہ کہ روئے تو افگند چشم من تا حشر از جمال الٰہی منور است

ترجمہ: میری آنکھوں نے جو روشنی تیرے مکھڑے سے پائی
میرے حسن میں رہے گی قیامت تک صفائی

درنجہ کہ زلف تو سردار مغز من تا حشر از شمایم قدسی معطر است

ترجمہ: تیری زلف سے میرے مغز نے جو خوشبو ہے پائی
قیامت تک خوشبو اُس کی رہے گی میرے بھائی

پر غیرتم زویدہ کہ دیداست روئے تو یا برسرے کہ دیدہ من انداراں سراست

ترجمہ: اُس آنکھ سے، جو تجھے دیکھے مجھے غیرت آئے
پیروں نیچے روندوں جو تجھ بن نظر آوے

چنداں کہ آرزوئے تو در سینہ جائے کرد ہم آرزو کہ دوستم اکنوں محقر است

ترجمہ: تیرے عشق نے میرے سینے میں ایسی آگ بھڑکائی
جو کچھ خواہش تجھ بن آئے ساری جلا کر رکھ کروائی

آں کو خدائے رابہ تصور برد نماز مومن بظاہر است بہ تحقیق کافر است

ترجمہ: بغیر تصور سامنے تیرے پڑھے نماز اگر کوئی
ظاہر اندر مومن باطن کافر ہی ہوگا

چندیں ہزار سِرّ الٰہی عیاں بدید روحم بداں خیال کہ پوشیدہ در سراست

ترجمہ: کئی ہزار راز الٰہی ظاہر اندر پائے
ذاتی راز میں پھر یہ دل دن بدن پاگل ہوتا جائے

آزاد از ظوا ہر حکم شریعت است خوش طالع کسے کہ بعالم قلندر است

ترجمہ: ظاہر حکم شریعت میں اُس نے نجات پائی
مست قلندر ہو کر جس نے جگ میں عیش منائی

با بو علی گلوے زا سرار معرفت کو را ہزار نقطہ توحید از براست

ترجمہ: رازِ حقیقت بوعلی کے آگے نہ شیخی بگھار
لاکھ ہزاروں نقطے سیئے تب دل اس کا ہے بھرا

جمال پیکرش سِرّ الٰہی است کہ برتر از سفیدی و سیاہی است

ترجمہ: نوری چہرہ دلبر والا خاص اسرار الٰہی
رنگ روپ جسم خوبصورتی سے بہت اوپر، لا متناہی

بہ مشقش دین و دل باز و میندیش کہ اندر عشق اوا مرو نواہی است

ترجمہ: کھیل رچائے اس عشق میں اور دنیا دین پیارا
خوف نہ کھا اور خوش ہو اس عشق میں یارا

زہے شاہد کہ من شیدائے اویم زردیش پر از ماہ تابساہی است

ترجمہ: وہ ہے پیارا محبوب، عاشق ہوں میں جس کا
جس کے مکھڑے کے نور سے ہر شے ہے چمکتی

خدا در بت پرستی مے نواں دید کہ اندر بت ہمہ سِرّ الٰہی است

ترجمہ: بت پرستی میں تمہیں دلبر ملے گا
بتوں میں ہے رازِ الٰہی جان لیا میں نے آزما کے

بینیز و ہمیں عشق الٰہی مگو آواز مطرب از ملاہی است

ترجمہ: بت پرستی میں ہوتا ہے عشق الٰہی پیدا
مطرب کی آواز نہ سمجھنا یہی ہے راز اُس کا

ہمیں غافل کند از غیر معشوق مگر نوشیدنے از منا ہی است

ترجمہ: عشقِ الٰہی غیروں کی بنیاد، دل تک اڑا دے
مناہی! اس میں نشہ محبت پینا جائز نہیں ہے

سوال از مے غنی کرو است مارا گدائی درش چوں بادشاہی است

ترجمہ: دلبر کے در کی محتاجی نے غنی بنایا
اس محتاجی کو میں نے شاہوں سے زیادہ افضل پایا

زطوفان ہواؤ حرص دنیا جہاز عمر ما اندر تباہی است

ترجمہ: حرص و ہوس کی دنیا میں جا کے دل نے جانا
کہ میں نے اپنی عمر کو خود اپنے ہاتھ سے ڈبو دیا

زجرم کشف اسرار تو در نظم قلندر در مقام عذر خواہی است

ترجمہ: کر کر ظاہر بھید آپ کے شعروں میں قلندر
عجز نیاز عذر خواہی میں بیٹھا گھر کے اندر

تجلیہائے وحدت بیشمار است نظر واجب بصنع کرد کار است

ترجمہ: لاکھوں جلوے وحدت میں بے حدّ، حد نہ کوئی
پاک نظر بن نظر نہ آئیں اے محبوب الٰہی

بہ بیں زاہد جمال لم یزال را کہ گردان خط و خال وغدار است

ترجمہ: اے زاہد دیکھ دلبر کو ہو کر یک طرفہ
لاکھ ہزاروں نقشوں میں وہ اک نور پیارا

تجلّے در مقامات محبت نگار اندر نگار اندر نگار است

ترجمہ: مقامِ محبت میں جا کے اگر تو نظر اٹھاوے
رنگا رنگ تجلیوں میں اُسی کو تو پائے

شدم غرقاب حیرت کا ندر ایں بحر زگوہر ہاکدا میں آبدا راست

ترجمہ: ڈوبا بحر حیرانی میں جلوے دیکھ کر ہزاروں
تلاش کروں میں اُس موتی کو جس کی یہ چکاریں

میان عاشقاں سردار گشتی گو حق گوئی سر تو گر بدار است

ترجمہ: سچ کی سولی چڑھ کر عاشق نام رکھوایا
سچ منوا کے عشق کما کے تاج لولاک پایا

ال کل کہ در کل آں جمال است بروح قدسی من آشکار است

ترجمہ: اِدھر اُدھر ہر اک دل میں وہی بستا نظر آئے
پاک روح ہماری دیکھے وہ ہر دم یار پیارے

م دار و خیال جلوۂ ہو ولم روحانیاں را راز دار است

ترجمہ: نقش جمال تیرے کا میرے سر میں آن سمایا
دل کے ساتھ روحانی لوگوں نے راز نیاز بنایا

مین است اے شرف بسم اللہ عشق کہ دل چوں مرغ بسمل بے قرار است

ترجمہ: عشق کی بسم اللہ یہی ہے شرف الدین قلندر
خواری بے قراری زاری ہر پل دل کے اندر

رف کم گوئی اسرار الٰہی دریں دوراں کہ چوں اغیار یار است

ترجمہ: شرفِ قلندر نہ کر ظاہر راز اسرار الٰہی
اس زمانے کے ساتھ پرائے دلبر نے شریک داری بنائی

ن کہ ہاشم از بہار جلوہ دل دار است چوں مئے ناید نظر در خانہ خمار مست

ترجمہ: حسن بہار دلبر میں دیوانہ ہوا میں بہت
میری طرح کا مے خانہ میں دیوانہ نہ کوئی

ے نیاید در دلش انگار و نیا ہیچگاہ زاہدا ہر کس کہ باشد از ساغر شرمسار مست

ترجمہ: میرے دل میں دنیا والے فکر نہ کبھی بھی آئیں
جام محبت پی کر جو اے زاہد جھٹلائے

وہ مستانہ کر دی دور ایام بہار • شد نسیم و بلبل نہر و گل و گلزار مست

ترجمہ: موسم بہار میں دلبر نے چہرہ دکھلایا
پھولوں کلیوں شاخوں اور بلبلوں نے دیکھ کر شور مچایا

ن کہ از جام الستم مست ہر شام وسحر در نظر آید مرا ہر دم در و دیوار مست

ترجمہ: جام الست پی کر میں بن گیا دیوانہ
ہر شے مجھے دیوانی مستانی نظر آتی ہے

چوں نہ اندر عشق او جاوید مستیہا کنیم — شاہد مارا بود گفتار وہم رفتار مست

ترجمہ: کیف کیوں نہ پیالے پی پی کر عمر عزیز گزارے
گواہ ہمارا رفتار دلبر کی دیوانہ ہمیشہ پائے

تا اگر راز شا گو یدنہ کس پرواہ کند — زیں سبب باشد شمارا محرم اسرار مست

ترجمہ: محرم تیرا نہیں ہوتا دیوانہ مستانہ
اگر راز تیرا کوئی کھولے، مانے نہ کوئی داتا

غافل از دنیاؤ دین و جنت و نار است او — در جہاں ہر کس کہ مے باشد قلندر وار مست

ترجمہ: دوزخ، جنت، دین و دنیا سے وہ ہاتھ دھولے
جو قلندر بن جائے اور دیوانہ ہوجائے

دلم از جلوہ اش در اضطراب است — مرا اندر بغل صد آفتاب است

ترجمہ: دلبر کو دیکھ کر دل میں قرار و صبر نہ رہا
دل میں سو سورج جلتے ہیں اور سوزش کی حد نہیں

چو پیراں برسر سجا وہ منشین — بکش ساغر کنوں عہد شباب است

ترجمہ: گدی پہ چڑھ کر پیر مشائخ بن کر نہ بیٹھ رہنا
بلکہ خوشی کے ساتھ وقت جوانی گزار

ہزاراں فتنہ اندر دھر برپا است — ہنوزش چشم مے گوں نیم خواب است

ترجمہ: مجھے اس دنیا میں لاکھوں فتنے نظر آتے ہیں
حالانکہ آنکھوں میں ابھی نشہ محبت نہیں سمایا

بہ بیں آں شوخ مے کش را کہ ہر دم — دلم از آتش عشقش کباب است

ترجمہ: اُس مست شرابی آنکھوں والے محبوب کی طرف دیکھو
جس کی نظروں نے میرے دل کو جلا ڈالا ہے

ل از دنیا و دیں نو مید گرداں — کہ ایں دنیاؤ دیں نقش برآب است

ترجمہ: نامردی کا پیالہ پی کر دونوں جہانوں میں عیش کر
کیونکہ میں نے بلبلے کی طرح دونوں جہاں آزمالئے

بر حسن حقیقی جاں فدا کن — کہ حسن دلبراں موج سراب است

ترجمہ: تو حسنِ حقیقی پر جاں فدا کر
کیونکہ دلبر کا حسنِ موجِ سراب ہے

معلم درس توحیدت نگوید — کہ ایں اسرار بیروں از کتاب است

ترجمہ: معلم تجھے نقطہ وحدت نہیں سمجھا سکتا
کہ یہ راز علم و کتاب میں نہیں ہے

اگر باشد حجابے پاک سوزو — جمال شاہد ما بے حجاب است

ترجمہ: دلبر کے سوہنے خوبصورت چہرے پر پردہ نہیں ہے
جس کی وجہ سے ہماری سانسوں کے پردے جھلس گئے ہیں

ر آئینہ بہ بیں چشم خودت را — کہ ایں مستی نہ از جام شراب است

ترجمہ: آئینے میں اپنا آپ ہمیشہ دیکھنا چاہیے
کہ یہ مستی جامِ شراب میں نہیں

رو از درمیاں تا او در آید — خدائی را خودی مثل نقاب است

ترجمہ: اپنے آپ سے باہر ہو گے تو یہی دلبر نظر آئے
اپنا آپ خدائی میں چاہے لاکھ برقع بن جائے

رف ہرگز مکن اسرار حق فاش — کہ تر و ما خطائے نا صواب است

ترجمہ: شرف پیارے راز اسرارِ الٰہی نہ ظاہر کر
ہمارے لیے نیکی اور برائی دونوں گمراہی ہے

وں بیاد آمدہ ایں قامت زیباب کہ تراست — شیخ در مسجد جامع بہ اقامت برخاست

ترجمہ: جس وقت سے تیرے لانبے قد نے دل پر سایہ کیا
مسجدوں میں زاہدوں شیخوں نے ناچ ناچ کر بھرم گنوایا

کیست مشاطہ آں شوخ و ملسم بندہ آں　　کیں چنیں روے بیاراست چنیں مو پیراست

ترجمہ: خادم ہوں میں اُس کا جس نے اپنا بنا کر
اپنی صفت کا خوبصورتی کا جلوہ دکھایا

نیست آں موے مگر سلسلہ ارواح است　　نیست آں روئے مگر کارگہ صنع خدا است

ترجمہ: یہ نہیں صفتیں شاید سلسلہ روحوں کا ہے جاری
چہرہ ہے یا صنعت خانہ خاصہ ذات پیاری

پسراں اندریں شہر کہ خوب اندو خوش اند　　پسرے گر بکف آید دل و دیں ہر دو بہا است

ترجمہ: اس شہر میں خوبصورت چہروں والے رہتے ہیں
جن کی دونوں جہاں مل کر قیمت نہ چکا سکیں

مہ کہ با عارض او گشت معارض بکمال　　آخرش روبکمی کرد و بتدریج بکا است

ترجمہ: محبوب کی برابری کرنے چاند آ گیا
غیرت کھا کر گھٹ گھٹ کر اُس نے اپنا آپ بچایا

گر بشمشیر محبت بکشی زندہ شویم　　در جفا را اے کنی نزد من آں عین وفا است

ترجمہ: اگر مجھے عشق کی حالت میں قتل کر دے تو ابدی نیند پالوں گا
اگر ظلم جفا دکھائے تو عہد وفا کر سکوں گا

جلوہ ریز از رخ پاک تو چہ شمس و چہ قمر　　عطر بیز از سر زلفت تو چہ شمال و چہ صبا است

ترجمہ: سورج چاند تیرے چہرے کا حسن دیکھ شرمائیں
زلف تیری باد صبا میں عنبر عطر ملائے

سرو با قامت اولاف زدن نتواند　　کہ دراں شوخی رفتار حسینانہ کجا ست

ترجمہ: تیرے قد کے برابر سرو کا قد نہیں
تیرے جیسی مست چال اس میں کہاں

اے شرف نکتہ توحید ز رویش میخواں　　نور آں روے براثبات خداوند گواست

ترجمہ: اے شرف قلندر اُس کے مکھ سے حرف محبت پڑھ
اُس میں خاص الخاص اسرار الٰہی ہیں

بوعلی گرز ملامت بہوایت رنجد　　نہ ز اخواں صفاؤ نہ مرداں خدا است

ترجمہ: بوعلی اگر عشق میں نقصان نہیں برداشت کر سکتا
تو جان لو تم نہ صوفی ہو اور نہ ہی رب کا بندہ

ماایم و چشم رقف رہ انتظار دوست　　بنشستہ ایم مابسر رہگذار دوست

ترجمہ: آنکھیں اور دل دونوں راہِ دوست میں بیٹھے
مگر اس نے کبھی اِک نظر تک نہ ڈالی

گر دوست جلوہ گر شود امشب بخانہ ام　　ہوش حواس صبر کنم من نثار دوست

ترجمہ: اگر آج رات دلبر میرا میرے گھر میں آئے
تو ایک پھیرے کے بدلے میں اپنے ہوش حواس قربان کر دوں

اے خضر دستگیر من بے قرار شو　　آوارہ میر دم کر ندانم دیار دوست

ترجمہ: اے خضر میرا دل بے قرار ہے
مجھے میرے دلبر کے شہر کا راستہ تک نہیں معلوم

ہر جا کہ برومن بے چارے روم　　باشم عنانِ من بکف اختیار دوست

ترجمہ: جس طرف لے جائے اُسی طرف میں جاؤں
میں ایک پتنگ ہوں جس کی ڈور ماہی کے ہاتھ ہے

ماایم و ہجر کی شام سحر کشیم　　خوش طالع کسے کہ شود ہم کنار دوست

ترجمہ: دوری جدائی ہی صبح شام ہماری رفیق ہے
قسمت والا وہ ہے جس نے دلبر کو پا لیا

مرغِ دلم بدانہ دنیا نمے پرد　　زیرا کہ گشت طائر روحم شکار دوست

ترجمہ: دل میرے کا لالچ دنیا میں نہ آئے
میری روح دلبر کی شکار کردہ ہے اب اس کی طرف ہی جاتی ہے

ایں دفتر از بیاد وہی پر مناسب است — کیں علم و عقل و دین تو ناید بکار دوست

ترجمہ: مولیٰ کے دربار میں عقل و علم کی ضرورت نہیں
اگر تم اپنا آپ گنوا دو تو یار کے درشن پالو

تا دوست در کنار من آید بدیں امید — دل از کنار من دو داندر کنار دوست

ترجمہ: دلبر کا دیدار اُس وقت ہو گا
جس وقت تو تیرے میرے کا فرق بھول جائے گا

گر چشم دل کشادہ شود اے شرف ترا — ہر ذرہ جہاں شدہ آئینہ دار دوست

ترجمہ: تیرے دل کی آنکھیں اُس وقت کھلیں گی
جب ذرّے ذرّے میں دلبر نظر آئے گا

گر عشق حقیقی است و گر عشق مجاز است — مقصود ازیں ہر دو مرا سوز گداز است

ترجمہ: چاہے عشق مجازی ہو یا عشق حقیقی
دونوں میں میرا جلنا کڑھنا ہی مقصود ہے

گفتی تو الست و زدم آواز بلےٰ من — بنگر کہ مرا باتوز میثاق نیاز است

ترجمہ: جب الست کہا ، تو بول بلیٰ میں آیا
ازل سے خاص نیاز ہے میری تیرے ساتھ خدایا

راز تو بلب ناورد دل شوش خوں — ہم کس کہ دریں دہر ترا محرم راز است

ترجمہ: جو تیرے راز کا اس دنیا میں واقف ہے
اُس کے منہ سے بات نہیں مگر خون نکلتا ہے پانی کی طرح

عشق است و صد آفات و محن لازم و ملزوم — ایں منزل دشوار درہ سخت دراز است

ترجمہ: عشق میں دکھ درد اور ملامت ضرور ہوتی ہے
یہ منزل بڑی مشکل کے بعد ملتی ہے

ایں جائے اماں است کہ در کعبہ نواں دید — بنگر بسوے بتکدہ گر چشم تو باز است

ترجمہ: یہ منزل مجھے خانہ کعبہ کی طرح نظر آتی ہے
دیکھ ذرا بت خانے میں اگر نظر آئے

اندر دل او گاؤ خرو ذکر بلہبا — قاضی بصور کہ ہمیں حق نماز است

ترجمہ: منہ میں کلمہ دل میں گدھے گائیں نے شور مچایا
قاضی سمجھتا ہے یہی ہے خاص نماز

ازاں کہ روی بردر آں دوست قلندر — آں ہدیہ کہ مقبول شود عجز و نیاز است

ترجمہ: اگر دلبر چاہے تو شرف قلندر جائے
وہاں تحفہ سوائے مسکینی کے کوئی پسند نہ آئے

مرا اندر گرہ گر نقدر دین است — چرا چشم تو آں رادر کمین است

ترجمہ: اگر ہے میرے پاس دولت دیں یقین صفائی
گھات لگا کر بیٹھوں کیوں اس پر رکھ کر حرص پرائی

زہے آں عتبہ عالی کہ آنجا — جبین آسمانی ہم بر زمین است

ترجمہ: واہ واہ کیا بلند معلّی زینہ دلبر کے گھر کا
جس کے آگے برج فلک کا سر سجدے میں گرتا

نگارے کہ مارا جان و دل بُرد — ہمین است وہیں است وہیں است

ترجمہ: دل اور جاں میرا لوٹ لیا جس نے آکر
یہی ہے وہ یہی ہے وہ ، یہی ہے وہ

گر دوں انجمن تاباں کہ بینی — فروغ جلوۂ آں مہ جبین است

ترجمہ: آسمانوں پر جو تارے تمہیں چمک ہیں دکھاتے
میرے دلبر کے روشن چہرے سے سب ہیں روشنی پاتے

بہ بیش عارض پر نور جاناں — چہ مہر روشن و ماہ مبین است

ترجمہ: نوری مکھڑے روشن چہرے والے دلبر کے آگے
کیا سورج کیا چاند روشن ، پانی بن کر بہہ جائے

ہر آں کو دیدہ اش دیدست اورا — نے گویم چناں است و چنیں است

ترجمہ: جن آنکھوں نے اس کا خوبصورت روپ دیکھا ہے
وہ اس کے چہرے کی مثال نہ پیش کرسکیں

قلندر بو علی رابا تو رمزیست — کزاں غافل کراماً کاتبین است

ترجمہ: شرف الدین قلندر نے جو اسرار تیرے جان لئے
وہ کراماً کاتبین بھی نہیں سمجھ سکتے

والضحیٰ شرح نور طلعت اوست — لعلی خلق وصف سیرت اوست

ترجمہ: ضحیٰ میں تیری خوبیاں
خلقِ علی میں تیری صفتیں

مصحفی را ورق ورق دیدم — ہیچ سورت نہ مثل صورت اوست

ترجمہ: میں نے قرآن کے صفحے صفحے میں دیکھا
مگر کسی سورہ کو مثل تیری صورت کے نہ پایا

فارغ ازیں وآں آں را — کہ دل تو مقام خلوت اوست

ترجمہ: اپنے دل کو وہم خیال سے پاک رکھنا
کیونکہ یہ دل دلبر کے لیے خاص ہے

سوئے بکثرت بچشم دل نگری — جلوۂ پرواز نور وحدت اوست

ترجمہ: کثرت سے تو اگر دیکھے دل کی آنکھ سے
تو خاکی جلوؤں میں بھی وہی اک نظر آئے گا

تا ابد زندگی ہے یابد — ہم کہ اوگشتہ محبت اوست

ترجمہ: وہ کون ہے جو دونوں جہاں میں ابدی زندگی پائے
ذوقِ محبت عشقِ دلبر میں جو مرکھپ جائے

نازم آں فتنہ دو عالم را — کہ قیامت غلام قامت اوست

ترجمہ: فخر کروں میں اس پر جس نے یہ شور وشر بنایا
اور قیامت کو بھی اُس کی وہ جس نے طوق غلامی پایا

شرف دو جہاں اگر خواہی — ہمہ در بندگی حضرت اوست

ترجمہ: اگر تو چاہے عزت حرمت دونوں جہانوں میں اے شرف قلندر
تو دلبر کے دربار میں اس کا غلام بن کر بیٹھا رہ

منزل عشق بس خطرناک است — عقل اینجا نہ چست و چالاک است

ترجمہ: عشق میں ہیں لاکھوں خطرے اور منزل بھی مشکل
اس منزل میں عقل کا بیڑہ غرق ہوجاتا ہے

عشق چوں شعلہ بلند کند — ہستے ما برنگ خاشاک است

ترجمہ: عشق کے شعلے جس دم بلند ہوتے ہیں
تو وجود کو لکڑیوں کی طرح جلا دیتے ہیں

در رہ عشق گام مے نزند — ہر کہ در عشق چست و چالاک است

ترجمہ: عشق کے کوچے کی طرف کبھی نہ قدم اٹھائے
جو کہ عشق میں چالاک و چست کہلائے

تا جمال تو پر توے افگند — روح رقصاں بقالب خاک است

ترجمہ: جس دم تیرے نور و جمال نے چمکارا مارا
اس خاکی دل میں روح نے قیام کرلیا

چوں ستارہ زفیض مقدم تو — ذرہ مابا وج افلاک است

ترجمہ: تیرے قدموں کی برکت نوری ستارے کی طرح ہے
اُس ذرے نے آسمانوں پر پائی قربِ حضوری

زاہدا چوں شوی تو محرم ما — سینہ تو ز کینہ نا پاک است

ترجمہ: زاہد ہمارا راز تم پر کیسے ظاہر ہو
تیرا سینہ تو کینہ سے بھرا ہوا ہے

پنجہ دیوانگی چو کرو دراز   در گریباں ماد و صد چاک است

ترجمہ: عشق میں یہ دل جب سے پاگل ہوگیا
سو سو ٹکڑے ہو گیا ہے

در نظر صد بہشت مے دار د   آنکہ مفتون دختر تاک است

ترجمہ: اُس کے سامنے سو سو جنت پھیرا لگائے
اس شرابِ انگوری والا جو کوئی عشق صنائے

کواہداز جاں بلند پروازی   بو علی از دو کون غمنا کی است

ترجمہ: اے خدایا کبھی تو اس جان سے خلاصی ہوگی
بوعلی نے دو جہانوں سے دکھ بہت اٹھا لیا

الغیاث اے مرشد جاں الغیاث   جان مابر دند خوباں الغیاث

ترجمہ: اے ہادی اے رہبر میری فریاد ہے
ان محبوب ہستیوں نے میری جاں کھپا دی ہے

اے زمژ گان قدر انداز تو   شد بغاوت دین و ایمان الغیاث

ترجمہ: تیرے ابروؤں کے تیروں نے آہستہ آہستہ
میرا دین ایمان لوٹ لیا

اے مسلماناں بغاوت بردہ اند   دلیراں مارا دل و جان الغیاث

ترجمہ: اے اہل ایمان! مجھے بچاؤ میں لٹ گیا
دین ایمان محبوب لے چلے اور میں کسے پکاروں

اے مسلسل موئے از زلفت مدام   حال ما باشد پریشان الغیاث

ترجمہ: تیرے گھنگھریالے بالوں نے مجھے حیرانی میں ڈالا
مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا میری فریاد کو پہنچو

درد ہا داریم پنہاں اے طبیب   چیست درماں چیست درمان الغیاث

ترجمہ: اے طبیب حقانی میری آکر خبر لو
میری تکلیف کا مجھے کوئی تو علاج بتاؤ

مرشدے کو تابراہم آورد   راہ گم شددر بیابان الغیاث

ترجمہ: اے ہادی اے رہبر مجھے راہ دکھا
جنگل میں گم گیا ہوں مجھے سیدھے رستے لگا جا

بو علی مے گفت بایک شعلہ رو   سوختیم از سوز ہجر ان الغیاث

ترجمہ: بوعلی نے محبوب اپنے کو فرقت میں رکھا
میں اس فرقت میں جل کر راکھ ہوا میری فریاد سنو

ما طبیب عشق داریم احتیاج   درد ماجزوے نہ بیذیر و علاج

ترجمہ: خاص الخاص طبیب ہمارا عشق حقانی بھائی
اس کے بغیر اِدھر اُدھر ہمارا اور علاج نہ کوئی

تا جلال تو ہما پر تو فگند   در جہاں شہرہ شدیم آتش مزاج

ترجمہ: جب تیرے جلال کا چمکا آ کے تارا
سارے جہاں میں شہرت ہوئی یہ ہے گرم مزاج پیارا

در دیار خرقہ پوشانِ خدا   خود فروشی رانے باشد رواج

ترجمہ: راہی راہ الٰہی والے قلندر پیارے
اپنا آپ دکھائے نہیں چھپ چھپ رہتے سارے

شاہ ماگردی زفیض اہل فقر   خاک شاں برسر نہی گر ہمچو تاج

ترجمہ: لے فیض فقیروں سے ہو گا شاہ زمانہ
اگر فقیروں کی خاک سر میں ڈالے بنا کر تاج شہانہ

تو بگر و خویش گرود کعبہ بیں   گرد کعبہ دیدہ گر طوف حاجی

ترجمہ: پھر تو اپنے گرد تجھے کعبہ نظر آئے گا
کریں طواف کیا ہوا اگر حاجی کعبے جائے

ے شود روش سراج مازاد   مرشد ما ہست روشن چوں سراج

ترجمہ: روشن ہو گا کعبہ ہمارا چلے گا خوب
مرشد ہمارا منور ہے دیئے سے بڑھ کر

بچشم عاشقاں غیر از خدا ہیچ   زمین و آتش و آب و ہوا ہیچ

ترجمہ: عاشقوں کی نظر میں رب کے بغیر کچھ بھی نہیں
کیا ہوا کیا آگ کیا پانی اور رات ٹھنڈی مستانی

بنزد آنکہ دل اندر خدا بست   نماز و قبلہ و قبلہ نما ہیچ

ترجمہ: وہ جس نے اپنا دل مولیٰ کے ساتھ لگایا
قبلہ حج نماز تک کوئی چیز نہ پائی

گدائے کزدرت خاکے بسر کرد   بہ پیش او بود ظل ہما ہیچ

ترجمہ: جس نے تیرے در کی مٹی سر اپنے پر ڈالی
سایہ عنقا کچھ بھی نہیں اُس کے آگے بھائی

بچشم آنکہ طاعت بے ریا کرد   بہشت و دوزخ و خوف ور جا ہیچ

ترجمہ: جس نے محبت کے ساتھ تیرا عشق کمایا
دوزخ جنت خوف رجاء اُسے کچھ نظر نہ آیا

نگیرم چوں بدست آں زلف مشکیں   کہ باشد نافہ ملکہ خطا ہیچ

ترجمہ: جب تک زلف معطر تیری ہاتھ نہ میرے آئے
مجھے کستوری اور عنبر ہر گز نہ بھائے

قضا گردست مے گیرد کسے را   دوا ہیچ است آنجا دعا ہیچ

ترجمہ: جب قضا الٰہی برتے ساتھ کسی کے یارا
دعا کی ایک نہ چلے نہ کچھ چلے چارا

دل اوشد غنی از عشق مولائے   قلندر دا نداز شاہاں خطا ہیچ

ترجمہ: اے قلندر جس نے عشق میں بے پروائی پائی
اُسے بخشش بادشاہوں والی کوئی شے نظر نہ آئی

چوں موذن دند صلائے صلاح   ماصوحی کشیم وقت صباح

ترجمہ: موذن اذان دے جس وقت صبح کی
اُس وقت پیوں میں بادِ نوری جی بھر کے

نعرہ عاشقانہ برداریم   کہ بانگ نماز نیست فلاح

ترجمہ: نعرے مار مار کر عاشقوں والے زمین ہلادوں
کیونکہ مجھے عالموں کی گونج میں کوئی ذوق نظر نہیں آتا

باز جام طہور ے ندہیم   گرچہ زاہد کند ہزار الحاح

ترجمہ: خاص شراب مطہر ہرگز دوں گا نہیں
چاہے زاہد تڑپے یا آہیں بھر بھر کر روئے

کشتی مابورطہ دریا   غاف از موج خزاں ملاح

ترجمہ: ہماری کشتی طوفانوں میں گھری
اور اوپر سے ملاح بھی بے پرواہ، کیا کریں بھائی

ے کند فاش ہر کہ راز حبیب   کون اوراہے کنند صباح

ترجمہ: دلبر کا راز جو کوئی لوگوں میں ظاہر کردے
اسی وقت تن من اُس کا سولی پر چڑھ جائے

ماچہ داریم امیداز دستت   کہ زدست تو کس نیافت بخاح

ترجمہ: اے نورانی دلبر میں تجھ سے کیا اُمید رکھوں
تیرے سے کسی نے بھی جاں خلاصی نہیں پائی

بو علی راہبیں کہ در عشقت   مے کشد نعرہ ہر ساؤ صبح

ترجمہ: تیرے عشق میں پاگل بو علی کو بھی دیکھ
وہ صبح شام تڑپ تڑپ کر مرنے کو ہے

من بطفلی در کنار خوب رویاں رفتے   عہد من با عشق باشد مستحیل الانفساخ

ترجمہ: عہدِ طفیل میں ، میں دلبر کے ناز اٹھاتا رہا
عہدِ عشق اب مجھ سے توڑا نہیں جاتا

راہ دشوار است راہ من کہ بر ہر منزلے   درمیان خار و خار افاقہ ام گیر دمناخ

ترجمہ: تیرا راستہ ہر منزل میں بہت مشکل ہے
میرے شوق کا ناقہ پتھروں کانٹوں میں سو جاتا ہے

جملہ دنیا بے ثبات و زندگی ہم بے ثبات   در رہ سیلاب مے ریزند مردم طرح کاخ

ترجمہ: دنیا فانی ، زندگی فانی ، ہر شے فانی
پھر بھی لوگ بیچ طوفان میں محل کھڑے کر لیتے ہیں

آہ من آتش زند در خرمن شمس و قمر   نعرہ من مے شگافد گوش گردونرا صماخ

ترجمہ: سورج چاند کے درمیان میری آہیں شعلہ مارتی ہیں
میرے نعرے فلک کے سارے پردے پھاڑتے ہیں

از تطاوٗ لہائے زلف پر ز تابش آہ آہ   وار تغافلہائے چشم نیم خوابش آخ آخ

ترجمہ: تیری زلف کی چمک نے لوٹا ہائے افسوس دہائی
واہ وا تیری آنکھ مستانی جس نے اتنی لوٹ مچائی

بو علی چوں تازہ و بماید اندر عشق تو   در دمے پژمردہ گردد چوں جدا شد گل ز شاخ

ترجمہ: جدائی میں شرف قلندر کیسے خوش رہے
جس ڈالی سے پھل ٹوٹ جائے وہ پژمردہ ہو جاتی ہے

ز عشق روے نتابم اگر سرم برود   نہ گاہے از دل من یاد دلبر برود

ترجمہ: عشق سے منہ نہ پھیروں چاہے سر کٹ جائے
دلبر کو ہرگز نہ بھلاؤں چاہے جاں چلی جائے

کجاز با دیہ عشق پائے باز کشم   اگرچہ بار من افتدیم اشترم برود

ترجمہ: عشق والے رستے سے کبھی نہ قدم ہٹاؤں
اگرچہ مر جائے خچر میرا میں خود بار اٹھاؤں

ہزار سر بسر آید چو شمع تو بر تو   ز دست تیغ جفائے تو ار سرم برود

ترجمہ: تیری تیغ جفا سے قتل ہو جاؤں میں سو سو بار
شمع کی طرح سر دھنوں میں سو سو بار

نصیب روے رقیباں من شود یارب   سیاہیے اگر از روئے اخترم برود

ترجمہ: یارب ہو نصیب میرے رقیبوں کو وہ سیاہی
میرے منحوس ستارے سے جو دلبر نے اتاری

فدائے زیور گوشش کہ گوشوار شود   چو از رخم زر واز دیدہ گو ہرم برود

ترجمہ: ہو جاؤں فدا اُس بالی پر جو دلبر نے کان میں پہنی
اور اُس وقت پر بھی جب میں رو رو کر سرخ ہو گیا

دراز باد شب وصل تا ابد یارب   کہ دلبرم بہانہ نہ از برم برود

ترجمہ: لمبی ہو رات وصل کی یارب ایک زمانے تک
تا کہ دلبر نہ باہر جائے مجھ سے بہانہ کر کے

شرف چو شربت دیدار تو چشیدہ و بگفت   مباد ایں کہ بلب نام کوثرم برود

ترجمہ: جامِ شرابِ دیدار شرف نے جس وقت پیا، کیا
کوثر یاد نہ آئے یارب میں اُس کے بغیر ٹھیک ہوں

زہے حسنے کہ روئے یاد دارد   کہ در آغوش صد گلزار دارد

ترجمہ: دلبر کے حسنِ نورانی نے کیا رونقیں لگائیں
رگ رگ میں کلیاں کھلیاں ہری بھری

سر زلفش کہ مست ولا اُبالی   کمیں گاہ ہیر دلے ہشیار دارد

ترجمہ: مست زلف متوالی جو یار نے اپنی سجائی
اپنے نوری دل کی خاص الخاص گھات بنائی

بسے مرداں زکا رافتادہ بنی بداں چشمے کہ او بیمار دارد

ترجمہ: جس طرف نظر مستانی تیری اٹھ جائے
بہت لوگوں کو وہ خوار کر جائے

ہر آں حلقہ کہ در جعدش فزودند ہزاراں حلقہ ہائے مار دارد

ترجمہ: محبوب کی چوٹی میں جو بل ہیں
ہر بل میں سو سانپ بیٹھا ہر وقت ڈنگ چلائے

ہرآں سطرے کہ برویش نوشتند ہزاراں معنی و اسرار دارد

ترجمہ: نوری مکھڑے پر جو جو لکھا ہے
ہر اک نقطۂ وحدت میں سو سو راز چھپا ہے

دلم دریا و مژ گانت چنان است کہ مے خواہد سرم بردار دارد

ترجمہ: تیری پلکوں کی نوکیں دیکھ کر میرا دل یہ چاہے
سولی پر چڑھ جاؤں جب تو اک نظر ڈالے

زبوئے موئے او عیسٰی مریم نفخت فیہ را اقرار دارد

ترجمہ: پا کے خوشبو زلف تیری کی بول اٹھا روح اللہ
خاص الخاص نفخت فیہ من روحی بسم اللہ

تعالےٰ اللہ چہ رویست ایں کہ ہردم ہزاراں جوشش انوار دارد

ترجمہ: سبحان اللہ کیا چیز ہے یہ مکھڑا نورانی
لاکھ ہزاروں جلوے مارے نورانی یزدانی

ہیرآں زاہد کہ در زلفش در آو یخت چوکا فربر کمر زنار دارد

ترجمہ: جس زاہد نے زلف دلبر میں ڈیرہ اپنا لگایا
وہ کافر ہے کافری کا طوق اس نے گلے میں ڈالا

شرف در عشق اوگشت آں قلندر کہ ہفتا دو دو ملت یار دارد

ترجمہ: شرف الدین قلندر ہوا عشق میں ایسا
بہتر مذہبوں میں بھی اس کا انداز ایک جیسا

گماں بردم کہ زعشق تو جاں نیارم برد کہ گونہ گونہ غم عشق تو مرا درد

ترجمہ: لگتا ہے اب نہیں عشق کے ہاتھوں جاں اپنی سلامت بچتی
تیرے عشق کی طرح طرح کی آفت سر پر جھیلی

نہ یک پسر بدلم جا کند نہ یک دختر ہزار عشق بدیساں بزاد وبار برد

ترجمہ: نہ بیٹا نہ بیٹی کی کوئی دل خواہش منائے
لاکھوں عشق ایسے ہی کر کر کے خاک میں ملائے

تو یک نظر بسر کوئے خود فگن بارے کہ چند کشتۂ غم عشقت از بزرگ درخورد

ترجمہ: اپنے کوچے میں دیکھتا ایک بار
کہ کئی ہزار عاشق دل تھامے بیٹھے ہیں

چہ خوف محتسب و واعظ آرو اندر دل طریق طعن و ملامت چو عاشق تو سپرد

ترجمہ: واعظوں اور عالموں سے عاشق کیا غم کھائے
پہلے ہی جدا راہ ، ملامت طعن برداشت کرے

زناوکے کہ بجست از کمان ابرویت کدام ہست کہ برسینہ زخم عشق نخورد

ترجمہ: بھنویں کمان سے جو تیر پلکوں سے تم نے چلایا
ہے کوئی جس نے سینے پر زخم نہ اُس کا پایا

بردار یم من ساؤ جی زماہر یک ہماں قدر کہ بود جاگگی مناسب برد

ترجمہ: شاعر یا ساؤجی اور میں ایک جیسے بھائی
مگر اپنی اپنی خواہش الگ الگ ہے

قلندرانہ بسرے برد شرف در عشق کہ محو زلف تو گرویدریش و سرسترد

ترجمہ: درویشوں کی طرح شرف قلندر نے عشق سلامت رکھا
داڑھی موچھیں منوا کر اپنا راز نہ ظاہر کرتا

تن غم اور افداسر مے کند جاں غمش رابر سرافسرے کند

ترجمہ: تن نے غم تیرے میں سر کو سولی پر چڑھایا
جان میری نے غم تیرے کا تاج سر پہ پایا

عشق اودر سینہ ام ہر ساعتے دارو کیری دیگراز سرے کند

ترجمہ: پل پل ، عشق تمہارا میرے سینے میں
نئے نئے سر جگاتا ہے بمعہ نقش نگار نگینے

عشق اوچوں میز نداامواج جملہ رادر خوں شناورے کند

ترجمہ: تند مزاج عشق تیرا جب نوری لہریں اُچھالے
غیروں کی بیڑی کو خون میں بہائے

سو ختم از آتش ہجر کسے شعلہ ہااز سینہ ام سرے کند

ترجمہ: تیرے ہجر کی آگ میں ، میں جل کر خاک ہوا
اس آگ سے ایک شعلہ آسمانوں کی طرح بلند ہوا

رحم و شفقت درویش ناید مگر غفلت اندر جور کمتر مے کند

ترجمہ: مہر محبت شفقت الفت ہر کوئی اعتراض نہیں
ہاں مگر غفلت میں تم سے ظلم نہ ہو جائے کہیں

خوش کسے کو از عطائے ایزدی خلعت تجرید در برے کند

ترجمہ: قسمت والا ہے جس پہ لطف الٰہی ہوا
خلعت وحدت والی اندر باہر پائی

خوش کسے کو را خدائے بے نیاز در جہاں مرد قلندر مے کند

ترجمہ: خوش بختی اُس کے ستارے کی جسے خدا نے آ کے
جہاں میں قلندر بنایا اور جام پلایا

بر دریائے آتش محو تو در زمانِ خواب بسترے کند

ترجمہ: نیند کے وقت دیوانہ تیرا دریا کنارے جائے
اور آگ پہ بستر خار بچھائے

بو علی کو خستہ از غمہائے تو ہر زماں شادئے دیگر مے کند

ترجمہ: چاہے بوعلی ہے تیرے غم میں ملیا میٹ
پھر بھی خوش دل ہے

عکس روئے تو جانے در آدم آور دند پسش بسجدۂ آں خیل قدس رابردند

ترجمہ: پہلے تیرے چہرے کی جاں آدم میں پھونکی
پھر مخلوق سجدے کے لیے آدم کے آگے جھکی

ہزار آدم مالم نمود سجدہ تیرا اگرچہ سجدہ ملائک بر آدم آور دند

ترجمہ: لاکھ ہزاروں مخلوقات نے سجدہ تمہیں کیا
چاہے اُس وقت فرشتوں نے جام محبت پیا

خیال روئے تو در ہر سریکہ غوغا کرد در عالمش چوخیالے بدیدہ آوردند

ترجمہ: جس دل میں تیری محبت بسی
اُسے دونوں جہانوں نے سر آنکھوں پہ بٹھایا

رواں آدم وہم روئے یوسف و مصری زکوۃ خوبی تو بستدند و پردر دند

ترجمہ: آدم اور یوسف مصری نے اس دنیا میں آ کے
تیرے حسن کی زکوۃ سے شہرت پائی

خیال روئے تو دردیدہ کسے کہ نشست خیال ہر دو جہانش زدیدہ بستروند

ترجمہ: آنکھوں میں تیرے چہرے کا جس نے نقش جمایا
اُسے دین و دنیا سے اندھا کر دیا

زشمع روئے تو سودے بعاشقاں نرسید کہ جان خود ہمہ پرواز وار بسپر دند

ترجمہ: پتنگوں کی طرح تیرے حسن کی چمک پر مرمر کے
کیا نفع اٹھایا تیرے عاشقوں نے جل جل کے

نخوردہ اندمے عشق درالست کساں — کہ بر فضیحت عشاق حیف مے خورند

ترجمہ: ان لوگوں نے روز ازل کے بعد منہ نہیں لگایا
جن عاشقوں کی خواری پر سو افسوس جتایا

مولہا بازل عکس صورتت دیدند — آز آنکہ تابہ ابد پائے حیرت افشردند

ترجمہ: دیکھ کر صورت تیری سوہنی، ولی روزِ ازل سے
حیرت میں قیامت تک رہے ہاتھ ملتے

شرف زعشق تو گشت آں قلندر سرمست — کہ جملہ مدعیاں از مہا بخش مردند

ترجمہ: عشق میں شرف قلندر ہوا دیوانہ
خودی، گمان انا پرستی کا ختم ہوگیا زمانہ

ہزار سجدے کہ یاراں بصورت تو برند — ولے زباغ وفائے تو میوۂ نخورند

ترجمہ: میوہ باغ وفا وصل کا ہرگز ہاتھ نہ آئے
یار ہزاروں سجدے کرکر کے رہ گئے تیرے آگے

خبر بنود عزازیل راز صورت تو — وگرنہ گفتے یاراں سجدہ مفتقرند

ترجمہ: تیرے چہرے کی پہچان نہ تھی شیطان کو
ورنہ کبھی منکر نہ ہوتا، یہ بے خبری ہوئی

کسانکہ طاعت بت مے کنند مغرورند — اگرز نکتہ روئے تو ہیچ باخبر ند

ترجمہ: اور جو واقف تیرے، کرتے بت پرستی
وہی خاص مولا کے بندے واہ انہوں کی ہستی

نبود سجدہ آدم مگر برائے رخت — کہ عاشقانت ازہر حجاب مے نگرند

ترجمہ: آدم نے تیرے چہرے کی خاطر سجدہ کیا
عاشقوں نے ہر ہر پردے میں تجھے پایا

جمال روئے تو درچہ و برہے نگریم — دریں محلہ انا الحق زناں نہ معتبراند

ترجمہ: جنگل اور دریاؤں میں تیرا نور ہے سارا
اس محلے میں خودی خدائی والا کوئی نہیں

جمالش را نقابے برنتا بد — جمالش راجا بے برنتا بد

ترجمہ: چمک حسن تیرے کی برقعہ برداشت نہ کرسکے
خاص تصور میں پردہ سامنے آنہ سکے

بجاں بازی باو نتواں رسیدن — کہ جاں از دے خطا بے برنتا بد

ترجمہ: جان کی بازی لگا کر بھی دلبر تک پہنچ نہ سکے کوئی
کیونکہ جان بھی نام دلبر کی چمک جھیل نہ سکے

چرا پروانہ گرد شمع گردد — چو زویک دم عطا بے برنتا بد

ترجمہ: شمع کے گرد مڑمڑ کے کیوں پروانہ آئے
وہ ایک پل بھی شمع سے جدائی نہیں جھیل سکتا

بچشم روئے نتواں نیش دیدن — کہ خفاش آفتابے برنتا بد

ترجمہ: ان آنکھوں کے ساتھ اس کو دیکھا نہیں جاتا
کیسے سورج کے چمکارے چمگادڑ جھیل سکے

بگر و روئے او صد آفتاب است — کزاں کو نین تابے برنتا بد

ترجمہ: دلبر کے مکھڑے کے گرد سو سو سورج گھومتے ہیں
جس کی روشنی دو جگ جھیل نہ سکے

کجا مجروح تو آرام یا بد — کہ چشم خستہ خوابے برنتا بد

ترجمہ: زخمی تیرا کیا سکھ پائے، لیکن عیش منائے
نیند زخمی آنکھوں میں ہرگز نہ آسکے

شرف صبر و تحمل عادتے کن — کہ مقصودت شتابے برنتا بد

ترجمہ: حوصلہ صبر اور شکر نبھانا شرف الدین پیارے
کیونکہ دل کی مراد حاصل نہیں ہوسکتی

نہ مثل قامت سروے بہ بستاں جانفزا خیزد نہ ماہے ہچو رخسارت بگردوں پر ضیا خیزد

ترجمہ: باغ میں تیرے قد جیسا سرو نہیں
چمک تیری آسمانوں پر تاروں کو حاصل نہیں

نہ پنداری کہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز چو میرد مبتلا میرو چو خیزد مبتلا خیزد

ترجمہ: کہیں گمان کرو کہ عاشق کے دل سے تیری محبت اٹھ جائے
یہ تو تب بھی تیرا نام پکارے گا جب مرے گا

چو بعد مرگ من بنی گیا بر گور من رستہ نوشتہ نام تو جاناں بہر برگ گیاہ خیزد

ترجمہ: قبر میری میں، میرے مرنے کے بعد جو جو ٹکڑے ہوں گے
ٹکڑے ٹکڑے پہ تیرا نام دیکھ کر بھاگ جائیں

ازیں بلائے موزونت ملا ہا خاستہ ہم سو چتیں بالا کہ تو داری ازیں بالا بلا خیزد

ترجمہ: اس رنگیلے قد تیرے نے ہر طرف شور مچایا
خاص الخاص قیامت یہ قد تیرا جو تو نے پایا

دلم از گردش گردوں چناں نالالہ در عالم جفا بردانہ مسکیں مدام از آسیا خیزد

ترجمہ: گردشِ آسمانوں میں پھنس کر یہ دل رویا بڑا
جیون چکی میں دانے سے ظلم نہ سہا جائے

کسے کو بر تو شد عاشق سلامت کے برو جانش زچشمت عشوہ ہا خیزد وز قدت فتنہ ہا خیزد

ترجمہ: کون ہے جو تیرے عشق میں سلامت رہا
تیرے ناز نخروں نے اور لمبے قد نے لوٹ لیا

شرف را گر تو خوں ریزی سر تسلیم خم سازد ہر آں قطرہ کہ از خونش چکد نقش وفا خیزد

ترجمہ: اگر تو قتل کرے گا شرف الدین کو تو وہ سر کو جھکا دے گا
خون کے ہر قطرے میں صرف وفا کا نام لکھا نظر آئے گا

گر اگر جمال تو برخاک افگند ہر ذرّہ نور مہر بعالم پر اگند

ترجمہ: تیری صورت کی چمک اگر مٹی پر پڑے
نور محبت دنیا میں ر ہر ذرے میں جائے

زاہدی بگوکہ شماتت چہ مے کنی مہرے بکن کہ کینہ زہر سینہ برکند

ترجمہ: زاہد طعنے نہ کر اور سیکھ طریقہ عشق کا
غرور کو دل سے نکال دے اور دل صاف رکھ

ایک عاشق بزنم بعد مرگ نیز خاکم زگور بازبراست پر اگند

ترجمہ: مرنے کے بعد عشق میں سے قدم نہ باہر رکھوں گا
خاک اپنی کو قبر سے نکال کر تیری راہ میں رکھوں گا

چوں پار رابحال دل ماتو جہی است مارا دل از ملامت اغیار بشکند

ترجمہ: نظر توجہ دلبر سے یہ دل خوش ہے
طعن ملامت غیر لوگوں کی کیا کرسکتی ہے

کس یک نظر بردے تو کردن نمیتوں انوار گرد روئے تو برقع ہے تند

ترجمہ: ایک بار کوئی تیرے مکھڑے کو دیکھ نہ سکے
مکھڑے کے گرد نورِ الٰہی کے پردے ہیں

آنکس کہ چشم مست تر ایک نظر بدید چندیں ہزار نعرہ مستانہ ے زند

ترجمہ: تیری متوالی آنکھ کو جس نے دیکھا ایک بار
اُس نے پاگلوں کی طرح نعرے مار مار کر ہوش گنوادی

باشد کہ یک نگاہ حبیب تو اے شرف برتے بجز من دل و جان تو افگند

ترجمہ: کبھی ایک نگاہ کر شرف الدین قلندر پر
کبھی آ میرے ویران دل کے اندر

چوں محرمان حریم توراز ہا دانند چہ خوش بود کہ یکے ازاں بگوش من خوانند

ترجمہ: جو خاص بندے واقف تیرے من کے
کیا ہو اگر ایک بات بتا دیں میرے کان میں

کجا کہ شرح کتاب مجتش خوانند اگر شلکیذ سخت نادانند

ترجمہ: کہاں ہیں وہ بندے جو عشق رسالہ پکڑ کے
علم پر جو کریں بھروسہ وہ بے عقلی ہیں کرتے

زہر دو کون چناں برفشاندام دامن کہ آستین ملامت نہ برمن افشاندند

ترجمہ: دونوں جہاں سے فارغ ہوا میں مسکین بندہ
طعن ملامت کے قابل میری جگہ نہ رہی

بشر چہ حوصلہ دارد کہ بنگر دبر خت کہ قدسیاں زجمال رخ تو حیرانند

ترجمہ: بندے کا کیا حوصلہ کہ تیری طرف دیکھ سکے
قدسی لوگ بھی تیری خوبصورتی کی حیرانی میں لگے

چگو نہ افند چشم تو برمن مسکیں کہ صد ہزار فدائے تو از دل جانند

ترجمہ: مجھ مسکین پر تو کیسے نظر ڈالے
کئی ہزاروں لوگ پہلے ہی آس لگائے

کساں کہ سلسلہ باموئے تو نے داید ہزار سلسلہ کفر و دیں بخذبا نند

ترجمہ: تیری گھنگھریالی زلف میں جو نہ پھنسے
لاکھ کفر نفاق میں دم دم وہ دھنسے

چہ جذب درنظر خولیش اے شرف داری کہ از افسون تو افسانہ باہے خوانند

ترجمہ: جذب محبت نظر تیری میں کیا ہے شرف قلندر
تیرے عاشق کو دنیا میں ہزار باتیں سننی پڑتی ہیں

جمال منظر اور روح پاک آدم شد کز آفرینش آں ہستی دو عالم شد

ترجمہ: آدم کی صورت تیرے دیکھنے سے پیدا ہوئی
جس کی پیدائش سے دونوں جہاں پیدا ہوئے

تبارک اللہ آں صورت بدیع تراست کہ سجدہ گاہ ملک از طفیلش آدم شد

ترجمہ: سبحان اللہ تو نے نوری مکھڑا پایا
جس کی خاطر آدم کو فرشتوں سے سجدہ کروایا

دراں نفس کہ جمالش شعاع برے زد کمینہ پر توآں عیسیٰ ابن مریم شد

ترجمہ: جس وقت وہ تجلی بخش کر اپنا آپ دکھائے
ایک ادنیٰ چمک سے وہ عیسیٰؑ کی طرح بن جائے

کسازکہ بتۂ پرستندے شناسندت مگر بظن خیال تو کار مبہم شد

ترجمہ: بتوں کے بچاری تجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں
مگر اپنی دلی خواہشوں کے پیش نظر تیرا انکار کرتے ہیں

زشوخے کہ تو داری و مستی کہ صراست بہر دو کون بپا فتنہ ہائے پیہم شد

ترجمہ: تیری شوخیوں اور ہماری مستیوں نے جہاں میں شور مچایا
دونوں جہانوں میں لوگوں کو فتنے میں مبتلا کیا

بیان صورت پاکت زحد عقل گزشت چہ جائے عقل کہ ہم روح پاک ابکم شد

ترجمہ: صورت تیری عقل فکر کے بیان میں نہ آئے
عقل کیا ہے روح بھی وہاں پانی بن کر بہہ جائے

زسر قبلہ ابروئے تو نیافت خبر قلندرے کہ سوئے کعبہ معظم شد

ترجمہ: جو قلندر بن کے کعبہ کی طرف گیا
تیرے ابرو اور ناز و ادا کا بھی بھید نہ پا سکا

زیک خمے کہ در آبروئے تو در آور دند ہزار کعبہ بہ پیش تو پشت درخم شد

ترجمہ: جب تیرے ابرو کا محراب تیرے مکھ پر نظر آیا
ہزار کعبہ تیرے آگے آکے سجدہ ریز ہوا

کسے مبادز خوباں کہ باتولاف زند کہ خوبی دو جہاں مرترا مسلم شد

ترجمہ: ہے کوئی محبوب تیرے برابر کا

دونوں جہاں میں یہ سہرا تیرے ہی سر ہے

ہزار لمعہ عقل و ہزار جلوۂ علم   بزپر پر تو عشق تو کمتر از کم شد

ترجمہ: علم عقل کے لاکھوں جلوے سیاہ ہوئے جل جل کر

تیرے عشق کے مقابلے میں کوئی آنکھ نہ پھڑکے

زداغہا کہ شرف رابدل زدی ہر یک   برائے رست سلیماں عشق خاتم شد

ترجمہ: ہر اک داغ شرف کے دل کا جو فرقت میں پایا

سلیمانؑ کی طرح عشق کو اُس نے بن کے مہر چھڑوایا

اے آنکہ جلوہ گاہت جوش بہار وارد   ہر سو زمین زخون مالاہ راز دارد

ترجمہ: جہاں جلوہ تیری ذات کا ، وہ جگہ بھڑک اٹھے

وہ جگہ خون کے فوارے چھوڑ چھوڑ کر سرخ ہو جائے

معشوق و عاشق و عشق ہر سہ یکسیت اینجا   چوں وصل درنگجد ہجراں چہ کار دارد

ترجمہ: یہاں عشق معشوق اور عاشق ایک جیسے ہیں

جہاں وصل نہیں سما سکتا ہجر وہاں کیا کرے

اے آنکہ زاشتیاقت گل جام درکف آید   نرگس کشادہ چشمے در انتظار دارد

ترجمہ: ذوق محبت کے ہاتھ ہے لگتا جام وصال دلبر کا

نرگس کی طرح انتظار میں ہے لٹکا

بنگر کہ عاشق تو از اشک وپارہ دل   لعل و گہر بداون بہر نثار دارد

ترجمہ: آدیکھ ذرا عاشق کو جو قربان ہو آیا

دل کو ذرہ ذرہ کیا ، آنکھوں کو راہ میں بچھایا

نخ نخ کہ خاک ما رابرآسماں رساند   رخ سوئے مرقد ما آں شہسوار دارد

ترجمہ: کاش کہ مٹی میرے جسم کی اُڑ کر آسمان کو جائے

تو کیوں نہ میری قبر کی طرف دلبر نظر کرے گا

آسودہ کس نگرد و در پیچ و تاب غمہا   زاں گرد شئے کہ در خو دلیل و نہار دارد

ترجمہ: ہجر فراق غموں میں کوئی سکھ نہ ہوتا

رات دن یہی وہم خیال ستاتا ہے

گر یکے شرف را کوے کشد فغانہا   وز آتش فراقت دل شعلہ زار دارد

ترجمہ: دیکھ ذرا آکر حال ، آس ہے شرف قلندر کی

آتشِ ہجر و فراق میں سو سو آہیں بھرتا ہے

بوسہ لعل بست اے دلر بابا شد لذیذ   شربت وصلت مگر بے انتہا باشد لذیذ

ترجمہ: بوسہ لعل لبوں کا ہے لذت دار بہت

تو شربت وصل تیرے کا ہو گا بے انتہا

پر حلاوت اہلِ جنت را بود کوثر مگر   در مذاق عاشقانِ تو کجا باشد لذیذ

ترجمہ: جنتوں کو حوضِ کوثر کی لذت لوٹ لے جائے

جنھوں نے پریم پیالے پئے ان کو کب یہ بھائے

چوں بہ خشی شربت دیدار مار آگہی   شربت مرگ اے پریوزدو ما باشد لذیذ

ترجمہ: جام شراب دیدار اپنے کا جب دیتا دلبر

حد سے زیادہ چکھائے لذت موت پیالہ سر پر

تلخ کامم از فراق آنکہ جویم وصل او   کے بکام جرعہ آب بقا باشد لذیذ

ترجمہ: نامردی کا پیالہ فرقت میں پایا

کب پریم پیالہ ملے گا قوت والا خدایا

ہمنشیں شعر شرف بشنو کہ از مستی عشق   شعر اوہم چوں شراب غم ربا باشد لذیذ

ترجمہ: شرف کے شعر ذرا مستی میں سن پیارے

پریم پیالے کی طرح تیرے غم لے جائیں سارے

خویشتن کردم فراموش تا بدیدم روئے یار   مست مے گردم بہر سو از جمال آں نگار

ترجمہ: جب سے دلبر دیکھا اپنا آپ بھول گیا
دیوانہ ہوا دین یقین گمایا

من چو ہر سو بنگرم جزوے نہ بینم ذرہ — نزد من یکساں بود ہر مومن و زنا دار

ترجمہ: جدھر میں دیکھوں اُس بن ذرہ نظر نہ آیا
کافر مومن ایک جیسے ہیں فرق نہ کوئی پایا

نے مرا بیم از عذاب نے امیدے از ثوب — خواہ در جنت بدار و خواہ در دوزخ سیاہ

ترجمہ: خوف عذاب ثواب نہ رہا ہوئی نظر بہت اونچی
دوزخ چاہے جنت میں لے چل جو مرضی تیری

جنت من روئے یار و دوری از وے دوزخ — وصل او باشد چو نور و ہجر او باشد چو نار

ترجمہ: چہرہ دلبر کا جنت میرے لیے اور دوزخ میں دوری
جدائی میں شعلے نکلتے وصل میں مراد ہو پوری

کے بود دل بستگی مارا بچیزے غیر از و — در نگاہ ماد و علم ہست مشتے از غبار

ترجمہ: کیسے اور کوئی دل میرے میں آئے
دونوں جہاں مٹھی مٹی کی مانگتے ہیں میرے یار سے

تو عطا ہاے کنی و من خطا ہاے کنم — چوں گناہان من آمد رحمت تو بے شمار

ترجمہ: تو ہے غفور و رحیم اور میں گناہ گار
میرے گناہوں کی طرح تیری رحمت بے حد یار

عشق را آساں شمردی غافلی از وسعتش — گر بہ امعاں بنگری ظریست نا پیدا کنار

ترجمہ: تمہیں عشق آسان لگتا ہے خبر نہ تجھ کو کوئی
سمندر کی طرح کوئی کنارہ عشق کا نہیں

بو علی در دم شود نظم جہاں زیر و زیر — نعرہ گر بر زنم در عشق او مستانہ وار

ترجمہ: جہانوں کے بندوبست تمام ٹوٹ جائیں
بو علی اگر ایک ہی نعرہ دیوانہ وار مارے

ہم از جمال تو برخاست شعلہ شعلہ طور — ہم از نقاب تو جد شید چشمہ چشمہ نور

ترجمہ: طور پہاڑ سے تیرے خوبصورتی ہے جھلکتی
تیرے گھونگھٹ سے نوری چشمے ہیں پھوٹتے

چوں ذوق وصل تو یابم برقص ے آیم — کہ نیست لذت ایں گونہ در شراب طہور

ترجمہ: تیرے وصال کے ذوق میں، میں اپنے جسم سے باہر آؤں
مگر اس حال میں بھی شراب طہور کا مزہ نہ پاؤں

در انتظار تجلی وحد تیم از دیر — نقاب کثرت از رخ کش و نمائے ظہور

ترجمہ: تجلی وحدت کے انتظار میں مدت ہوئی
ایک بار نقاب اتار کر چہرے کا نظارہ کرا دو

مرا بسنگ مزن زاہدا کہ سینہ من — برنگ سینہ سنگ است از شرر معمور

ترجمہ: زاہد پتھر مار نہ مجھے پہلے ہی سینہ میرا
چنگاریوں سے بھرا ہوا ہے پہلے سے ہی پتھریلا ہے

تو جلوہ کردی واز دست خویشتن رفتم — کجا است صبر و شکیب و کجا است عقل و شعور

ترجمہ: اپنی ایک چمک سے تم نے ہمیں لوٹ لیا پاگل کر دیا
اب صبر شکر کہاں آئے گا یہ دل میرا پھٹ گیا

مترس از نگہ قہر او دوم درکش — بزہد و طاعت خود زاہدا مشو مغرور

ترجمہ: قہر غضب کے وقت اے دل چپ کر کے وقت گزارنا
اے زاہد اپنے زہد پر کوئی شان گمان نہ کر

شرف تو چشم مبند و بہر طرف بنگر — کہ روئے او نتواں شد پردہ مستور

ترجمہ: دیکھ ہر طرف شرف قلندر بند نہ کر آنکھیں
پردے میں چھپ سکتا نہیں نوری مکھڑا

اندر جہاں ہر کس بود محو تماشائے دگر — مارا بجز دیدار تو نبود تمنائے دگر

ترجمہ: رنگا رنگ تماشے دیکھے ہر کوئی جہان میں

میرے وہ ہر دم بیٹھے ہیں پردے میں

جز کوئے یار مہران ہرگز نمے گیریم جا   ہرگز نباشد دلکشا رر پیش ما جائے دگر

ترجمہ: کوچہ دلبر کے سوا میرا ٹھکانہ کوئی نہیں
اور کہیں دل لگتا نہی کوچہ دلبر ہی میری خواہش ہے

جولانگہ دیوانہ ات باشد ورائے دو جہاں   مجنوں ندارد دور نظر جز نجد صحرائے دگر

ترجمہ: تیرے دیوانے کا دو جگ میں نہیں ٹھکانا
جنگل میں رہتا تھا تیرا مجنوں دیوانہ

زاہد تو از رہ ریا حور جناں راول دہی   باشد مرا شام وسحر میل دل آرائے دگر

ترجمہ: حوروں کے لیے اے زاہد تو نے دل ٹکڑے ٹکڑے کیا
اور شام صبح ہم نے پیالہ وحدت والا پیا

زاہد بست از بادہ فردوس خواہی ترشود   من مست باشم روز شب از ذوق صبائے اگر

ترجمہ: جام بہشتی کی خواہش زاہد اپنے دل میں پالے
مستی جام انگوری والی ہمارے دل سے نہ جائے

من از ازل بنہادہ ام سر بر خط فرمان تو   رائے تو باشد رائے من بنود مرا رائے دگر

ترجمہ: ہمیشہ تیرے حکم میں اپنا سر تسلیم خم کیا
جو تو نے حکم دیا وہی کیا کوئی دوجا کام نہ کیا

برقعہ زرویت بر فگن یک جلوہ کن بر بوعلی   تا در جہاں باز افگند از عشق غوغائے دگر

ترجمہ: اٹھا نقاب کر جلوہ آکر شرف قلندر پہ
تاکہ شور مچائے تیرے حسن کا سارے جگ کے اندر

یک تو پردہ برافگن زروئے پر تنویر   کہ تا جوان شود تازہ باز عالم ...

ترجمہ: مکھڑے پہ سے صرف ایک پردہ اگر دلبر ہٹائے
دونوں جہاں میں نئی جوانی اُمڈ کر آ جائے

نگاہ قہر تو ارض و فلک دید برباد   نگاہ مہر تو کونین راکند ...

ترجمہ: دنیا کو برباد کر دے ایک نظر غضب کی تیری
دو جہانوں کو قید میں ڈالے جو نظر محبت تیری

بذرۂ چومنے جلوہ گر کنی چہ عجب   کہ نور روئے تو باشد چو مہر عالم گیر

ترجمہ: کیا ہو اگر میرے جیسے کمینے پر تو کرے جلوہ
سورج کی طرح نور تمہارا چمکائے جگ سارا

قلندر یم و بہر جائے میکنیم گذر   چو موج بحر بنا شیم پائے در زنجیر

ترجمہ: جہاں چاہوں وہاں جاؤں میں ہوں عاشق دیوانہ
سمندر کی موج کی طرح کوئی میرا نہیں ٹھکانہ

بسنگ پارہ چو بنیند لعل پارہ کند   مسلم اہل نظر است در نظر تاثیر

ترجمہ: توڑیں اس پتھر کو جس میں ہو لعل بدخشاں
مولا کے فقیروں نے پائی نظروں میں یہ خاصیت

بحیرتم کہ چرا ذکر و حور غلماں است   جہاں ز حسن تو گر دید عالم تصویر

ترجمہ: بڑا تعجب ہے کیوں پائی جگ میں حوروں نے شہرت
جب تیرے حسن کی روشنائی موجود ہے دنیا میں

مرا نظیر نیابی تو ہم بعالم عشق   نیافتم چو ترا در جہاں حسن نظیر

ترجمہ: میرے جیسا عاشق تجھ کو نہ ملے گا زمانے میں
اور تیرے جیسا محبوب نہ خوبصورت جہاں میں

ظہور مے کند از زلف تو شب یلدا   طلوع مے کند از رویت آفتاب منیر

ترجمہ: کالی رات چھائی جب تو نے زلف لہرائی
صبح ہوئی جب رخ روشن نے روشنی بکھیری

مگر تو بند قبارا کشادۂ سحرے   معطر است شام جہاں ہوئے عبیر

ترجمہ: فجر نے اپنا طباق تھوڑا ڈھیلا کیا
تبھی تو ہر ایک کو خوشبو نے معطر کیا

بخیز و تیغ بیاویز و خون بندہ بریز   کہ خون من نشود روز حشر دامن گیر

ترجمہ: پکڑ تلوار ، اور اٹھ جلدی ، سر قلم کر میرا
روز قیامت خون اپنے کا بدلہ نہ لوں گا

اگر نماز نیارم گناہ من چہ بود   کہ محو نتواں کر دن نوشتہ تقدیر

ترجمہ: اگر ہوں میں بے نماز ، تو عیب نہ میرا کوئی
جو کچھ میرے مقدر میں لکھا ہے میں وہی ہوں

شرف توچوں نگریزی ز عالم ناسوت   کہ طینت تو بلد ہوت کردہ اند خمیر

ترجمہ: عالم نیند سے کیوں ہے نکلتا اے شرف قلندر
جبکہ تیری مٹی کو لے گئے فرشتے ملک ہیشگی میں

گرحذرے کردے ازعشقت اے سلطان پسر   بو دے رندِقلاشے ز قدمت کو مفر

ترجمہ: تیرے عشق تک اگرنہیں جاتا اے شہزادے نوری
ذلیل اور خواری سہتہ تیری دوری کی

حجت عشقت قیاس عقل رابے ہودخواند   چوں ید بیضا نما یدے نہ برتا بد شرر

ترجمہ: سوچ و چار کے قابل نہ چھوڑے تیرا عشق متوالا
بندہ تیرا جمال دیکھ کر بھول جائے دنیا داری

چوں جمال توصدائے لَنْ تَرَانِی مے زند   نیست اندر وادی اَرِنِیْ مراراہِ گزر

ترجمہ: جس دم جلوہ تیرے حسن کا حیران کردے
بھول جائے راہ ہستی والا سن کر تیری باتیں

تو ہے گوئی الست و من گویم بلےٰ   بر خط فرمان تو بنیادہ ام زینگو نہ سر

ترجمہ: ہر دم آہوں میں ہم نے اپنا ڈیرہ جمایا
اس طرح تیرے حکم کی تعمیل ہوتی ہے

عشق تو آوازہ انی ان اللہ مے زند   جانِ من انی ان المعبود مے گوید مگر

ترجمہ: نعرہ مار انا الحق والا گونجے عشق تمہارا

بولی بلیٰ ، اقرار ہو ، یہ دل عاجز بہت

گزریم از وصل تو پس فارغم از ہر غمے   در بمیرم در غمت پس ایمنم از ہر خطر

ترجمہ: تیرا وصل سب غم دور ہٹائے
اور غم تیرا ہر ایک سے جان چھڑائے

جاں برویت دل بباز و دل بمویت جان دید   روئے موئے وتو بود از جان و دل محبوب تر

ترجمہ: مکھ پہ جان صدقے ، زلفوں پہ دل پیارا
ذات صفات پر ہمیشہ واروں میں جان و دل

تا کنم حسن ترا محفوظ از چشم بداں   عقل من آمد سپند و عشق تو آمد شر

ترجمہ: تیرے حسن کو نظر بد سے بچاؤں
تیرے عشق کی چنگاریوں نے جلا ڈالی عقل ہماری

عشق چوں شمع فروزاں عقل چوں پروانہ   چوں رود پروانہ نزد شمع مے یا بد مزر

ترجمہ: عشق تمہارا شمع کی طرح ، عقل پتنگ اٹکائے
جب عقلی پتنگ شمع کی طرف جائے جل کرخاک ہوجائے

ہستے ما میشود چوں ذرہ رقصاں از طرب   آفتاب حسن تو چوں مے نماید جلوہ گر

ترجمہ: جوشِ خوشی سے ہستی میری ٹوٹ کر ذرے ہوئی
سورج تمہارے حسن کا جس دم جلوہ دکھائے

از جمال مہر تو گرد و عزازیل آدمی   واز جلال قہر تو آدم عزاریل دگر

ترجمہ: تمہاری مہربانی شیطان کو انسان میں ملائے
قہر تمہارا انسان کو شیطان بنائے

ہستیم موہوم باشد چوں نیائی در ظہور   ذرہ بر خورشید تاباں شد لاگوا ہے معتبر

ترجمہ: تیرے بعد ہستی میری وہی ہے زندگانی
سورج چڑھتا ہے جس دم ذرے ہیں نشانی

مازبان تیغ آں دلدار را نازیم کاں   قصہ عمر دراز مانماید مختصر

ترجمہ: بتا ہمیں تم پر کیسے فخر نہ ہو
لیے جھگڑے عمر کے پل میں ہیں بھلائے

موسیٰ از یک نخل طور از خویشتن رفتست و من — روز شب ہیئم ہماں آتش میان ہر شجر

ترجمہ: رب کی ایک تجلی سے موسیٰ گرا غش کھا کے
میں دن رات تیرے جلووں میں بیٹھا رہتا

تاج برسرے نہد از خاک راہت ہر گدا — تاج از سرے نہد در کوے تو ہر تاجور

ترجمہ: گداؤں نے تیری خاک کا تاج سر پر پایا
بادشاہوں نے تاج سر کا مٹی میں ملایا

کے روم برراہ گذارت گر شتابم کو بکو — کے شوم برآستانت گر بگروم در بدر

ترجمہ: کیسے تیری راہ پہ آتا غیروں کے در پر جا جا کے
در تیرے پر کیسے آتا غیروں کا در پکڑ کے

صد خیال خام دنیا دارمے بند و بدل — چوں بفانوسِ خیالے مے کند گردش صور

ترجمہ: کچھ وہم خیال دل میں دنیا دار لائیں
جیسے فانوس میں مختلف شکلیں بن بن آئیں

آنکہ ماند در خودی ہرگز نباشد باخدا — آنکہ دریابد خدارا از خودی شد بے خبر

ترجمہ: خودی دل میں رکھ کر درویشی نہیں ملتی
اور جو درویش ہے اُسے خود کی خبر نہ کوئی

نے خوشی اورابہ جنباند نہ رنجاند غمے — ہر کہ بشناسد کہ آید از قضا ایں خیر و شر

ترجمہ: نہ وہ خوشی میں عیش منائے، نہ غم میں غم کھائے
نیکی بدی خدا کی طرف سے اپنے دل میں پائے

صلح کل مے باش و فارغ از غم دنیا نشیں — بے خطر باشد بعالم گر شود بے شر بشر

ترجمہ: لوگوں کے ساتھ اچھائی، غم نہ چھوڑے کوئی
خوف نہ اُس کو دونوں جہانوں کا جو ہے بن برائی

از تمنا دست شوتا کام دل حاصل کنی — چیست جز حرمان غم نخل تمنا را ثمر

ترجمہ: مقصد دل کا پاؤ گے اگر چھوڑے گا مرادیں ادھوری
مرادوں میں ہیں غم بہت بات سچی ہے

ہیچ میدانی کہ باشد حرص دنیا را چہ رنگ — آنکہ بینا شد بصیر اورا نماید بے بصر

ترجمہ: دنیا کے لالچ کے رنگ تجھے معلوم نہیں
جو دانا بصیر ہو وہی اس کو جانے

چوں جنونِ عشقت آمد عقل ما را ور ربود — گرچہ مے بودیم ما یاں مرد میدان ہنر

ترجمہ: عشق تیرے نے ہمیں کیا پاگل دیوانہ
ورنہ ہم بھی تھے بندے کمال کے

آفتاب وحدتش در جلوہ باز آید مگر — منتشر شد ظلمت کثرت بعالم سر بسر

ترجمہ: شاید سورج وحدت والا پھر سے جلوہ کروائے
کیونکہ اندھیرا ہوگیا ہے عالم سارے میں

بوعلی را عشق تو ہر دم بہ حال نو بود — گاہ بستہ گاہ کشتہ گاہ زیر گاہ زبر

ترجمہ: نئی نئی بہار عشق کی دیکھے شرف قلندر
کبھی زندہ کبھی مردہ کبھی قید کے اندر

جو پائے شوق ندار براہ دوست متاز — کہ ہست در رہِ الفت بسے نشیب و فراز

ترجمہ: اگر تیرے دل میں شوق نہیں، رب کی طرف قدم نہ اٹھانا
مشکل گھاٹیاں، دور منزلیں، چل سکے گا نہیں

چو حسن شاہد ما را نہایتے نہ بود — بعشق ماہمہ انجام مے شود آغاز

ترجمہ: میرے دلبر کے حسن و جمال کا کوئی شمار نہیں
جہاں لوگوں کا حسن تمام، میرے دلبر کا آغاز

زجام چوں کف ساقی تہی نے گردد — کجاد ماغ لطیفم زمستی آید باز

ترجمہ: چھٹتا نہیں پیالہ اے ساقی مستی والا

کب میرے دماغ سے جائے گا انداز متوالا

شب است وشمع وشراب است لیکن اے ساقی   زعکس روے تو ترسم کہ روز گردد باز

ترجمہ: رات بھی ہے اور شمع و شراب بھی مگر اے ساقی
ڈر لگتا ہے مکھڑے کی جھلک سے سورج نہ چڑھ آئے

تو گر براہ حقیقت نے نمائی رو   چہ حاصل است ز روزہ چہ منفعت ز نماز

ترجمہ: ہو نہ سکو اگر متوجہ راہ حقیقت میں
نفع نہ دے گی تجھے روزہ، نفل، نماز، شریعت

مرا کہ قبلہ ابروے تست پیش نظر   بہ مسجدے نہ شتابم نہ روکن بحجاز

ترجمہ: مجھے کعبہ سے اچھا لگے رُخ دلبر کا
نہ حج کرنے کو دل چاہے اور نہ مسجد میں جانے کو

ابو علی دم توحید کہ زنے ہشداد   چوزا ہداں ریائی بزہد خویش مناز

ترجمہ: ہوش کرنا اے بوعلی وحدت میں جا کے
زاہد کی طرح اپنے زہد پر فخر نہ کرنا

قبائے عشق کے برقامت شرف دوزند   بدامنش زسباب و ملامت است طراز

ترجمہ: شرف الدین کو جب سے کرتہ عشق کا پہنایا
نقش نگار ملامت والا اُس کے پلے لکھوایا

درلا بہ ام گذشت بہ پیشت شب دراز   لیکن مرابہ وصل نہ کر دی تو سرفراز

ترجمہ: منت ساجت میں گزری میری رات ساری
مگر تو نے پھر بھی وصل نہ کروایا

عجز و نیاز شیوہ کن در استیاز باش   شاید درحقیقت برتو کنند باز

ترجمہ: مسکینی ناچیزی میں وقت عزیز گزارنا
شاید اس طرح راہ حقیقت ملے تمہیں

بے نردباں چوے نرسی برفراز بام   پس طالب حقیقت شواز رہ مجاز

ترجمہ: جس طرح چھت پر بن سیڑھی کے کوئی چڑھ نہ سکے
راہ حقیقت میں بن شریعت کے کوئی چل نہ سکے

پروانہ دار مردنِ تو نیست خوب تر   باید چو شمع شغل تو ہم سوز داہم گداز

ترجمہ: پروانے کی طرح پل میں جل مرنا کیا ہے
شمع کی مانند ہر دم رونا دھونا چاہیے

پروائے طعنِ زاہد و واعظ نے کنم   کر دم پسوئے قبلہ ابروئے تو نماز

ترجمہ: طعن ملامت لوگوں کی کیا کرسکتی میرا
پڑھوں نماز ہمیشہ سامنے رکھ کرے مکھڑا تیرا

شغل تو ہست گر ستم و جور سرکشی   کار من است پیش تو ہم عجز و ہم نیاز

ترجمہ: اگر کام تیرا ہے یہی ظلم و جفا کمانا
کام میرا ہے آگے تیرے ہر دم آہیں بھرنا

گر بوعلی بکون و مکان ملتفت شدے   جز روئے دوست از ہمہ میکرد احتراز

ترجمہ: بوعلی اگر دل و جان سے دنیا میں ہے مصروف
پھر بھی تجھ بن اس کو اور نہ کوئی سوجھتا

رفتہ از جائے پائے بلبو ساں   من بعشق تو پاے بست ہنوز

ترجمہ: بے سمجھی میں عابد زاہد مر مر جاتے سارے
میں نے ابھی تیری محبت میں قدم رکھا ہے پیارے

زانکہ از دیر ہم تو جلوہ گری   مرد مانند بت پر ست ہنوز

ترجمہ: ذرا سا وقت ٹھہر کر دکھانا اپنا روپ پیارا
تبھی تو بت پرستی میں گرا عالم سارا

غافل از خود شدی گر زاہد   منکرے زاں نگاہ است ہنوز

ترجمہ: چاہے اپنا آپ بچایا تو نے اے زاہد
وہ نگاہ مستانی تجھ سے پھر بھی پردہ رکھے

رفت بر عرش تابا و نرسید   کہ فغان من است پست ہنوز

ترجمہ: عرش پہ جا کے پھر بھی دلبر نظر نہ آیا
عرش پر ابھی جلے ، دل کا شور نہ پہنچے

خاک راہ گشتم و بہ باد شدم   دامنش نا مدم بدست ہنوز

ترجمہ: مٹی راہ کی ہو کے اڑا ہوا کے سنگ
پھر بھی پلو ماہی کا ہاتھ نہ آیا

بو علی گرچہ شدد لم غربال   ہست انگشت اوبہ شست ہنوز

ترجمہ: چاہے چھلنی چھلنی ہوا یہ دل شرف قلندر
ابھی نشانے پر بٹھایا بوعلی کو سر پر

شیخ در عشق الٰہی وجد مے کن یک نفس   اشتر بےعقل ہم مے رقصد از بانگ جرس

ترجمہ: پل بھر کے لیے ہی اے زاہد بن دیوانہ
اونٹ بھی اک دن شور گھنٹی کا سن کر ہوتا ہے مستانہ

چوں بیامد عشق از سر ہے تازد بروں   کے شتابد در رہِ عشق تو عقلم رافرس

ترجمہ: عشق جس وقت ہو عقل چلی جائے
عشق میں عقل کے گھوڑے نہیں دوڑ سکتے

ہم صفیرانِ مراکس در چمن گویدز من   ہمچو مرغ نو گرفتارم تپاں اندر قفس

ترجمہ: باغ میں کھڑے میرے ساتھیو! سنو ایک بات
ایک بے چارہ پنچھی پنجرے میں سر دھنتا مر گیا

علم وعقلم رافروغ جلوہ روئے تو سوفت   ہمچناں کز شعلہ آتش بسوزد خار و خس

ترجمہ: تیرے حسن کے جلوے نے جلایا علم و عقل ہمارا
جیسے آگ گھاس جلائے عشق تمہارا بڑا زور آور

گر تو شوق نغمہ داری بشنوایں فریاد من   آنچنیں دلکش نمے باشد نوائے ہیچ کس

ترجمہ: راگ سرور اگر سننا چاہے تو سن یہ گریہ زاری

ایسا راگ و سرور دنیا میں اور کہیں نہیں

گر بودے صد ہزاراں ہمچو من شیدائے تو   وعدہ وصل ترا ہرگز نبودے پیش وپس

ترجمہ: میری طرح عاشق تیرے اگر عشق کرتے
وعدے وصل کے تیرے سارے پورے ہوتے جاتے

تاشود فارغ ز دنیا تاشود فارغ ز دیں   بوعلی رایک نظر از چشم شہلائے تو بس

ترجمہ: اگر دین و دنیا سے فارغ ہوجائے شرف قلندر
تیرا ایک نظارہ کافی مجھے دونوں جہانوں میں

آمد اندر گوشم آواز سروش   کالے قلندر ساغرے از بادہ نوش

ترجمہ: غیب سے ایک آواز آئی میری کان میں
پی اے شرف قلندر ساغر ہو کر ذرا قریب

بادہ کز لمعہ اش سوز و جہاں   چوں بہ خمے بادہ مے آید بہ جوش

ترجمہ: اگر ساغر کبھی مٹی میں جوش اٹھائے
اک ذرہ چمکیلا اُس کا دو جگ میں آگ لگائے

بادہ کز جرعہ آں بے گماں   قدسیاں رامے نماند عقل و ہوش

ترجمہ: ساغر اگر قدسی لوگ ایک گھونٹ اتاریں
بیڑہ عقل ، ہوش و علم کا پل میں کھو دیں

بادہ کز مستئے آں بنگری   ہم زمین و ہم زمان را در خروش

ترجمہ: واہ وا ساغر جس دم ہاتھ میں آئے
چودہ طبق میں اُس کی مستی شور مچائے

بادہ کز جلوہ آں مے شود   روضہ رضواں دوکان مے فروش

ترجمہ: واہ واہ ساغر جس کا جلوہ جنت جیسا
ہٹ شراب بنائے جہاں پئیں قدسی جاکے

بادہ کز وے زد و شش میکشند   ہر کہ را سجادہ مے باشد بدوش

ترجمہ: واہ وا ساغر جس کو پی کے ہو خوب تسلی
دور ہٹائے وزن تمامی زہد، ریا، جائے نماز

بادہ کز قلقل مینائے او ۔ آیہ لا تقنطو آید بگوش

ترجمہ: واہ واہ ساغر جو ہے مانند جام صراحی
جو سنائے ہردم کان میں بات رحمت وخوش حالی والی

بادہ کز تندی و تلخی خویش ۔ ہست رندان ازل را عیب پوش

ترجمہ: واہ وا ساغر جس کی تلخی پل میں آکے
عیب گناہوں پر پردہ ڈالے جاکے

بادہ کاندر ثنائے آں شرف ۔ مے نہ بدید شد ترا ہرگز خموش

ترجمہ: واہ وا ساغر جس کی صفتیں ہیں قلندر میں
چپ کر کے رہنا واجب نہیں ہر دم

ہر کہ بردے باشدت الطاف خاص ۔ مے نیا بداز کمند تو خلاص

ترجمہ: خاص عنایت تیری ہو جس پر بھی
تیرے عشق کے الجھاؤ میں پھنس جائے

دست از جانش بہ شوید بایدش ۔ مے زند ہم کس کہ لاف اختصاص

ترجمہ: اپنی ہستی سے ہاتھ دھوئے وہ کون سا ہے متوالا
لوگوں کی مجلس خاص میں جو ہے دم مارنے والا

گرمرا کشتن ہے خواہی بہ کش ۔ مے نیارم برزباں حرف مقاص

ترجمہ: مار مجھے اگر مارنا چاہو کوئی عذر نہ کروں
کبھی نہ ہوگا اگر میں بدلہ خون اپنے کا مانگوں

دوش مے پر سید یک زاہد زمن ۔ چیست اندر بادۂ گلگوں خواص

ترجمہ: کل اک زاہد نے آکے پوچھا ذرا قریب ہوکر
کیا خوبی ہے اُس ساغر میں جو ہے پاس تمہارے

اے شرف تا نشوم ہذیان خلق ۔ باید اندر گو ششم افگندنِ رصاص

ترجمہ: اگر وعظ عالم کا سنا نہیں جائے
بوعلی کو چاہیے کان میں قلعی گلا کر ڈالے

زکوئے تو نتوانم کہ من کن اعتراض ۔ کہ بلبلم من و کوئے تو روضہ ریاض

ترجمہ: گلی تیری سے اگر منہ پھیروں یہ ہو سکتا نہیں
ہاں میں بلبل. تیرے کوچے کا جنت میری وہی

چو جلوہ ت ز اثرِ جلوۂ تو مے خیزد ۔ بخلوتے نہ نشینم چو زاہد مرتاض

ترجمہ: اپنا آپ تلاشے جب جلوہ تیرا چمکے
زاہد کی طرح بیٹھ بیٹھ کر جگہ اپنی نہ بتائے

تو جان و دل بدہی او چو جام بادہ دہد ۔ تو چوں بخیل شوی ساقی است چوں فیاض

ترجمہ: تو ہی تو نظر آئے جب ساغر ہاتھ آئے
اور جس وقت تو چلا جائے ساغر کرم کمائے

زد ہر قطع تعلق بہ بایدت کردن ۔ چنانکہ قطع شود جامہ تواز مقراض

ترجمہ: دونوں جہانوں سے ہوا فارغ قطع تعلق کرکے
قطع کرے جیسے قینچی کپڑا آکے رکھ کے

جمال ذات وصفاتش بہ جلوہ آمدہ است ۔ بہ بیں بہ چشم بصیرت جواہر اعراض

ترجمہ: رنگا رنگ حسن دلبر کا جلوے میں آیا
دیکھ ذرا ہر ہر ذرّے میں آ کر سمایا

ہے ہجوم کند بر رواں و دل وسواس ۔ چنانکہ حملہ کند برتو ان دتن امراض

ترجمہ: وسوسے اور اندیشے ایسے ہی دل و جان کو ستائیں
بیماریوں کی طرح تن پہ حملہ کرکے آئیں

شرف خدا و خودی جمع کے شود زیشاں ۔ چنانکہ ہست بہ چشم جہاں سواد و بیاض

ترجمہ: جہاں خودی خدائی وہاں شرف الدین نہ آئے

جہاں کالا ہو وہاں سفید قدم نہ جمائے

بوا لہوس باشدا سیر خال و خط　　عشق ما ہرگز نبا شد زین نمط

ترجمہ: بے سمجھوں کو مار سمجھ کی صفتوں میں فعلوں میں پھنس کے
عشق ہمارا نہیں ہے ایسا جو عشق بھگائے

در نگاہ ماہمہ عالم یکیست　　چوں نقطہ پیوستہ و پنیاں بخط

ترجمہ: سارا جہاں ہم کو ایک ہی نظر آیا
وحدت کے نقطے کی طرح الفت میں چھپا ہوا پایا

چوں نگہ گردد بکثرت آشنا　　خط شود پنہان وہم پیدا نقط

ترجمہ: وحدت میں کثرت سے آنکھیں جس وقت مل جائیں
خط نہ ملے اور کل نقطے نقطے ہی نظر آئیں

آگاہ از رازِ تہہ دریا شوی　　گر شوی غواص و نہ نشینی بہ شط

ترجمہ: بھید سمندر کا تب پائے اگر تو ڈبکی لگائے
بیٹھا رہے کنارے پر تو کیونکر مقصد پائے

ہست گوہر درتہ دریا نہاں　　تو شنا کردن ہمیخواہی چو بط

ترجمہ: سمندر کی گہرائی میں ہوتے ہیں موتی قیمت والے
بطخ کی طرح تو اوپر تیرے اے دلبر متوالے

لوح ہستی را صفا خواہی اگر　　محو کن خود را تو چوں حرف غلط

ترجمہ: اپنے دل کی تختی کی اگر تو چاہے صحت صفائی
اپنا آپ اُڑا اُس پر سے کھینچ کر خط جدائی

گاہ مے مینوش و گاہے کن نماز　　زاہد خیر است خیر اندر وسط

ترجمہ: کبھی وقت غصے میں گزرے کبھی محبت سے
زاہد اوسط درجے میں ہوتی ہے خیریت

زاہدا از جام مے پرہیز گاراں رچہ خط　　وز نماز و روزہ و حج میکساراں راچہ خط

ترجمہ: اے زاہد صوفیوں کے لیے ساغر کی کیا لذت ہے
شرابیوں کو کیا دے نفل نماز خوشحالی

ماکہ از مے بے خودیم و گہ زدیدار نگار　　واعظا زیں بے خود یہا ہوشیاراں چہ حظ

ترجمہ: پی پی ساغر کر کر درشن ہاں ہم ہیں مستانے
اے واعظ اس مستی کی لذت کیا جانیں زاہد

دیدہ باشند از رخ آں دوست اندک جلوہ　　ورنہ از احیائے شب شب زندہ داراں چہ حظ

ترجمہ: سوہنے دلبر کے رخسار لوگوں نے کہاں دیکھے ہیں
نہیں تو لذت رت جگے کی کہاں پائی صوفیوں نے

چوں ندارد جلوۂ حسن و جمال شاں ثبات　　از تغافلہائے خود ایں گلعذاراں راچہ حظ

ترجمہ: سوہنی شکل، دلکش چال جب ہے سب کچھ فانی
کیا لذت تب انہوں کی غفلت میں بیٹھے رہنا

چوں نباشد جز وصال یار درمانے مرا　　پس ز شغل چارہ سازی غمگساراں راچہ حظ

ترجمہ: وصل کے بعد علاج نہ میرا کوئی جہان میں
کیا لذت پھر غمخواروں کی چاہے علاج بنائیں

گر نبر داری نقاب از عارض خود گاہ گاہ　　از امید وصل تو امید واراں راچہ حظ

ترجمہ: کبھی کبھی رخسار سے پردہ اگر نہ اٹھاؤ
کیا لذت امید واروں کو جنھوں نے دامن پکڑا

چوں شرف دارند روسوئے کمند ناز تو　　ورنہ اندر رستگاری رستگاراں راچہ حظ

ترجمہ: ناز دلبر کا، فخر دلوں کو، دنیا میں شرف قلندر
نہیں تو کیا لذت ہے لوگوں کو عشق بنا دنیا میں

چوں فتد بر جان از جلوہ جنت شعاع　　جاں کند مار وداع و ماکنم آں را وداع

ترجمہ: جلوہ تیرا ہم پر جس وقت آئے
اسی وقت جان ہماری چھوڑ ہمیں، چلی جائے

گر تمہید ستیم ماعیبے نباشد اے ندیم　　غمزہ یار بغاوت مے برو مارا متاع

ترجمہ: عیب نہ کوئی دوت مندوں کو، اگر میں مفلس یارا
ناز نخروں والے دلبر نے لوٹ لیا مال و متاع سارا

اگر نباشد از تو اندر زندگی لطفے مرا　　من ز لطف زندگی ہرگز نگیرم انتفاع

ترجمہ: زندگی میں لطف تمہارا اگر نہ حاصل کرسکا
تو پھر زندگی میں نفع بھی نفع نہیں

کاش برداروِ نقاب از روئے خود آں ماہوش　　درمیان عارف و واعظ ہے بینم نزع

ترجمہ: اے افسوس! کبھی اب جلدی سے دلبر نقاب اٹھائے
عارف واعظ لڑ لڑ تھکے، اب وہ جھگڑا ختم کرائے

گر ہمے خواہید پیوستن باد اے واعظاں　　باید از دنیا و دیں کردن شمار انقطاع

ترجمہ: واعظ، مولوی اور زاہد، وصلِ دلبر اگر چاہیں
دنیا و دین سے توبہ کرکے سیدھے ہو کر آئیں

اے شرف مارا زداران حریم قدسیم　　نیست بر اسرار ما ہرگز کسے را اطلاع

ترجمہ: بوعلی، دلبر کی درگاہ، پر ہمیں عرصہ ہوا
راز اسرار ہمارے کوئی نہیں جان سکا

میفروزم ہر شب از یاد رخ جاناں چراغ　　نیست بر اسرار ما ہرگز کسے را اطلاع

ترجمہ: یاد دلبر میں ذکر فکر کا ہمیشہ چراغ جلاؤں
پتنگوں کی طرح لڑنے کڑھنے کا داغ نہ دل میں پاؤں

کاش بارد بر سر او سنگ و خاک از آسماں　　ہر کسے کو خالی از سودائے تو دارد دماغ

ترجمہ: پتھر پڑیں آسمان سے، کاش خاک پڑے اُس سر پہ
عشق تیرے کی جگہ نہ ہو جس کے دل و دماغ میں

باغ ما در سینہ ما ہست از عکس رخش　　ما نمے گیریم خطے زینہارا از سیر باغ

ترجمہ: ہمارے سینے میں ہے باغ، دلبر کے حسن کا

ہمیں اب مزا نہ آئے، اور باغوں کی سیر کا

از خیال روئے و چشم آں نگاہ شوخ و شنگ　　دیدہ من پر ز اشک و سینہ من پر ز داغ

ترجمہ: حسن دلبر کے خیال میں سوچ سوچ کر
میرا سینہ داغی ہوا رو رو کر

در گل و عطر و عبیر و عنبر و مشک ختن　　از شمیم زلف تو ہرگز نمے نیابم سراغ

ترجمہ: گلاب و عطر و عبیر و عنبر و کستوری
تیری زلف کی خوشبو نہ پاسکیں یہ

واعظا موئے دماغے درمیان عاشقان　　درمیان بلبلاں ہرگز نزیبد شور زاغ

ترجمہ: اے واعظ تو درویشوں میں بیٹھا لگتا ہے بخیل
کوّوں کا شور بلبلوں میں اچھا نہیں لگتا

اے شرف فارغ نہ گشتی گر ز دنیا و ز دیں　　روز و شب مستانہ میگری چرا در باغ و راغ

ترجمہ: اگر نہ ہو دین و دنیا سے فارغ شرف قلندر
دن رات مستانہ ہو تارہ خوشیوں میں

راز نہاں ز پیر مغان است در دلم　　چوں گوہرے کہ سر نہ بروں آرد از صدف

ترجمہ: جو راز دلبر کا مجھے پیر مغاں نے بتایا
سانپ کے اندر موتی کی طرح ہمیشہ رہا چھپا

باید ترا کہ تیغ بروں آری از نیام　　ما عاشقاں ستادہ چو باشم صف بہ صف

ترجمہ: اپنے ناز نخروں میں تجھے تلوار چلانی چاہیے
تیرے آگے ہم ہیں کھلونے صفیں باندھ کر سارے

اے بعجانِ شوخ کہ باشند سنگ دل　　رحمے نمے کنند بجان و دل شرف

ترجمہ: جہاں پتھر دل پہ ہوتے شوخ مزاج رنگیلے
دل و جان پر رحم نہ کرتے اے شرف الدین رو حیلے

روئے تو سوزد مرا از آتش پنہان عشق　　موئے تو باشد مرا سلسلہ جنبانِ عشق

ترجمہ: آتش عشق تیرے جمال کی ہر وقت مجھے جلائے
تو اپنی زلف کی خوشیوں کے لیے میرا عشق جلادے

سر نہ فرو آرم پیش کسے در جہاں ۔ سر بنہادم چومن بر خط فرمانِ عشق

ترجمہ: اور کسی کے آگے جہاں میں کبھی نہ سر جھکاؤں
تیرے عشق میں سجدے کر کر کے ماتھا میں رگڑوں

دست بداماں خضر کے زنداز احتیاج آنکہ بدستش بود گوشہ دامانِ عشق

ترجمہ: خضر پیر سے اپنی حاجت کوئی نہیں مانگتا
جب عشق کا پلڑا ہی پکڑ لیا پھر وہی کافی ہے

منزل مقصود و اگر ہست ترا در نظر یک قدم شوق زن سوے بیابانِ عشق

ترجمہ: خاص پریم پیالے کی اگر آرزو ہے
قدم ایک ہے ، محبت کے ساتھ ، گلی دلبر کی

لقمہ دنیا منہ درد ہن و کام خویش خواہی اگر واعظا لقمہ از خوانِ عشق

ترجمہ: لقمہ الفت دنیا والا منہ میں نہ ڈالنا
اے واعظ اگر تو عشق کا لقمہ چاہتا ہے

زود گریز د زسر چوں یہ شود ناگہاں برصفِ عقل و خرد حملہ سلطانِ عشق

ترجمہ: لشکر علم و عقل کا تیرے سر سے بھاگ جائے
اگر سلطان عشق کا ایک ہی حملہ کر کے آئے

ہوش گریز د سر واعظ مغرور را گر تو زنی اے شرف نعرہ چومستانِ عشق

ترجمہ: ہوش حواس گمائے واعظ فخر غرور والا
اے شرف قلندر اگر تو مارے نعرہ دیوانوں والا

فدائے روے تو ارضین و افلاک بفرق تو منور تاج لولاک

ترجمہ: دل و جان کے چودہ طبق تیرے چہرے نے گھمائے
تاج لولاکی سر پر رکھ کر بہت ہی روپ سجایا

بکش ار رخ نقاب اے ماہ یثرب بزن در حبیب دو امان دلم چاک

ترجمہ: اٹھا پردہ دکھا مکھڑا نوری اے یثرب کے چاند
دل میرا پرزے پرزے کردے بے پروا ہو کے

بیفگن آتشے در سینہ من کہ سوز دخرمن صبر مرا چاک

ترجمہ: آگ لگا میرے سینے میں کر کے ایک چکارا
میرے ہوش عقل اور صبر کا چھلک جائے پیانہ

ہے نالم کہ بر رو کے بنالم زراہ تو اگر یابم کف خاک

ترجمہ: رو رو پکاروں اللہ کب وہ وقت آئے
مٹی پیروں کی منہ پر مل کے عاشق عزت پائے

بیا برقِ جمال خویش افگن وجود من بود چوں خارو خاشاک

ترجمہ: بجلی کی طرح چھپکے آکر جلوہ اوپر میرے
تنکوں کی طرح جل جائے یہ تن تیرے قریب آکر

بزن تیغے مرا برسرز غمزہ بکن رحمے مرا برجانِ غمناک

ترجمہ: ناز وادا سے میرے سر پر کھینچ تلوار
دکھیا جان میری پہ کردے رحم ایک بار

چو سوز ز آتش ہجر تو ہر دم نا شدز آتش دوزخ مرا باک

ترجمہ: جیسے دوری کی آگ میں وقت گزر رہا ہے
دوزخ کی آگ سے مجھ کو خوف نہ آئے

حدے خواں خواندار نعت تو یک دم شود جمازہ من چست و چالاک

ترجمہ: تعریف کروں میں تیری اگر تو
میرے شوق کے اونٹ کو چست و چالاک ہنکائے

یہ جیب دانش صد چاک دارد قلندر بوعلی یبواک یبواک

ترجمہ: پرزے پرزے بوعلی کے دل کا دامن ہوا

تیرے وصال کے شوق نے مجھے کر دیا ادھ موا

آمد یم از صحبت ایناں بہ تنگ مانمے خواہیم ہرگز نام و ننگ

ترجمہ: بُرے لوگوں کی صحبت سے میری توبہ
ننگ و ناموس رکھیں اپنے گھر مجھے ضرورت نہیں

باکس و ناکس شوی در آشتی تو اگر بانفس خود آئی بہ جنگ

ترجمہ: اچھا بُرا سب کو جاننا ایک جیسا
جنگ لڑائی اگر تو پائے اپنے نفس کے ساتھ

راہ عابد نیست جز راہ صفاء راہ عاشق نیست جز کام نہنگ

ترجمہ: زاہد کو بن راہ صفائی ہوتی نہیں رہائی
عاشق ہی ہیں جو سنسار کے منہ تک رسائی رکھتے ہیں

سر ز ہجر تو بسنگ آمد مرا دستم از عشق تو آمد زیر سنگ

ترجمہ: تیرے ہجر میں پتھر پہ میرا سر آ کر لگا
پتھر کے نیچے میرا ہاتھ تیرے عشق نے دبایا

عمر رفتہ باز پس ناید ترا از کماں بر جستہ مے ناید خدنگ

ترجمہ: پھر نہ آئے واپس جو عمر گزر گئی
جس طرح تیر کمان سے چھوٹ کر واپس نہ آئے

پس غنیمت ہر نفس رامے شمار دامنِ عشرت مبر بیروں زچنگ

ترجمہ: جان غنیمت سمجھ جو دم گزرے یارا
ہاتھ سے خوشیوں والا گھیرا نہ کر پارا پارا

نغمہ برزن بر نوائے مطریاں جام برکش از شراب لعل رنگ

ترجمہ: مطرب کے سر کے ساتھ ملائے سوز اور ساز دل کا
سرخ شراب سے بھر بھر کر پیے پیالہ خاص نشے کا

دل بود آئینہ و آئینہ را پاک باید کردن از ہر داغ ذرنگ

ترجمہ: خاص الخاص آئینہ ذاتی یہ نوری دل تیرا
مگر داغ سے، زنگ سے چاہئے، ستھرا اُس کا چہرہ

تاں جمال سرمدی بینی عیاں اندراں آئینہ بے ریب و رنگ

ترجمہ: پھر تم اِس میں دیکھنا خاص جمال الٰہی
بے شک و شبہ ملے گا اپنا آپ خدائی

برنتابد عشق علم و عقل را اینچیں تو سن دریں وادیست لنگ

ترجمہ: عقل و علم کو عشق نہ جانے کیا ہوتا کیا کرتا
اس جنگل میں لنگڑا ہوتا گھوڑا فکر ہنر کا

زاہداں رامے رودا ایماں بباد درمیان شاہد ان شوخ و شنگ

ترجمہ: زاہدوں کو ایمان نہ ملے پل میں اڑ جائے
درویشوں میں آکے اگر ایک پھیرا لگائے

عشق غالب اے شرف آید بہ عقل چوں برا آہو حملہ مے آر و پلنگ

ترجمہ: عقل کو کھا پی جائے شرف پریم پیالہ
جیسے شیر ہرن کا ایک ہی آکے کردے نوالہ

نہاں نوئے تو شدد غنچہ و گل کہ از مستی بہ فریاد است بلبل

ترجمہ: پھولوں کلیوں نے میری خوشبو چرائی
بلبل نے مستی میں آکے شور مچایا

بہ قیمت داد مے ملک سلیماں اگر دادم کسے یک ساغر مل

ترجمہ: قیمت ملک سلیماں کی ایک دم میں دے دوں
اگر ایک پریم پیالہ مجھے یار سے مل جائے

چو دیدم جلوہ اال شاہد مست زد ستم رفت دا مان تحمل

ترجمہ: جس دم دلبر مستانہ مجھے نظر آیا
حوصلہ میرا اُڑن چھو ہوا صبر قرار لٹایا

نے دانم کہ قمری برسر سرد   چرا افگندہ در گلزار غلغل

ترجمہ: باغ میں سرو اور قمری نے ، نہیں معلوم ہمیں
کس بات پر شور مچایا سو سو آہیں بھر کے

نے دانم کہ اندر بزم رنداں   چرا آید بہ گوش ایں بانگ قلقل

ترجمہ: نہیں معلوم ہمیں مجلس میں درویشوں نے
کیوں شور مچایا، کیوں کانوں میں ہو ہو ہا ہا لگائی

نے دانم کہ بریا لائے گلبن   چرامے آید اندر نغمہ بلبل

ترجمہ: نہیں معلوم ہمیں پھولوں میں جا کے
ساز اور سوز راگ لگائے کس بات پر

نے دانم کہ چوں در جیب و داماں   زند صد چاک اندر گلستان گل

ترجمہ: نہیں معلوم انہیں ، باغ میں گلابی پھول
سو سو بار چاک کرے کیوں اپنا دامن ماہتابی

شرف ایں راز را گر فہم خواہی   بروں نادر سراز جیب تامل

ترجمہ: اگر یہ راز سمجھنا چاہو شرف الدین قلندر
بیٹھ ہمیشہ نوری کمرے میں ذکر و فکر کے لیے

اے آنکہ بہ فرقت ز لعمرک بودا کلیل   دے بردر تو ناصیہ سا آمدہ جبریل

ترجمہ: تیرے ہجر کا میری عمر نے تاج اپنے سرپایا
تیرے در پہ جبرائیل نے ماتھا رگڑ گھسایا

ایوان تو عرش است کہ در جلوہ در آنی   انوار تو اش بردرودیوار جو قندیل

ترجمہ: تیرے لئے پیدا کیا رب نے عرش معلّی
تیرا نور جہاں بھی پڑے ہر شے چمکے

تو از نظرے عالم و آدم دگر آری   عیسیٰ کندار زندہ دو صد مردہ بہ تعجیل

ترجمہ: ایک توجہ تیری پل میں نیا جہاں بنا دے

کیا ہوا اگر مردے زندہ کر کے عیسیٰؑ دکھا دے

یک نعرہ مستانہ بہ عشق تو زنم گر   خلقے بصور رو داز صور اسرافیل

ترجمہ: ایک نعرہ اگر دیوانہ تیرے شوق میں مارے
لوگ سمجھیں اسرافیل نے صور پھونکا

ایں یک خط سبز کہ بروئے تو نوشتند   مجموع دراں پنج کتاب است بہ تفصیل

ترجمہ: نکتہ وحدت والا جو تیرے مکھڑے نے لکھا
پانچ کتابوں کا مجموعہ اُس میں رکھا

در فہم کسے کایں سبز تو بخواند   توریت و زبور آمدہ ہم مصحف انجیل

ترجمہ: جس کسی نے سمجھا آ کر یہ نقطہ نورانی
اُس نے انجیل، تورات، زبور اور مصحف پہچانی

مارا سفر قبلہ ابروے تو درپیش   یاراں ہمہ در قصد حجاز اند بہ تعجیل

ترجمہ: ہم نے تو تمہارے دیدار کا ارادہ کیا
چاہے کعبہ جا جا کر سارا جہاں جھک جھک کر ختم ہوا

در عشق تو دید شرف اینگو نہ عجائب   کزوے نتوں کرد حکایات بہ تمثیل

ترجمہ: عجب عجائب جو کچھ دیکھا قلندر نے عشق میں
وہ سماں الفاظ میں بیان ہو سکے کیسے

ہاں بو علی ازمد عیاں ہیچ نہ زنجی   با صورت آدم نبرد سجدہ عزازیل

ترجمہ: زاہدوں پر غصہ نہ کر اے بوعلی دیوانے
شیطان نے بھی کب سجدہ کیا تھا آدم کو

اے از طراوت تو تاز گئے مل   وے از لطافت رخ نو ناز کئے گل

ترجمہ: شراب میں تازگی ہے تیرے لبوں کی ہے
پھولوں میں جو شگفتگی ہے تیرے چہرے کی ہے

بالاز جلوہ ملکوت است حسن تو   حیراں ز شرح خوبی روئے تو عقل کل

ترجمہ: تیرے حسن کی شان زیادہ ملکوتوں سے بڑھ کر
تیری خوبیوں کو دیکھ کر عقل علم بھاگ جائے

بیروں ز اختیار بود گیر یہ ہائے ما — بر پشت بحر ے نتوانیم بست پل

ترجمہ: ہماری گریہ زاری ہمارے بس میں نہیں
اس بحر قلزم پر پل نہیں باندھا جا سکتا

ہر ذرہ راز پر تو مہراست اضطراب — محو جمال روئے تو دید یم جزو کل

ترجمہ: سورج کی شعاعوں میں ہر ہر ذرّہ بے قراری
ادنیٰ اعلیٰ ہر اک تیرے مکھڑے پہ واری

مارا بغیر بند گیت نیست چارہ — دریائے ماست سلسلہ در گردنست غل

ترجمہ: نہیں علاج ہمارا کوئی تیری غلامی میں آنے کے بعد
پیروں میں زنجیریں گلے میں طوق ہے ہر دم

اعظ برائے پند تو نزدیک من میاء — کا ید مراز دور خوش آوازۂ دہل

ترجمہ: اے واعظ میرے پاس نہ آنا وعظ سنانے کے لئے
دور کے ڈھول سہانے پاس نہیں اچھے لگتے

مااے شرف بہ طاعت کس سرنمے نہیم — حلقہ بگوش ما بوداز خاتم الرسل

ترجمہ: غیروں کی غلامی کرنے والا شرف قلندر نہیں
میرے کانوں میں بالی ہے سرورِ دو عالم کی

تشنہ عشقم جگر ے سوز دم — از تف آں مغز سر ے سوز دم

ترجمہ: عشق تیرے میں جگر جلے دل تپے
تپ تپ کر مغز سر کا، گل سڑ کر پانی بن کر بہتا ہے

یک نظر کر دم بہ حسن گرم او — تا قیامت آں نظر ے سوز دم

ترجمہ: اس کے حسن کی گرمی سے من جلنے لگا
قیامت تک جلتی رہیں گی اکھیاں جنہوں نے اسے دیکھا

پر تو شمع رخش بر من رسید — زاں چو پروانہ جگر ے سوز دم

ترجمہ: جب چمک اُس کے حسن کی میرے اوپر آئی
جگر اور جان میری نے اُس کو پتنگ کی طرح جلایا

گر پرم بر ہوائے شوق او — صد تجلّی بال و پر ے سوز دم

ترجمہ: اُس کے شوقِ محبت میں اگر اُڑوں ایک بار
میرے بازو اور پر جلائے اُس کی چمک نے

ز آتش ہجر تو در قید حیات — روز و شب تار ستر ے سوز دم

ترجمہ: تیرے ہجر فراق کی آگ میں قید میری زندگی
دوزخ کی طرح رہوں جلتا دن اور رات

داغہائے عشق اودر دل مراست — آہ ایں مشت شرر ے سوز دم

ترجمہ: عشق میں داغ لگے میرے سینے میں
صد افسوس اگر جل جاتا ہوتا بہت اچھا

شعلہ یاد رخ پر نور او — بو علی شام و سحر ے سوز دم

ترجمہ: شعلے ذکر فکر میں، مکھڑا اُس کا نوری
بو علی کو جلائے دن رات اُس کی دوری

ازاں مے کز غم عشق تو خور داست — رو انم تا ابد اندر خمارم

ترجمہ: عشق کے غم میں جو جام محبت پیا
بخشی اُس نے ابدی زندگی اورمستانہ کیا

چو چشم مست تو ہستم ہمہ عمر — نخواہی دید ہرگز ہوشیارم

ترجمہ: تیری نشیلی آنکھ کی طرح ہوا میں نشیلہ
اب ہوشیار کبھی نہ ہوسکوں رہوں گا میں دیوانہ

انا الحق مے زنم صدرہ چو منصور — اگر راہ مے نمائی سوئے دارم

ترجمہ: شاہ منصور کی طرح بولوں میں سو سو بار

راہ بتائے اگر گھر اپنے کا عیش خماری میں

بداں شاہد کہ من دارم بعالم ۔ سزد گراز دو عالم سربر آرم

ترجمہ: جو معشوق میرے ہاتھ لگا اس عالم میں
دونوں جہان میں نخرے جتاؤں تو بھی کم ہے

چواز رخ مے کشد بند نقابے تجلّٰے مے نماید بے قرارم

ترجمہ: مکھڑے سے جس وقت اتارے نقاب
تجلی ہو جائے بے قراری پائے

کنار از دین واز دنیا گرفتم ہنوز او مے نیاید در کنارم

ترجمہ: چھوڑ چھوڑ کر دین و دنیا بیٹھا رہتا ہوں
مگر پھر بھی پیارا پاس آ کر نہیں بیٹھتا

نگیرد گوشہ دا مان اورا کند پرواز اگر مشتِ غبارم

ترجمہ: بن بن دھول اڑے ، اگر یہ تن پرواز کرے
پھر بھی اُس کے پلّو تک پہنچ نہ پائے

چہ گویم اے شرف در حضرت او کہ او داند نہان و آشکارم

ترجمہ: کیا کہے دلبر کے دربار میں شرف الدین دیوانہ
سب کچھ اُس پر ظاہر ہے میرا

جمالت بود اندر روئے آدم کہ مے بودش شرف بر جملہ آدم

ترجمہ: آدم کے مکھڑے پر ہے جلوہ تیرا ذاتی
تب کہیں سب پر پائی بزرگی صفاتی

اگر ایں نقطہ دانستے عزازیل ہزاراں سجدہ آور دے دما دم

ترجمہ: واقف ہوتا اگر شیطان اس اسرار سے
سجدے کر کر کے کبھی نہ تھکتا آدم کو

بر آدم منکشف شد جملہ اسمائے ملائک اندر انجا ماندہ ابکم

ترجمہ: آدم پر ظاہر ہوئے سب اسماء الٰہی
بہرے گونگے ہو کر رہ گئے سب فرشتے بھائی

کسے کو رازیاں بربستہ نبود حریم اقدس او انیست محریم

ترجمہ: جس کسی کے منہ پر نہیں خاموشی
ملے نہ اُسے در گاہ معلّٰی میں جگہ

چہ نامے کزثنایش چند فصلے نوشتہ برجبین عرش اعظم

ترجمہ: سبحان اللہ ذاتِ معلّٰی نام مبارک اکبر
خوبیوں کے ہیں عرشوں پر ، جس کے لکھوں دفتر

رود آں نام را جانم بہ قربان کنم آن نام رامن دور پیہم

ترجمہ: جان ہماری تم پہ صدقے واری جائے
یہ دل تیرے نام کا ہمیشہ ورد کرے

خوشا نامے و خوش آں صاحب نام بہ جز ناش نباشد اسم اعظم

ترجمہ: واہ نام والا اور واہ وا نام مبارک
اس بن اسم اعظم نہ کوئی خاص الخاص تبارک

بہ عشق او شود دنیا و دین مست اگر مستانہ آوازے بر آرم

ترجمہ: اس کی محبت میں ہوا دنیا دین دیوانہ
اگرایک نعرہ ماروں دیوانہ مستانہ

شرف در صورت پاش عیاں دید جمال لایزالی را مسلم

ترجمہ: جس کے چہرے سے نظر آئے شرف الدین قلندر
خاص الخاص جمال الٰہی دم دم پل پل میں

پردہ بردار کہ ماروئے چو مہرت نگریم ورنہ از آہ جگر پردۂ عالم بدریم

ترجمہ: اٹھا پردہ سورج کی طرح نظر آئے مکھڑا تیرا
نہیں تو آہِ جگر سے کروں گا پردہ ظاہر تیرا

پردہ بردار کہ بینم دو ابر دے ترا   پیش شمشیر تو ماجملہ سرا سر سپریم

ترجمہ: اٹھا پردہ تیرے ابرو دیکھوں میں
ڈھال کی طرح شمشیر ابرو کے آگے بیٹھے ہیں

پرتو روئے تو خود مے بدرو پردہ خویش   پس چرا روئے ترا ماپس پردہ نگریم

ترجمہ: جلوہ تیرا پردہ اپنا جب خود ہی پھاڑے
پھر یہ دل چوری چوری کیوں دیکھے تمہیں

ماخبر گوئے جمالِ تو بہ عالم شد مایم   گرچہ از جلوۂ دیدار تو ما بے خبریم

ترجمہ: ہم نے تیرے جمال کی باتیں عالم میں پھیلائیں
چاہے خبر نہ ہمیں تیرے حسن کی

طعنہ دشمن و تحسین رفیقاں شنویم   لیکن از جاز دیم بہ تغافل گز ریم

ترجمہ: یاروں سے سن بڑائی غیروں سے برائی
غفلت میں بیٹھ نہیں چھوڑ کر ذات الٰہی

مردہ ہرگز بنود آنکہ بمیرد در عشق   کشتہ ناز ترا زندہ دایم شمریم

ترجمہ: عشق میں جو جان لٹائے اُس کو موت نہ آئے
تیرے ناز کا مارا ہوا ابدی زندگی پائے

نیست فردوس بریں ہمسر کوے تو کہ ما   راہ بہ کوئے تو بفردوس بریں مے نبریم

ترجمہ: جنت تیرے کوچے کی طرح کبھی ہو نہیں سکتی
جنت کے راستے تیرے در پہ پہنچ سکے نہ کوئی

روز با خوش پسراں نرود فاے بازم   شب ہمہ شب بشرا بے و شمعے سازم

ترجمہ: سارا دن شطرنج محبت کھیلوں زاہدوں کے ساتھ
رات ساری پیالے بھر بھر کے پیوں دلبر کے ساتھ

بے خبر از دو جہاں کرد میرا جلوہ دوست ،   بدو عالم زرخ دوست نے پروازم

ترجمہ: دلبر کے جلوے نے مجھے دونوں جہاں سے نکالا

اپنی طرف سے جانے والا دوسرے کی طرف نہ چھوڑا

دارم از سوز و گداز غم اوپیش نظر   باید اول کہ سر خویش چو شمع اندازم

ترجمہ: مجھے اس کے غم میں لازم ہوا مرنا
مجھے شمع کی طرح اپنا سر کاٹ لینا چاہیے

موجے از جلوہ او برد بنا گاہ مرا   بود انجام رہ اہلِ نظر آغازم

ترجمہ: جمال وحسن کی لہر نے مجھے وہاں جا پہنچایا
جہاں اہلِ نظر رہ جائیں، وہاں سے ہمارا آغاز ہوا

کے بایں دم گہ جاو شہ پرواز کنم   من کہ از اوج سر عرش یکے شہبازم

ترجمہ: اس دکھوں کی نگری سے ممکن نہیں پرواز
ہاں شہباز ایکٗ ملک قدس کا عرشوں پہ ہے بجا

کے شوم مدعی کشف کہ شرکیست خفی   نشود گاہ بہ طامات بلند آوازم

ترجمہ: ہو نہ سکے مجھ سے دعوای کشف کرامت والا
یہ ہیں لا حاصل بے ہودہ باتیں مشرکوں والی

نہ منم عارف و عالم نہ منم عاشق ورند   ہرزہ گو یند ہمہ بے خبراں از رازم

ترجمہ: نہ میں عاشق ، عارف ، عالم نہ میں درویش
ایسے ہی کرتی ہے بے ہودہ باتیں میری، ساری مخلوق

بوعلی کہ سر خود بر کشم از راہ جفا   من کہ در زمرۂ ارباب وفا ممتازم

ترجمہ: سرکش ہو کر ظلم کرے کیسے شرف قلندر
ملا فخر مجھے جب ڈھونڈا اہلِ وفا میں

اگر رندم اگر من بت پرستم   قبولم کن خدایا ہرچہ ہستم

ترجمہ: چاہے ہوں میں دیوانہ چاہے بت پرست
جیسا ہوں میں ، یارب مان ہماری یاری

بت دارم درونِ سینہ خویش   کہ روز شب من آں بت میپرستم

ترجمہ: اپنے سینے میں، میں نے ایک رکھا بت بنا کر
دن اور رات کروں میں اس کی پوجا

بہ ہوشم نادر و ہنگامہ حشر — کہ من بدست از روز الستم

ترجمہ: زلزلہ روز حشر کا ہوش نہیں دے سکتا مجھے
میں تو روزِ ازل سے بے ہوش ہوں اور رہوں گا

ندارم ننگ و عار از بت پرستی — کہ یارم بت بود من بت پرستم

ترجمہ: میرے لئے بت سے مہنگا پتھر نہیں کوئی
یار میرا بت بنا میں بت پرست سودائی

بہ پیچ و تاب عشق افتادم آنگہ — دل اندر زلف ہیچاں تو بستم

ترجمہ: عشق کے جھمیلوں میں اُس وقت آپھنسا
زلف کی زنجیر میں جب یہ دل دھنسا

خمارم نشکند آیدا جل گر — کہ از جام شراب شوق مستم

ترجمہ: یہ خمار نشے کا موت سے نہ جائے گا
جامِ ذوق محبت نے ایسا کیا مستانہ

شرف چوں نرگس مثلش بدیدم — مستی ساغر و مینا شکستم

ترجمہ: مست آنکھ متوالی دیکھی جس دم شرف قلندر
جامِ صراحی مستی میں توڑ دیئے پل میں

منم محو جمال اونمے دانم کجا رفتم — شدم غرق وصال اونمے دانم کجا رفتم

ترجمہ: میرے سنگ ماہی چلا، مجھ سے اپنا آپ نہ سنبھالا جائے
ڈوبا دریائے وصل میں مجھے کون بچائے

غلام روئے او بودم اسیر موئے او بودم — غبار کوئے او بودم نمے دانم کجا رفتم

ترجمہ: غلام تھا میں حسین چہرے کا، اور خوبیوں کا قیدی
اب میں کہاں آگیا، میں تھا مٹی اِس در کی

بآں مہ آشنا گشتم ز جان و دل فدا گشتم — فنا گشتم فنا گشتم نمے دانم کجا رفتم

ترجمہ: واقف ہوکر دلبر پہ دل و جان لٹایا
فانی ہوا فانی ہوا اپنا آپ بچایا

شدم چوں مبتلائے نہادم سر بہ پائے او — شدم محو لقائے او نمے دانم کجا رفتم

ترجمہ: جب میں عاشق اس کا ہوا، سر قدموں میں رکھا
محو دیدار ہوا تو اپنا آپ نکال دیا

قلندر بوعلی ہستم بنام دوست سرمستم — دل اندر عشقِ او بستم نمے دانم کجا رفتم

ترجمہ: ہاں میں بوعلی مستانہ دلبر کے عشق میں دیوانہ
اپنے آپ سے بے گانہ عشق کا مستانہ

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم — گوش انیز حدیث تو شنیدن ندہم

ترجمہ: آنکھوں سے ہی غیرت کھاؤں مکھڑا نہ دیکھنے دوں گا
کانوں سے بات تمہاری ہرگز نہ سننے دوں گا

گر شبے دست دہد وصل تو از غائت شوق — تا قیامت نشود صبح و میدن ندہم

ترجمہ: اگر ایک رات وصل کراؤ، تو میرے گھر آؤ
قیامت تک قسم خدا کی فجر نہ ہونے دوں گا

گر بیاید ملک الموت کہ جانم بہ بیرد — تا نہ بینم رخ تو روے رمیدن ندہم

ترجمہ: ملک الموت اگر آئے اور جان ہماری نکالے
دیکھ لوں نہ جب تک مکھڑا، جان نہ نکلنے دوں گا

گر مرا بزسر کوئے تو بود دسترسی — غیر رابر سر کوئے تو رسیدن ندیم

ترجمہ: در تیرے پہ کبھی کبھار اگر ہو رسائی
تیری گلی میں غیروں کو کبھی نہ آنے دوں گا

نذر دیدار تو گر ملک دو عالم بدہند — بعلم اللہ کہ سر موے تو دیدن ندہم

ترجمہ: نذر انے میں دو جگ اگر دیں مجھے•

بال برابر تیرا مکھڑا کبھی نہ دیکھنے دوں گا

اگر آں طایر قدسی فتد اندر دامم   گرچہ صد حملہ کند باز پر بدن ندہم

ترجمہ: اگر وہ قدسی پنچھی میرے قبضے میں آ جائے
چاہے پھر کرے سو حملے اڑنے میں نہ دوں گا

شرف ارباد وزد بوئے زلفش بہ بہرد   باو را انیز دریں شہروز بدن ندہم

ترجمہ: بادصبا اگر لے بھاگے خوشبو زلفوں کی
شرف قلندر اس شہر میں ہوا نہ جھلنے دے گا

دیدہ روئے تو رفتہ از ہو شیم   مست واز خویشتن فرا موشیم

ترجمہ: دیکھ تمہارا مکھڑا ہوش حواس گمائے
اپنا آپ بھلایا سارا، مستی ایسی پائی

گر کنی لطف ور روی در خشم   ماغلا میم و حلقہ در گوشیم

ترجمہ: چاہے رحم کرے چاہے غضب کرے
ہمیں اپنی غلامی میں ہمیشہ پائے گا

راز ہاندروں سینہ ماست   گرچہ در مجلس تو خاموشیم

ترجمہ: ہمارے سینے میں لاکھوں راز بتا رہیں
کیا ہو جو چپ کر کے بیٹھے نوری مجلس میں

یار را ہیچ گا نے بینم   گرچہ با یار ماہم آغوشیم

ترجمہ: بڑا تعجب ہے ملتا نہیں ہمیں دلبر
چاہے ہماری آغوش ہو یا ہو ہمارے سر پہ

ہیچ جاء مانے کلیم اقرار   کہ بعشق تو خانہ برد دیم

ترجمہ: ایک جگہ بیٹھنے دیتا نہیں ہمیں عشق تمہارا
گلی گلی اور در در کیا ہمیں پاگل بہت

تلخی مرگ کے شود محسوس   شربت وصل او اگر نوشم

ترجمہ: ہمیں کچھ نہیں سمجھ آتا کیا تلخی جان میں گھل گئی
اگر پی لے جام وصل کا تیرے پاس

اوست درما وما در و محویم   پس بہ ورد دعائے کو شیم

ترجمہ: آپس میں مل گئے ہو گئے اکائی
ورد دعاؤں کی طرف کبھی ہاتھ نہ بڑھائے

ہست میخانہ بہتر از فردوس   جام مے را بہ تو بہ نہ فروشیم

ترجمہ: اچھا ہے فردوسِ بریں سے یہ مے خانہ
تو بہ بدلے میں کبھی نہ بیچوں پیمانہ مستانہ

دین و دنیاء است چوں خس و خاشاک   ماچو طوفاں بحردر جو شیم

ترجمہ: تنکوں کانٹوں کی طرح لگیں دنیا دین بے چارے
سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارے جوش ہمارا

اے شرف ضبط عشق شیوہ ماست   ہمچو دیوانگاں نہ بخرد شیم

ترجمہ: عشق کا طریقہ ہے بولی چپ رہنا
دیوانوں کی طرح شور نہ مچانا اپنا آپ چھپانا

ما بعشق تو ناتواں شدہ ایم   جسم بود یم ہمچو جاں شدہ ایم

ترجمہ: عاجز اور ناچیز ہوئے ہیں عشق میں
اچھے خاصے تھے اب ہوئے روح کی طرح سر کے

تا بہ چشم تو جائے خود کر دیم   ماز چشم جہاں نہاں شدہ ایم

ترجمہ: تیری آنکھوں میں جا کر بسیرا کیا
دو جگ میں سے الگ ہو کر موت پیالہ پیا

ماز یک جرعہ مے شوق قش   باز پیرانہ سر جواں شدہ ایم

ترجمہ: جام ذوقِ محبت اک قطرہ پی کر پاگل ہوا
نئی جوانی والا دوبارہ تاج سر پہ رکھا

نیست پروائے آپ و ناں مارا   ما نجوان کہ میہماں شدہ ایم

ترجمہ: روٹی پانی والی ہمیں ضرورت نہیں کوئی
ہوئے ہم مہمان اس کے جس کی کل خدائی

زاں زماں کو براستاں بنشاند   در بلندی چو آسمان شدہ ایم

ترجمہ: جب سے اُس نے ہمیں اپنی دہلیز پہ بٹھایا
آسمانوں سے بڑھ کر اس نے اونچا درجہ پایا

نیست پروائے دو جہاں مارا   تا بوصل تو کامراں شدہ ایم

ترجمہ: دونوں جہانوں میں پائی بے پرواہی
جب سے وصل کرایا دلبر نے

تانشانِ تو یافتم بہ عشق   مادریں دہر بے نشاں شدیم

ترجمہ: ذوق محبت میں پڑ کر پتہ لگا تیرا
جان ہماری نام و نشان کو بھی ہماری نہ رہی

زہر تیغ تو سر چو بنہا دیم   در خور عمر جاو داں شد ایم

ترجمہ: جب تیری تلوار کے نیچے جا رکھا سر اپنا
ابدی زندگی حاصل ہوئی مزہ عمر کا چکھا

ترک دنیا و دیں چو بنمو دیم   غافل از سو دو از زیاں شدہ ایم

ترجمہ: جب سے دنیا دین چھوڑے اے محبوب پیارے
تب سے نفع نقصان کا غم ہی ختم ہوا

شرف اندر ہوائے جلوہ دوست   فارغ از دوزخ و جناں شدہ ایم

ترجمہ: جلوۂ شوقِ دلبر میں آ کے شرف قلندر
دوزخ جنت بھول گئے سارے ایک پل کے اندر

چونکہ اندر سجدہ پیش خم ابروے تو ایم   در نماز عشق رو بنمو دہ ماسوے تو ایم

ترجمہ: تیرے ابرو کے محراب میں جب سے سجدہ کیا

تب سے پڑھتا ہوں نماز عشق کی تیرے سامنے

نیست مارا حور و غلمان و پری اندر نظر   چونکہ از روزِ ازل، عاشق روئے تو ایم

ترجمہ: حور پری نہ بھائیں نہ اکھیوں میں سمائیں
ازل سے تمہارے عشق والا پکڑا دامن

پائے در زنجیر ما باشیم و اندر پیچ و تاب   زانکہ از روز ازل وابستہ موئے تو ایم

ترجمہ: پیروں میں زنجیریں پیچ جنگل میں پیچ و تاب کھاؤں
ازلوں سے تیری زلف کی الفت میں رواں رواں پھنسا میرا

سر فرد ہرگز نمے آریم پیش ہر کسے   ماکہ سر اندر کمند یاد گیسوئے تو ایم

ترجمہ: ہر ایک آگے جھک نہیں سکتے جو ہیں نوکر تیرے
وہ زلفوں کے بل میں بندھے ہوئے ہیں

جام مے ہرگز نمے نوشیم و گل را نشویم   بیخود از روئے تو ایم و مست از بوئے تو ایم

ترجمہ: نہ پھولوں کی خوشبو بھائے نہ کوئی جام
تیرے مکھ کی خوشبو نے کیا دیوانہ مستانہ

جرعہ از مے کرامت گر کنی پیر مغاں   ہر کجا باشیم روز و شب دعا گوئے تو ایم

ترجمہ: ایک گھونٹ اگر کر کے عنایت اے مرشد اے سائیں
ہر جگہ، دن رات، تجھے دوں دعائیں

اے کہ قہرت از مہر کساں خوشتر بسے   گر برانی در بخوانی ما رضا جوئے تو ایم

ترجمہ: غیروں کی محبت سے قہر اچھا تیرا
راضی ہوں میں کر تو وہی جو دل چاہے تیرا

واعظ از ما را کند ترغیب جنت ہرزہ گو است   ماکہ ہچو بوعلی افتادہ در کوئے تو ایم

ترجمہ: اگر ترغیب جنت کی دے واعظ ہے بے ہودہ
میں تیرے کوچے میں ہوا بہت ہی آسودہ

عاشقا خیزد گام در رہِ زن   عقل باشد دریں سفر راہ زن

ترجمہ: اٹھ اے عاشق چل سویرے اٹھا قدم دیوانہ
اس سفر میں رہزن ہوتے ہیں جزوی عقل حیوانہ

گر نہ مرد گرد عشق مگرد چوں مخنث زدور دہ دہ زن

ترجمہ: اگر تو نہیں بہادر نہ پھر ہرگز عشق کے گرد
مخنث کی طرح دور دور سے کر بلے بلے

خر منِ صبر را پآتش دہ طعنہ بر روئے عقل ابلہ زن

ترجمہ: صبر کے دامن کو جلا آگے رکھ کے
طعنے کر کر مار اڑا عقلِ حیوانی پکڑ کے

ہر بلائے کہ آیدت از عشق برسر آں راہگیر دقہ قہ زن

ترجمہ: جو جو سختی عشق میں آئی عاشقوں پہ
کر کر کے طعن مذاق اور کرکے روک ٹوک

مصر خواہی چو یوسف کنعاں خیمہ اعتکاف درچہ زن

ترجمہ: یوسف کی طرح چاہے اگر شہر مصر کی بادشاہی
کنویں میں چھپ کر خدائی کے گوشے میں بیٹھ

دست برکش زجاں شرف اول گام در رہ عشق دانگہ زن

ترجمہ: پہلے اپنی جان سے ہاتھ دھو شرف الدین قلندر
پھر قدم محبت اٹھا ، رکھ راہِ محبت میں

دانی کی چیست دنیا دل از خدا بریدن جز عشق او گز یدن جز ذکر او شنیدن

ترجمہ: ہے معلوم تمہیں کیا دنیا کا رب سے منہ موڑنا
رب کو چھوڑ کر غیروں کی محبت میں مر مٹنا

دانی کہ چیست مستی در عشق ناز نیناں ہم دست و پافشاندن ہم پیرہن دریدن

ترجمہ: ہے معلوم تمہیں کیا ہوتی ، عشق سجن کی مستی
اپنے آپ کی بھول جا خودی خاک میں ملا ہستی

دانی کہ چیست لذت در عہد زندگانی بوئے سرش شنیدن لعل بش چشیدن

ترجمہ: ہے معلوم تجھے کیا ہوتی لذت زندگی والی
زلفوں کی خوشبو میں ہوتی بوسوں کی خوشحالی

دانی کہ چیست مقصد از عشق عاشقاں را ہم سوئے یار رفتن ہم روئے یار دیدن

ترجمہ: ہے معلوم تجھے کیا مطلب عشق کا عاشقوں کے قریب
یار کو دیکھ دیکھ ، اُس کے راہ پہ چل چل مر جانا

دانی کہ چیست مطلب از عشق تو شرف را نشتر بدل شکستن از دیدہ خون چکیدن

ترجمہ: ہے معلوم تجھے کیا مطلب بوعلی کے عشق کا
آنکھوں میں راہوں کے نشتر مار کر دل کا خون نکالنا

رخت از زاہد و واعظ بپوشاں طلب کن جام مے از مے فروشاں

ترجمہ: واعظوں اور مولویوں سے اپنا آپ بچائیں
درویشوں سے مانگ پیالہ عشق کا پی جا

در ہاتف ندابر نوجواں را بنوش از بادہ جامے و بنوشاں

ترجمہ: دم دم کے ساتھ پکارے ہاتف اے لوگ درویشو!
مے خوروں سے لے لے پیالے پی پی مستے ہاؤ

لبم از ضبط فریاد است خاموش دلم زاسراز عشق تست جوشاں

ترجمہ: شور دہائی ڈالی نہیں کیا ضبط بڑا
چاہے یہ دل عشق میں شور مچاتا رہا

بیا یددر نظر از عاشقانش چو من رندوسیہ مست و خردشاں

ترجمہ: عاشقوں میں میرے جیسا اس وقت نہیں کوئی
درویشی مستی مجھ پر آکے پوری ہوئی

گرائے زاہد تیرا مطلوب کشف است بیاور صحبت مادر نوشاں

ترجمہ: زاہد! چاہے اگر باطن کرامت والا

ہوا گر نزدیک ہمارے پی شراب کا پیالہ

صفا دیدم صفا در میگساراں   ریا دیدم ریا در خرقہ پوشاں

ترجمہ: درویشوں اور مولویوں میں دیکھی خوب صفائی
زاہدوں نے ریاء میں دھوکے کر کر کے عمر بتائی

اگرچہ بر سرش خنجر بہ بارد   قلندر رضائے تست کوشاں

ترجمہ: سو تلوار برسے اگر بوعلی کے سر پر
راضی تیری رضا میں رہے گا بھاگے گا نہیں ڈر کر

گو گر بے ہمسری درمہ جنیناں   چو مابنی نہ ہرگز پاک بیناں

ترجمہ: معشوقوں میں اگر تو اک محبوب یگانہ
میں بھی پاک لوگوں میں ہوں اک پاک نظر مستانہ

نہ امیدے مرا از دوستداراں   نہ پروائے مر از نکتہ چیناں

ترجمہ: یاروں سے امید نہ کوئی نہ لالچ آشناؤں کا
نکتہ چینوں ، بے دینوں کی پرواہ نہ مناؤں

گداز اندر دلت گرہست اے شیخ   چرا روے کشی از ناز نیناں

ترجمہ: زاہدا گر ہے دل تیرے میں سوز اور ساز کسی کا
معشوقوں پہ کیوں منڈ لائے ، مالک ہو دل کا

کشیدہ پردہ بر رخ مے نشینی   تغافل مے کنی با ہمنشیناں

ترجمہ: برقعہ پہن منہ پر، اور بیٹھ ریاضت کرنے کے لیے
مولویوں سے کر کنارہ ، چھوڑ ایسی عادت

گذر در خانقہ چوں کرد آں شوخ   دلم پہ شدز کو تہ آستیناں

ترجمہ: محفل میں جس وقت وہ رنگیلا آیا
زاہدوں ، واعظوں سے میرا دل بھاگا اور تڑپا

دل افگند یم اندر بیم عشقش   نے داریم عقل پیش بیناں

ترجمہ: میدانِ محبت میں پھینکا دل توڑ کر
ہمیں عقل جہان نہ کوئی جلا دی پکڑ پکڑ کر

قلندر شربی اے بوعلی اگر   مرد در محبت عزلت نشیناں

ترجمہ: بوعلی اگر قلندر بن جاؤ ہو جاؤ مست شرابی
حجرے والوں کے پاس نہ جانا خود چل کر

اے شایت رحمت للعلمین   یک گدائے فیض تو روح الامین

ترجمہ: یہاں وہاں رحمت تیری ، تو نے ہی خوبی پائی
جبریل فرشتہ بھی تیرے در کا ایک گدا ہے

اے کہ نامت را خدا اے ذوالجلال   زد رقم بر جبہہ عرش بریں

ترجمہ: عالی نام مبارک تیرا ذات مقدس تیری
عرش بریں کے ماتھے پہ پہلے لکھا نام تیرا

آستانِ عالئے تو بے مثل   آسمانے ہست بالائے زمین

ترجمہ: خاص الخاص دہلیز آپ کے گھر کی ہے جو
اس آسمان و زمین سے بڑھ کر اک آسمان سنہری

آفریں بر عالم حسن تو یاد   مبتلائے تست عالم آفرین

ترجمہ: سبحان اللہ کیا ملک حسن کا تیرا
عاشق ہوا جس پہ خالق تیرا میرا

یک کف خاک از در پر نور او   ہست مارا بہتر از تاج و نگین

ترجمہ: تیرے در کی نوری مٹی ہمارے لیے
لاکھوں شاہی تاجوں سے رکھے قدر زیادہ

از جمال تو ہمے بینم ماہ   جلوہ در آئینہ عین الیقین

ترجمہ: پرتوئے حسن تیرے میں ملے ذاتی جلوہ تیرا
عین الیقین اپنے شیشے میں ہے جو

حلق ر آغاز و نجام از تو ہست   اے امام اولین و آخرین

ترجمہ: اول آخر تو ہے تجھ سے کل خدائی
دونوں جہانوں میں ظاہر باطن میں تیری رہنمائی

غیر صلوٰۃ و سلام و نعت تو   بوعلی رانیست ذکر دل نشیں

ترجمہ: تجھ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد
بوعلی میں اب کچھ نہیں ، بھول گیا سب

از بشر تا کلائک ہمہ دیوانہ تو   برلب ہر کس و ناکس بود افسانہ تو

ترجمہ: کیا بندے اور کیا فرشتے سب تیرے دیوانے
ادنیٰ اعلیٰ کے منہ پر ہیں تیرے افسانے

ہمہ از مستی در ندی شدہ اقصاں بفضاء   ذرہ ذرہ شدہ بدست ز پیمانہ تو

ترجمہ: ہر ایک نے مستی میں تیرے پاس کیا ڈیرا
ذرّہ ذرّہ ہوا وہ جس کے منہ لگایا جام تیرا

تاقیامت نہ نجویش آید و از ہوش رود   ہم کہ آرد بہ نظر جلوہ مستانہ تو

ترجمہ: قیامت تک ہوش نہ آئے ، اپنا آپ بھلائے
دیکھ لے جو تجھے، بیٹھے ہر جا پاگلوں کی طرح

عشق آمد کہ دراں شمع جمال افروزد   چوں دل عاشق صادق شدہ کاشانہ تو

ترجمہ: عاشق کا دل جب سے ہوا گھر تیرا
دیا حسن اپنا جلائے وہاں عشق لیٹرا

سوخت از شمع جمال تو پر و بال آں را   طائر سدرہ نشیں جوں شدہ پروانہ تو

ترجمہ: جس عاشق کے سینے میں عشق تیرا بھرا
جلوئے حسن تیرے میں جل کر خاک ہوجائے

آنکہ گوید بزباں حرفے از اوصاف ترا   ہست نا محرم راز تود بیگانہ تو

ترجمہ: وعظ و کلام میں جو صفتیں تیری کرتا

واقف نہیں وہ تیرے راز سے، ہے غیروں کے گھر کا

لامکاں ہم زمکان تو پس پشت بماند   دیدنی ہست شرف ہمت مردانہ تو

ترجمہ: لامکاں ، مکاں تمام پیچھے رہ گئے سارے
دیکھی ہے تو نے ہمت ہماری شرف الدین پیارے

عاشقاں سجدہ مے کنند اورا   ہر گہ از خونِ دل کنند وضو

ترجمہ: کرتے ہیں سجدہ اس وقت عاشق اپنے دلبر کو
خون دل سے جس دم وضو کرتے خوشی سے

زاہدا گر فراغ دل جوئی   برکش از مے دو جام برلب جو

ترجمہ: اگر دل کی فراغت چاہیے اے زاہد
بیٹھ کنارے ہنر محبت پی جام مستانہ

عشق او پارہ پارہ کرد دلم   بادہ جو شید شد شکستہ سبو

ترجمہ: پرزہ پرزہ دل کا کیا ، اُس کے عشق نے
ہمارے جام کی صراحی توڑ دی شور مچا کر

طائر سدرہ را بدام آرد   شاہد من بہ حلقہ گیسو

ترجمہ: جبرائیل فرشتے کو بھی پھندے میں پھنسائے
بالوں میں گھونگھر ڈال کر جس دم دلبر آئے

روئے اورا بجلوہ مے بیند   آنکہ گر داند از دو عالم رُو

ترجمہ: کون ہے جو جلوے میں کھڑا دیکھ لے دلبر کا
وہی ہے جو دو جگ سے منہ پھیر کر آئے یہاں

جان و دل عقل و عالم و دیں مارا   سوز داز برقے از تجلی اُو

ترجمہ: ایک پل میں ہستی علم ، ایمان ، عقل کو
بجلی نور تجلی ذاتی جلائے

بوعلی در خیال جلوہ دوست   مے زند باز نعرہ یا ہو

ترجمہ: دلبر کے خیال سے جاگ کر شرف قلندر
ڈر کے مارے نعرے مارے ہر پل

ہے ز دوش مطرب ایں ترانہ　　که ایں دنیا فسونست و فسانہ

ترجمہ: سازوں کے سنگ سرور بنا کر مطرب نے کل کہا
دنیا ایک کہانی ہے اس میں پل نہیں رہنا

بکش جامے بہر آواز چغانہ　　اگر خواہی تو عیش جاو دانہ

ترجمہ: پی بھر بھر کر جام، سن ساز اور سخن دلبر کا
اگر چاہے خوشیاں، تو گزرے گی خوب امن میں

بجز یاراں کہ دردی کش کہ بینی　　نمے بینم وفائے در زمانہ

ترجمہ: درویشوں میں دوجا اہل وفا نہ کوئی
زمانے میں اہل وفا کی بہت کمی ہوئی

بہ شو فارغ زعلم و زہد یک دم　　بکش یک جرعہ از جام مغانہ

ترجمہ: علم عقل کا بوٹا جڑ سے کاٹ دے
پیر مغاں کے جام سے ایک پیالہ پی لے

نماید روے آں حسن جہاں سوز　　اگر من خود نبا شم درمیانہ

ترجمہ: تب وہ مکھڑا ملے جس کی چمک سے جگ جل جائے
جس دم اپنا آپ اپنے میں مجھے نظر آئے

اگر در خانہ دل مے نیائی　　نمے بینم ترا در ہیچ خانہ

ترجمہ: فارغ ہوکر اپنے اندر اگر تو جھانکے نہیں
تو کہیں بھی کسی جگہ تجھے تلاش نہ کرسکوں

مشرف یا بد سر خدمت بیادن　　ترا جاوید بر آن آستانہ

ترجمہ: سجدے میں رکھنے کے لائق یہ سر شرف قلندر
دہلیز دلبر پہ تجھے دم دم پل پل میں

شدم مست و خرا باتی زجامے　　نمے دانم حلالے یا حرامے

ترجمہ: ہوا دیوانہ شرابی پی کر ایک ہی پیالہ
کچھ حلال حرام کی تمیز نہ رہی سب کچھ ختم ہوا

نمازے مے گذارم در خرابات　　نہ اندروں لے سجودے نہ قیامے

ترجمہ: میخانے میں جاکر ایسی نماز پڑھوں
جس میں کوئی رکوع نہیں اور نہیں سجدہ

قضائے کفر و ایمان در نوشتم　　بہادم جوں براہش یک دو گامے

ترجمہ: کفر ایمان تمام لپیٹ کر ایک جگہ رکھے
محبت کے سفر میں جب سے اپنے قدم ہیں رکھے

میم دہ اے پسر کر پختہ کاری　　بہ سوز درخت پرتی و خامے

ترجمہ: دے وہ جام پورا مجھے اے محبوب شرابی
صوفیوں اور مستانوں کے جو جلائے عمل فوراً

مئے کز عکس آں جبریل سوزد　　نیار د گشت آں را عرش جامے

ترجمہ: جس کا عکس پڑے تو جبریلؑ جل جائے
گردش میں عرشوں کی بھی کوئی پیش نہ آئے

مر اگر نام زند یقی برآید　　چوستم نیست نیک از ہیچ فامے

ترجمہ: اگر بے ہودہ ہوں میں، کہے ساری مخلوق
ہاں جب دیوانہ ہوں میں، مجھے پروا نہ کوئی

ہمارے ہمتم کز اوج عرش است　　ینفتد ہیچ گر در ہیچ دامے

ترجمہ: پنچھی ہمت شوق میرے کا، عرشوں پہ جا چڑھا
اب وہ کسی کے پھندے میں نہیں پھنس سکتا

چو تو ہرگز بناشد خواجہ مارا　　چوما ہرگز ترا بنود غلامے

ترجمہ: تیرے جیسا صاحب نہیں زمانے میں

میرے جیسا غلام نہیں کوئی اس کارخانے میں

شرف در شعر تو رندی و مستی است   نگوبد چوں تو کس زیناں کلامے

ترجمہ: تیرے شعروں میں سے مستی ہے ٹپکتی
تیرے جیسی بات نہ کسی سے ہوتی نہ کوئی ہے کرتا

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے   چندیں سخن نغر کہ گفتے کہ شنودے

ترجمہ: اگر عشق نہ ہوتا ، تو پھر کوئی غم نہ تھا
دنیا جہاں کی عجب باتیں بھی نہ سنی پڑتیں

گر عشق نبودے بخدا کس نہ رسیدے   حسنِ ازلی پردہ زرخ بر نہ کشودے

ترجمہ: اگر عشق نہ ہوتا ہوتی کیسے رب تک رسائی
منہ سے برقعہ کبھی نہ اتارنا ازلی حسن خدائی

معشوق ربوے ودل وجاں ارتن عشاق   گر پردہ براقگندے و رخسار نمودے

ترجمہ: اٹھا برقعہ اگر دکھتا ہے دلبر کا رخسار
اس کے دیکھنے سے تن من عاشق کا گھل جاتا ہے سارا

گر باد نبودے سر زلفش کہ ربودے   رخسارہ معشوق بعا عشق کہ نمودے

ترجمہ: بادصباء اگر نہ چل کر زلفیں دور ہٹاتی
تو پھر عاشق کو محبوب کی صورت نظر کیسے آتی

گر ساقے وحدت درمے خانہ کشودے   درد پر یکے عاقل و ہشیار نبودے

ترجمہ: ساقی اگر مے خانہ کا دروازہ نہ کھلا رکھتا
چست چالاک ہشیار زمانے میں نہ کوئی ملتا

من مست وخرابات نمازے کہ گذارم   دروے نہ قیامے نہ رکوع نہ سجودے

ترجمہ: میں ہوں مست خمار شرابی اور اک پاک نمازی
جس میں قیام رکوع کا نام نہ سجدہ بازی

گر الفت توحید بناشد بدل تو   حق را نشناسی ز قیامے و قعودے

ترجمہ: وحدت کے دریا میں اگر دل نہیں لگتا تیرا
یہ رکوع سجود تمہارا تمہیں رب تک نہیں لے جا سکتا

اے آنکہ عدم شکل وخود از تو پذیرد   عنیر از نیابد بہ نظر ہیچ وجودے

ترجمہ: ملک فنا میں مشکل بقاء کی تجھ سے ہو پیدا
تیرے بعد نظر نہ آئے کوئی چیز

اے بوعلی ایں ہر دو جہاں پاک بسوزی   آں دم کہ بر آری ز دل سوختہ دودے

ترجمہ: بوعلی تو دو جگ پل میں جلا دینا
جلے ہوئے دل میں جب آہ لینا

بے پنہاں نمودستم غم عشق تو از ہر کس   دمے گفتم بیاد صبح آں ہم کرد غمازی

ترجمہ: غیروں سے چھپا کر رکھا تیرا عشق بہت
بادصبا نے چغلی کھائی اور شور مچایا

نخراہاے کند با مادو چشم کافرستش   نفیراست اے مسلماناں زدستِ کافرغازی

ترجمہ: کافر مست نگاہ آپ کی آئی تیزی سے
پہنچو مسلمانوں ہماری بڑی شامت آئی

خیالت راشبے دیدذراں مدہوش وحیرانم   خوشاروزے کہ باباد ے کنی یاری ودمسازی

ترجمہ: رات کو مرضی آپ کی دیکھ کر ہوا دیوانہ
واہ وہ وقت جب یار یاروں کی کرتا خوب تسلی

بزلف ہم سری کردن نیارو سنبل پیچاں   بروئش مے تو اند کرد کے خورشید انبازی

ترجمہ: سنبل کی کیا طاقت جو زلف کے آگے دم مارے
دیکھ کر دلبر کا مکھڑا سورج ڈوبے پل میں

شرف زنہار نکشاید معمائے حقیقت را   چہ عقل بوعلی سیناچہ علم فخر دیں رازی

ترجمہ: بحر حقیقت میں سے موتی نکالے کون قلندر
عقل سینا اور علم رازی مل جائے پل میں

چناں رُخ کاں پسر دار دندار دیچ روحانی　　بجالا کئے اونبود کسے از انسی و جانی

ترجمہ: سوہنا مکھڑا ماہی جیسا نہیں روحانی رکھتے
جن انسان ، فرشتے جیسی چالاکی نہیں بتاتے

تو بودی معنے آدم اگر دیدے عزاریلت　　زاول روز تا محشر نمے برداشت پیشانی

ترجمہ: تو ہے اشرف حضرت آدمؑ ، اگر شرف شیطان پاتا
ازل سے حشر کے دن تک ماتھا رگڑ گھساتا

خلیل ارصورتت دیدے معانی ازتھ بگو یدے　　پدر را اندراں صفت ہمیکر دے ثناء خوانی

ترجمہ: ابراہیم اگر دیکھتا تیری صورت نورانی
اپنے باپ کی صفتیں کرتا مندروں میں جا جا کر

شرف در عشق روئے تو کلام از قدس آوردہ　　نہ چوں نظم نظامی آں نہ چوں اشعار فاقانی

ترجمہ: مقدس باتیں عشق میں شرف الدین سنائے
نظامی اور خاقانی کی طرح کے شعر نہیں بنائے

صد جاں بیازم در غمت ہرگز نیارم داوری　　جاں خود چہ باشد در بدن جائز تو جان دیگری

ترجمہ: تیرے غم میں مرکھپ جاؤں پھر بھی تو نہ ملے
شاید تو کچھ اور ہو گا اس مستی میں نہیں

ہرگز نیاید در نشاں نور جمالش بے گماں　　کہ در خدائی شد عیاں گہ در بتان آذری

ترجمہ: نہیں ٹھکانا تیرے حسن کا ، نہیں تیرا نشان
کبھی تو بتوں میں جا سمائے کبھی سمائے بیچ مے خانے

من چوں جمالت بنگرم وہم خدائی کے برم　　گر مومنم در کافرم واللہ زیں ہم برتری

ترجمہ: دیکھ تجھے بھی آئے نہیں وہم خدائی
کفر اسلام سے باہر ملتی ہے ذات الٰہی

عرشِ بریں ایوان تو روح الامین دربان　　تو عالم بردفرمانِ تو تو جملہ عالم راسری

ترجمہ: تیرے در پر عرشوں کے اوپر جبریل کھڑا

جو تیرے حکم پر سارے عالم کو موتیوں کی طرح پروئے

زیں چہرہ زیبائے تو زیں قامت رعنائے تو　　ہمچوں شرف شیدائے تو مور و ملک جن و پری

ترجمہ: سوہنے تیرے چہرے نے ایسی لوٹ مچائی
شرف قلندر کی طرح لوٹ لیے سارے نوری اور ناری

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

عاشق کلمہ حق، رئیس الصوفیہ، ناصح اہل صفا، عارف بے نظیر، مرشد کامل حضرت سید عثمان مروندی المعروف حضرت سید لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے آپ قلندری طریقت سے تعلق رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ سے آپ کا روحانی تعلق نہایت مضبوط تھا۔ آپ فقر کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز تھے آپ کی روحانی توجہ سے بے شمار عقیدت مندوں کو فیض حاصل ہوا، بھٹکی ہوئی انسانیت کو ہدایت کی منزل نصیب ہوئی گم کردہ راہ لوگوں کو صراطِ مستقیم مل گئی۔ آپ کی شخصیت میں قلندرانہ رنگ نمایاں طور پر موجود تھا۔

ولادت باسعادت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قلندر نامہ سندھی کے مصنف اور بعض دیگر مؤرخین نے آپ کی ولادت کا سال 538ھ کو قرار دیا ہے جب کہ کچھ کا کہنا ہے کہ آپ کی ولادت 573ھ میں مروند میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے والد سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے وقت کے جید بزرگ اور ولی اللہ تھے اور اپنا زیادہ تر وقت عبادت الٰہی میں گزارا کرتے، عبادت میں اس قدر مشغول ہو گئے تھے کہ ایک مدت تک شادی کی طرف دھیان ہی نہ دیا، ''لب تاریخ سندھ'' میں لکھا ہے کہ ایک رات خواب میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی

روح پاک نے اپنے والد محترم سے کہا کہ آپ شادی کریں آپ سے میرا ظہور ہوگا۔ آپ کے والد نے جواب دیا کہ کیا جنت سے باہر آنا افضل ہے؟ اس پر لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہاں دنیا میں ظہور ہونا احسن ہے۔ چنانچہ جب سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اشارہ ملا تو آپ نے نکاح کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، اُن دنوں مروند کا حاکم سید سلطان شاہ تھا۔ اُس کی بیٹی نہایت پاکباز اور نیک صفت تھی اس نے اپنی بیٹی سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح میں دے دی۔ ان کے بطن پاک سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

جائے ولادت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے مروند میں ہوئی اس جگہ کو تاریخ سندھ اور موج کوثر میں مہمند بھی کہا گیا ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ یہ جگہ تبریز نہیں بلکہ ہرات کے قریب افغانستان میں واقع تھی جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ مروند کا قدیمی شہر تبریز سے کچھ فاصلے پر ہے اور یہ شہر اس وقت آذربائیجان کا دارالحکومت تھا دریا کے کنارے خوشنما شاداب منظر کی وجہ سے مشہور تھا یاقوت نے تحریر کیا ہے کہ اس شہر کو کردوں نے تاخت و تاراج کیا، کردوں کے حملہ کے بعد قلعہ برباد ہو گیا جس سے شہر کی شان و شوکت کا خاتمہ ہو گیا کردوں نے اہل مروند کو اپنا غلام بنا لیا اور ان کو اپنے ساتھ لے گئے مدتوں یہاں خاک اُڑتی رہی۔ انسانی آبادی سے یہ شہر مدتوں خالی رہا۔ تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر نہر رود پر واقع تھا اس نہر کی کافی وسعت تھی نو ہاتھ زمین کے اندر بہتی تھی مروند کی رونق اور خوشحالی ختم ہو چکی تھی یہ شہر قرمز کے کیڑوں کی وجہ سے بھی شہرت رکھتا تھا اس شہر کے نواح میں بہت سی بستیاں تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اصل میں آپ کی جائے ولادت جس شہر میں ہوئی اس کا نام مرند تھا جو کہ مرند سے مروند ہو گیا۔

''مرند'' کا شہر دریائے ''خدی'' کے دہانے پر درباہ کی ایک شاخ کے کنارے پر واقع ہے جو کہ خدی میں آملتی ہے۔ یہ شہر آذربائیجان کی حدود میں ہے اور تبریز سے شمال میں تقریباً ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

مقدسی نے چوتھی صدی ہجری میں اس کے متعلق تحریر کیا ہے کہ اس میں ایک چھوٹا سا قلعہ اور خوبصورت سی مسجد ہے اور شہر کی بیرونی آبادی باغات سے بھری ہوئی ہے اور اس میں ایک صاف ستھرا اور بارونق بازار ہے۔

مقدسی نے لکھا ہے کہ جس دریا پر ''مرند'' واقع ہے اس کا نام ''زولو'' یا ''زکوریٔ'' ہے اور یہ وسیع اور عالیشان شہر ہے اور یہ شہر ''سرخ رنگ'' بنانے کی صنعت میں شہرہ آفاق ہے۔ شہر کے گردونواح میں سات گاؤں یا قصبات ہیں جو سب اس میں شامل ہیں۔

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے، حضرت سید عثمان مروندی بن سید کبیر بن سید شمس الدین بن سید نور شاہ بن سید محمود شاہ بن سید احمد شاہ بن سید بادی بن سید مہدی بن سید منتخب بن سید غالب بن سید منصور بن سید اسماعیل بن امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔

نام ولقب

ولادت کے بعد آپ کا نام سید عثمان رکھا گیا جب کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ کا نام شاہ حسین رکھا گیا تھا۔ آپ کا لقب جو کہ سب سے زیادہ مشہور ہے وہ قلندر ہے چونکہ آپ نے طریقت میں قلندری اختیار کی تھی اس لیے اس لقب سے آپ کی خوب شہرت ہوئی۔ آپ کو لعل بھی کہا جاتا ہے۔ اس لقب کی وجہ شہرت یہ بیان کی جاتی ہے کہ چونکہ آپ عام طور پر سرخ رنگ کا لباس پہنتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا لقب لعل مشہور ہو گیا۔

لقب شہباز تو بہت ہی زیادہ شہرت پا گیا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں یہ بشارت دی گئی کہ عنقریب آپ کو ایک ''باز'' عطا کیا جائے گا چنانچہ جب سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی تو آپ کو شہباز

کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ ''تذکرہ الانساب'' کی روایت کے مطابق جب آپ کے مرشد پاک نے آپ کو خلافت سے نوازا تو آپ کو شہباز کا لقب مرحمت فرمایا۔

آپ کے لقب لعل شہباز قلندر کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ اکثر عالم جذب میں رہا کرتے تھے ایک مرتبہ اسی کیفیت میں زمین پر پڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے پتھروں کو اٹھا کر ان سے کھیل رہے تھے چند پتھر آسمان کی طرف اچھال دیتے اور پھر اپنی جھولی پھیلا کر ان پتھروں کو زمین پر گرنے کی بجائے اپنی جھولی میں لے لیتے۔ اسی طرح کھیلنے میں مصروف تھے کہ ایک شخص کا ادھر سے گزر ہوا، اُس نے آپ کو اس طرح کھیلتے ہوئے دیکھا تو کہا، آپ پتھروں سے کھیل رہے ہیں آپ جیسے اللہ والے کو تو لعلوں سے کھیلنا چاہیے آپ نے اس شخص کی بات سنی تو اُس وقت اپنے کرتے کا دامن چھوڑ دیا طبیعت میں جلال آ گیا اپنی جھولی میں سے گرتے ہوئے پتھروں کی طرف دیکھا تو وہ زمین پر گرتے ہی لعل بن گئے اور وہاں سے سرخ روشنی پھوٹنے لگی اُس دن سے آپ کو لعل شہباز کہا جانے لگا۔

اس ضمن میں ایک روایت یہ ہے کہ چونکہ آپ بکثرت سرخ لباس زیب تن کیا کرتے تھے اور یہ رنگ آپ کو بہت زیادہ پسند تھا جس چیز میں لال رنگ کی جھلک ہوتی یا وہ چیز لال ہوتی تو اُس کو دلچسپی کی نظروں سے دیکھتے اور اس طرح اس میں غور فرماتے کہ محو ہو جاتے اسی طرح آپ جو بھی کام کرتے اُس میں چستی پھرتی اور تیزی اس قدر زیادہ ہوتی کہ آپ کو شہباز کا لقب عطا کر دیا گیا اور آپ لعل شہباز قلندر کے نام سے پکارے جانے لگے۔ بعض مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کی آنکھیں شہباز کی طرح چمکتی تھیں اس لیے پیرومرشد آپ کو اس نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کے لقب ''شہباز'' کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے ہمعصر بزرگوں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے اچانک آپ راستہ میں رُک گئے اور چہرۂ مبارک سے

پریشانی کے آثار عیاں ہوئے آپ کے ساتھی بزرگوں نے آپ کی پریشانی دیکھی تو اس کا سبب پوچھا حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ نے غمزدہ لہجے میں فرمایا، آپ حضرات اپنا سفر جاری رکھیں میں ابھی آتا ہوں میرا ایک مرید بہت بڑی مشکل میں پھنس گیا ہے۔

یہ کہہ کر آپ نے ایک جست لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے نگاہوں سے اوجھل ہوگئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ان تینوں بزرگوں نے حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا آپ کے ہمراہ ایک اجنبی آدمی بھی تھا۔ پھر جب چاروں بزرگ اپنی منزل پر پہنچ گئے تو ایک بزرگ نے آپ سے پوچھا مخدوم! کیا یہی وہ مرید ہے جس کی وجہ سے آپ پریشان ہوگئے تھے؟ آپ نے فرمایا، اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے میرے مرید کو مشکل سے نکال کر عافیت عطا فرمائی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرامت کو دیکھ کر تینوں بزرگوں نے بے ساختہ فرمایا مخدوم! آپ شہباز ہیں۔

اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید کسی دوسرے شہر میں رہتا تھا اس کے دشمنوں نے اسے ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث کرا کر گرفتار کرا دیا۔ مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش ہوا۔ حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نے عدالت میں اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ میرا اس جرم سے کوئی تعلق نہیں۔ مرید نے قاضی کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی پوری طرح کوشش کی مگر اس کے مخالفین نے عدالت میں اس کے خلاف جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسمیں کھا کر قاضی کی عدالت میں بیان دیا کہ یہ شخص مجرم ہے اور سزا کے خوف سے جھوٹ بول رہا ہے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر قاضی شش و پنج میں پڑ گیا قاضی نے اس مرید کی بات کا یقین کر لیا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ یہ بے قصور ہے مگر اس نے عدالتی طریقہ کار کے مطابق حضرت عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید سے کہا تمہارے خلاف بہت سی شہادتیں موجود ہیں لیکن اگر تم اپنے حق میں ایک بھی گواہ پیش کر دو تو میں تمہیں رہا کر دوں گا۔

چونکہ اس مرید کے مخالفین نہایت بااثر لوگ تھے اس لیے ان کے ڈر کے باعث کوئی ایک شخص بھی اس مرید کے حق میں گواہی نہ دے سکا۔ اس پر قاضی گواہوں کے بیانات کی روشنی میں ایک بے گناہ انسان کو پھانسی کی سزا سنا دی۔ اُس وقت حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بزرگ ساتھیوں کے ہمراہ سفر میں تھے کہ اچانک آپ کو اپنا یہ مرید یاد آ گیا آپ نے نگاہ کاملہ سے اس کے حال پر نظر کی تو یہ تکلیف دہ منظر دکھائی دیا کہ سپاہی آپ کے مرید کو کھینچتے ہوئے پھانسی گھاٹ کی طرف لے جا رہے ہیں آپ یہ دیکھ کر پریشان ہوگئے اور اس کی مدد کے لیے لپکے ادھر جو سپاہی آپ کے مرید کو پکڑ کر لیے جا رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ یکایک مغرب سے کالی آندھی اٹھی اور چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا پھر جب گرد و غبار کے بادل صاف ہوئے تو سپاہی حیرت و خوف سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کیونکہ ان کا وہ قیدی غائب ہو چکا تھا جسے کچھ دیر بعد پھانسی دی جانے والی تھی۔ حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید کو چھڑا کر لے جا چکے تھے۔ آپ کے اس روحانی تصرف کو دیکھ کر آپ کے ساتھی بزرگوں نے آپ کو شہباز کا لقب دیا تھا۔

آپ کا ایک لقب مخدوم بھی ہے چونکہ آپ کو علوم ظاہری اور علوم باطنی میں کمال درجہ مہارت تھی اور ان علوم میں آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی اسی لیے مخدوم کے لقب سے بھی یاد کیے جانے لگے۔

اللہ رب العزت کا قرب اور معرفت ہی سب سے افضل اور احسن ہوتا ہے اس معرفت میں جب اللہ کا بندہ اپنے رب تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے تو پھر وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک ایسی منزل پر پہنچ گیا ہے کہ جہاں پر اسے کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ عارف یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ ہے اور وہی ہر ایک چیز پر غالب اور محیط ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر اللہ پر ارادہ نہیں ہوتا وہ اللہ کا بندہ اپنے تمام اشغال کو ترک کر کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی اپنا ارادہ اور ہر عمل کر لیتا ہے اس صورت میں اللہ رب العزت ہر چیز کو اپنے اس بندے کے ارادے اور گمان کے تابع کر دیتا ہے پھر وہ جس امر کا بھی ارادہ کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے ارادے کو بھی پورا فرما دیتا ہے۔ حضرت

لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے ہی برگزیدہ بندوں میں شامل تھے جو کچھ آپ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرماتے وہ پورا ہو جاتا تھا اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کو پورا فرما دیتا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ کو "سیف اللسان" کا لقب بھی عطا ہوا۔

تعلیم و تربیت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کی مسجد سے حاصل کی آپ کا ذہن بڑا روشن اور تیز تھا جلد ہی آپ نے قرآن حکیم پڑھنے کے ساتھ ساتھ ابتدائی دینی مسائل بھی سیکھ لئے چھ برس کی عمر تک دین کے چیدہ چیدہ مسائل نماز، روزہ اور طہارت کے بارے میں ضروری مسائل سے آپ کو مکمل طور پر آگاہی حاصل ہو چکی تھی چھ برس کی عمر میں آپ نے قرآن حکیم پڑھ لیا تھا اب آپ کو یہ شوق پیدا ہوا کہ قرآن حکیم حفظ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے سات برس کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد دیگر دینی علوم سیکھنے کی طرف توجہ دی اور تھوڑی ہی مدت میں عربی اور فارسی زبانوں میں مکمل طور پر مہارت حاصل کر لی۔ اپنے گاؤں میں جس قدر دینی تعلیم حاصل کر سکتے تھے اُس سے مکمل طور پر آگاہی حاصل کر لی۔ اب مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق آپ کے دل میں موجزن ہو رہا تھا اور چاہتے تھے کہ اس مقصد کے لئے گاؤں سے باہر کا سفر کر کے حصول علم کے لیے علمائے کرام کی خدمت میں جایا جائے مگر والدہ ماجدہ کی محبت، خدمت اور اطاعت آڑے آجاتی تھی اس لیے اپنا ارادہ تبدیل فرما دیتے۔ پھر جب والدہ ماجدہ وصال فرما گئیں تو اُس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس برس تھی، والدہ محترمہ کے وصال کے بعد کچھ عرصہ تک آپ غمگین رہے اور اللہ تعالیٰ سے صبر کی دعا کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر جمیل عطا فرمایا اور آپ کے قلب کو سکون حاصل ہوا تو پھر آپ نے اپنے دینی علوم کو حاصل کرنے کے شوق کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے سفر کی تیاری کا ارادہ فرمایا اور اس مقصد کے لیے نکل پڑے۔ علماء کرام کی وعظ و نصیحت کی مجالس و محافل میں شرکت کرتے اور فیض حاصل کرتے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت سید کبیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی عمر میں اس وقت انتقال کیا جب حضرت قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف صرف ۱۸ سال کی تھی۔ آپؒ اپنے والد ماجدؒ کی حیات ہی میں حافظ قرآن ہو چکے تھے۔ آپؒ کے والد ماجدؒ بھی چاہتے تھے کہ فرزند دلبند کو علماء کی خدمت میں حاضر کریں مگر قلندر صاحبؒ کی والدہ کی محبت مانع ہوتی تھی۔ آخر آپؒ اللہ کو پیارے ہو گئے اور حضرت قلندر صاحبؒ کی پوری نگرانی والدہ صاحبہ کے ذمہ آ گئی تھی۔ عمر کا بیسواں سال شروع تھا کہ آپؒ کی والدہ صاحبہ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور قلندر صاحبؒ کو مغموم چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد چند ماہ آپؒ کی طبیعت بڑی غمگین اور ملول رہی آخر اللہ تعالیٰ نے صبر عطا کیا اور آپؒ نے سامان سفر درست کیا اور گاؤں سے باہر حصول علم دین کی غرض سے قدم نکالا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ عربی زبان و علوم میں خاص دسترس رکھتے تھے چنانچہ تاریخ کے حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں تشریف لائے تو وہ زمانہ غیاث الدین بلبن کی حکمرانی کا تھا جو کہ التمش کے غلاموں میں سے تھا عارفوں اور زاہدوں کا بڑا قدر دان تھا اپنا زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتا تھا۔ دن کو نفلی روزے رکھتا اور رات کو عبادت کرتا تھا پھر نماز با جماعت کا بھی پابند تھا اس کے علاوہ اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد بھی پڑھتا تھا، حج کے دنوں میں ساری ساری رات قیام کرتا سفر و حضر میں بھی اوراد و وظائف ترک نہ کرتا کبھی بے وضو نہ رہتا۔ دستر خوان پر بیٹھتا تو علماء کرام کی موجودگی کے بغیر کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتا۔ کھانے کے دوران علماء کرام سے دین کے مسائل پوچھتا رہتا کھانے کی مجلس میں دانشمند حضرات اس کے سامنے بحث و مباحثہ کرتے علماء و مشائخ کا بے حد احترام کرتا تھا۔ بزرگان دین سے ملنے خود ان کے در پر حاضری دیتا۔ دین اسلام سے اس قدر لگاؤ رکھتا کہ باوجود شان و شوکت رکھنے کے اگر سن لیتا یا دیکھ لیتا کہ مسجد میں لوگ جمع ہیں اور کوئی واعظ تقریر کر رہا ہے تو فوری طور پر مسجد میں آ جاتا اور لوگوں کے درمیان بیٹھ کر وعظ سنتا اور بہت روتا۔

علماء ومشائخ کے اس قدردان حکمران غیاث الدین بلبن نے جب یہ سنا کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں تشریف لائے ہیں تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کافی دیر تک آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا عقیدت ومحبت کے ساتھ مؤدبانہ انداز اختیار کیے رکھا پھر آپ سے ملتان میں قیام کیے رکھنے کی درخواست کی مگر حضرت لعل شہباز قلندرؒ نے دعوت قبول کرنے سے معذرت کر دی۔

ملتان میں آپ کے قیام کے دوران ایک مرتبہ سلطان محمد نے ایک محفل کا انعقاد کیا یہ عربی سرود کی محفل تھی اس محفل میں حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے دوران محفل ایک موقع ایسا بھی آیا کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ صدر الدین عارف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حالت وجد میں آگئے اور بے اختیار دھمال ڈالنا شروع کر دی۔ خود سلطان محمد کا بھی یہی حال تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندرؒ عربی علوم میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے اور جس قدر تعلیم حاصل کی تھی اُس سے کہیں زیادہ بڑھ کر آپ کے پاس علم تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ پر اپنا خصوصی فضل وکرم نازل کیا ہوا تھا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت کے حوالے سے ''موج کوثر'' کے مصنف شیخ اکرام نے اپنی تصنیف میں برٹن کی ''ہسٹری آف سندھ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے لسانیات اور صرف ونحو میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ برٹن کے دور (1852ء) میں صرف ونحو کی جو کتب مروج تھیں مثلاً ''میزان الصرف'' اور ''صرف الصغیر'' وہ حضرت لعل شہباز رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کی جاتی ہیں۔

بیعت وخلافت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی اللہ تھے بے شمار خوارق عادات کا ظہور آپ سے ہوتا تھا اُس زمانہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ایک بزرگ جو کہ کربلائے معلی میں رہائش رکھتے تھے صاحب کشف وکرامت تھے اپنے وقت میں خوب

نام پیدا کیا ان کا نام حضرت شیخ ابو اسحاق بابا سید ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ خواب میں اپنے جدامجد حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ جوان سے فرما رہے ہیں، مروند میں سید عثمان کی طرف توجہ کریں اور ان کی روحانی منازل طے کروائیں، سلوک کی تمام منازل طے کرانے میں ساتھ دیں۔ جب حضرت بابا ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے چل پڑے۔ آپ سے ملاقات فرمائی اور آپ کو اپنے سینہ کے ساتھ لگایا، اس کے ساتھ ہی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے حضرت ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے سے ہی خوب اچھی طرح جانتے ہیں ہر روز کی ملاقات سے مرشد کی محبت دل میں راسخ ہوگئی۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضرت بابا ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مروند کے مشائخ عظام کو جمع کیا اور ایک محفل کا انعقاد کیا اس محفل میں انہوں نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ قادریہ میں داخل فرمایا، اور پھر باطنی توجہ ڈال کر معرفت وسلوک کی منازل طے کرانے میں مشغول ہوئے۔ تقریباً ایک برس تک حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنا بیشتر وقت گزارا۔ اس قدر تھوڑے عرصہ میں ہی آپ نے باطنی علوم میں کمال درجہ کامیابی حاصل کر لی، مرشد کی خصوصی شفقت اور نگاہ کرم کی بدولت آپ کا قلب پاک اس قدر منور ہو گیا کہ ایک مرتبہ پھر حضرت سید بابا ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خصوصی محفل کا انعقاد کیا اس محفل میں ہرات اور مروند کے مشائخ عظام کو بھی مدعو کیا گیا اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ قادریہ کی دستار خلافت سے نوازا۔ اس کے چند برسوں کے بعد سبز دار میں حضرت بابا ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد کا خرقہ مبارک اور دیگر تبرکات آپ کے حوالے کیے اور فرمایا، میرے پاس تمہارا جتنا خرقہ تھا وہ تمہیں مل گیا جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں تو تم جمال شاہ مجرد کی خدمت میں ہندوستان حاضر ہونا وہی تمہاری تکمیل کریں گے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جب مرشد کے یہ الفاظ سنے تو مرشد کی جدائی کے خیال سے بہت رنجیدہ ہوگئے مگر چونکہ ہر ذی نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اس لیے

اشکبار آنکھوں سے خاموشی اختیار کر لی پھر وہ سانحہ برپا ہو ہی گیا کہ جب مرشد حضرت سید بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرما گئے اپنے مرشد پاک کے وصال کے چند دنوں بعد مرشد کی ہدایت کے مطابق حضرت جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ حضرت شیخ جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے مرشد ہیں جنہوں نے آپ کی روحانی تربیت کی تکمیل کی۔

تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اصل میں یہ بزرگ سید جمال مجرد ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کو تذکرہ نگار شیخ جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ خطہ ہندوستان میں تھے اس ضمن میں حضرت مخدوم سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''خیر المجالس'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت تک مصر میں مفتی کے عہدے پر فائز رہے۔ مصر کے باشندے حضرت ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کو ''کتب خانہ رواں'' (چلتی پھرتی لائبریری) کہا کرتے تھے۔ سید جمال مجرد رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ کھڑے کھڑے مشکل سے مشکل سوال کا جواب دیتے تھے۔ آپ نے حوالہ پیش کرتے وقت کبھی کتاب کھول کر نہیں دیکھی۔ علماء نے سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا آزمایا مگر ہر مرتبہ آپ کا جواب درست پایا۔ پھر ایک دن حضرت جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عجیب جذبہ اور حال طاری ہوا کہ آپ نے داڑھی مونچھیں منڈوا دیں اور قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت سید جمال ساوَجیؒ ایک متقی اور پابند صوم وصلوۃ انسان تھے..... مگر جب آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی تو دنیا کے رسم ورواج کے ساتھ ساتھ نمازیں چھوٹ جاتیں۔

حضرت سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سال قبرستان میں گوشہ نشیں ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ کچھ دن بعد علمائے مصر نے آپ کو اپنی مجلسوں سے غیر حاضر پایا تو ان کے شاگردوں اور متعلقین سے پوچھا کہ شیخ ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟

شاگردوں نے روتے ہوئے اپنے شیخ کی حالت بیان کی۔ ''وہ آج کل

گورستان کے سناٹوں میں رہتے ہیں اور اپنے قریبی دوستوں تک کو نہیں پہچانتے۔''

علمائے مصر نے ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال سنا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر مصر کے سب سے بڑے عالم جو ''ملک العلماء'' کہلاتے تھے، اپنے ہمراہ علمائے ظاہر کی ایک جماعت لے کر قبرستان پہنچے۔ اس وقت حضرت سید جمال مجرد ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ رخ بیٹھے تھے۔ آپ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی خاص منظر کے مشاہدے میں گم ہیں۔

ملک العلماء نے باآواز بلند سلام کیا..... مگر حضرت سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر دوسرے علماء نے مسنون طریقے کے مطابق سلام کیا لیکن اس بار بھی حضرت جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ ان کے جسم کو حرکت تک نہ ہوئی۔ مصر کے ملک العلماء نے سوچا کہ ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ جان بوجھ کر علماء کی جماعت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اس لیے بار بار سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کو جھنجھوڑا گیا مگر ان کے حیرت وسکوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ علمائے مصر کی جماعت سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس لیے پہنچی تھی کہ ان کا احتساب کر کے اُنہیں دوبارہ نماز اور دیگر مذہبی اُمور کی تلقین کی جائے۔ ملک العلماء کا خیال تھا کہ حضرت جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ احتساب سے بچنے کے لئے خود کو فاتر العقل اور دیوانہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

''شیخ جمال! تم نے یہ غیر مسلموں کا سا حلیہ کیوں بنایا ہے اور نماز کیوں ترک کی ہے؟'' ملک العلماء نے اتمام حجت کے لئے آخری بار حضرت سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ملک العلماء تین بار یہی سوال دہرایا مگر سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی تاثر قبول نہیں کیا۔ نہ پلکیں جھپکائیں اور نہ اپنی نشست کا زاویہ تبدیل کیا۔

آخر ملک العلماء نے سزا کے طور پر رانگ (دھات) کو پگھلا کر ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کے حلق میں ڈال دینے کا فتویٰ جاری کر دیا۔ الغرض رانگ کو پگھلایا گیا اور پھر زبردستی حضرت سید جمال ساوَجی رحمۃ اللہ علیہ کے حلق میں وہ رقیق دھات ڈالی دی گئی۔ علماء کی جماعت کو

یقین تھا کہ اس تکلیف دہ سزا سے گزرتے ہوئے شیخ جمال ساؤجی رحمۃ اللہ علیہ چیخ اٹھیں گے...... مگر اس وقت حاضرین کی حیرت کی انتہا نہ رہی، جب سید جمال ساؤجی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح ساکت بیٹھے رہے۔ پگھلا ہوا سیسہ حلق سے اُتر گیا اور آپ نے اُف تک نہ کی۔ یہ ایک ولی کی قوت برداشت اور مشاہدۂ حق میں محویت کی اعلیٰ ترین مثال تھی۔ اس واقعے کا دوسرا حیرت انگیز اور ناقابل یقین پہلو یہ تھا کہ پگھلی ہوئی دھات نے حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی گزند نہیں پہنچایا۔ آخر ملک العلماء اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔

''شیخ جمال کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اب اللہ ہی ان کے معاملات کو درست کر سکتا ہے۔''

پھر کئی صدیاں گزر جانے کے بعد مشہور صوفی سیاح حضرت حامد بن فضل اللہ جمالی رحمۃ اللہ علیہ مصر پہنچے اور حضرت سید جمال ساؤجی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں۔ حضرت جمال رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''سیر العارفین'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''یہ احقر جمالی جب اس مقام مقدس پر پہنچا تو میں نے اس علاقے کے علماء اور دیگر اکابرین کی زبانی جو معتبر لوگ تھے، یہ سنا کہ حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل عرصے تک مصر میں مقیم رہے۔ وہ بہت خوبصورت اور نہایت باکمال انسان تھے۔ صاحب جمال ہونے کی وجہ سے مصر کے لوگ انہیں ''یوسف ثانی'' کہتے تھے۔ پھر ایک دن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ جس طرح عزیز مصر کی بیوی زلیخا، حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو کر تمام اخلاقی حدود سے گزر گئی تھی، بالکل اسی طرح امرائے مصر میں سے ایک مشہور رئیس کی بیوی حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کے حسن پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ اس بے راہ رو عورت نے شرم و حیا کو بلائے طاق رکھ دیا تھا اور بے حجابانہ حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت میں خلل انداز ہوتی تھی۔

حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کو ''مجرد'' اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے شادی نہیں کی تھی۔ ''خزینۃ الاصفیا'' کے بیان کے مطابق آپ کے پیر و مرشد حضرت سید بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رشتہ ازدواج قائم نہیں کیا تھا اور ساری زندگی تجرد کے عالم میں بسر کی تھی۔ اپنے

پیشواؤں کے اسی دستور پر عمل کرتے ہوئے حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شادی نہیں کی اور عمر عزیز اپنے سلسلہ روحانی کی تبلیغ میں گزار دی۔

ان تمام روایتوں کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت سید جمال مجرد رحمۃ اللہ علیہ ہی حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد تھے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ''ساؤجی رحمۃ اللہ علیہ'' کا لفظ بگڑتے بگڑتے ''شاہ جی'' بن گیا اور پھر تذکرہ نویسوں نے آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ''شاہ'' لکھنا شروع کر دیا۔ تاریخ کی روشنی میں یہ روایت درست نہیں کہ حضرت سید جمال مجرد رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں مقیم تھے اور حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ ہندوستان پہنچ کر حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی امانتیں حاصل کر لیں۔ حضرت شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ ایک دن کے لئے بھی ہندوستان تشریف نہیں لائے۔ آپ نے اپنے آخری ایام دمیات'' میں گزارے اور اسی مقام پر آپ کو دفن کیا گیا۔ حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت دمیات میں ہی حاصل کی اور آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔

حج بیت اللہ کی سعادت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اس مقصد کے لیے آپ کی بے تابی قابل دید تھی آپ نے تمام قرض ادا کر دیے امانتیں واپس کیں صرف اس قدر مال اپنے ساتھ لیا کہ جس سے زادِ راہ اور سواری خریدی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کے مشاہدہ کے لیے قلب بے چین تھا آپ عرفہ کا وہ دن یاد کرتے اور آنکھوں میں آنسو آ جاتے کہ جب اللہ رب العزت آسمان دنیا پر نزول جلال فرماتے ہیں اور عرفات والوں سے فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو! میرے بندوں کو دور دراز راستوں پراگندہ بالوں اور غبار آلود حالت میں میرے پاس آئے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی روانگی سفر حج کا منظر یوں تھا کہ جیسے آپ کا یہ

سفر آخرت ہوا اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتے اے عثمان! آج اس سواری پر سفر حج کر رہا ہے کل سفر جنازہ کی سواری پر آخرت کا کیا توشہ اور زادِ راہ رکھتا ہے احرام کے دو کپڑے پہنے تو کفن کو یاد کر رہے تھے عثمان ایک دن اس میں لپیٹا جائے گا۔ آپ عرفات کے منظر کو دیکھ کر حشر کے منظر کو اپنی نگاہوں کے سامنے لاتے ہیں کہ جب لوگ قبروں سے محشور ہو کر اس طرح میدان حشر میں جمع ہوں گے ساری مخلوق داخلے کی امید میں جنت کی طرف دوڑ پڑے گی اس کے بعد دو فریق ہو جائیں گے جس کو داخلے کی اجازت ملے گی اس کا رخ ادھر سے پھیر دیا جائے گا۔ اسی طرح حجاج کے دو فریق ہوں گے ایک مقبول دوسرا وہ جسے رد کر دیا جائے گا۔

طواف کے وقت آپ نہایت محبت اور تعظیم کو اپنے قلب میں حاضر کر کے طواف کرنے میں مشغول تھے اس طرح کہ جیسے کوئی نہایت توجہ اور یکسوئی سے نماز میں مصروف ہو حجر اسود کو بوسہ دیا تو یوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی اطاعت کی بیعت کر رہے ہوں ملتزم سے چمٹنے اور خانہ کعبہ کے پردے سے لپٹنے کا وقت آیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جیسے خطا کار جس کی اس نے خطا کی ہو اس سے لپٹتا ہے اس کا دامن پکڑتا ہے اور معافی کا خواستگار ہوتا ہے یہی حال سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اس کے بعد جب مدینہ طیبہ میں حضور سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضری دی تو حضور ﷺ کی محبت کے باعث قلب پر رقت طاری تھی اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے محبت و ادب سے سرشار ہو کر روضہ رسول ﷺ پر حاضر تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے عازم حج ہوئے تو حج کے اس سفر کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت امام نقی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک صاحب کمال بزرگ سید شیر شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی ان کو سرخ پوش بھی کہا جاتا تھا چونکہ زیادہ تر سرخ لباس پہنے رہتے تھے اس لیے سرخ پوش مشہور تھے اس ملاقات کے نتیجہ میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو معرفت کے اسرار و رموز سے بخوبی طور پر آگاہی حاصل ہوئی، مراتب میں بلندی اور عشق الٰہی اور عشق رسول میں اضافہ ہوا۔ دونوں بزرگوں نے مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرتے ہوئے ایک عرصہ

گزارا۔ مدینہ طیبہ میں ان کا قیام کافی دیر تک رہا اسی دوران ایک دوسرے کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے پھر مدینہ طیبہ سے اس مقصد کے لئے روانہ ہوئے کہ دین اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیں چنانچہ جب دونوں بزرگ اپنے فقراء کے ہمراہ سفر طے کرتے ہوئے بخارا میں داخل ہوئے۔ تو وہاں کے حکمران کے چند گماشتے ان کے گرد ہو گئے اور تنگ کرنا شروع کر دیا، پھر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ حضرت شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم سید ہیں۔

یہ سن کر وہ لوگ دونوں بزرگوں کو ساتھیوں سمیت حاکم کے دربار میں لے گئے حاکم نے امتحان لینے کی غرض سے گفتگو کا آغاز اس طرح سے کیا، کہنے لگا کہ سارے سید تو ہارون الرشید نے مروا دیئے تھے آپ کیسے بچ گئے؟ یہ بات سن کر حضرت شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جس ذات اقدس کے قبضہ میں ہماری جان ہے ہمیں اُسی نے بچایا اور اس لئے بچایا کہ ہم ظالموں کے ظلم اور مظلوموں کے صبر سے اہل دنیا کو آگاہ کریں۔ یہ سن کر بھی حاکم کو تسلی نہ ہوئی، کہنے لگا اگر آپ واقعی سید ہیں تو یہ سامنے آگ کا الاؤ بھڑک رہا ہے اس میں سے گزر کر دکھائیں تا کہ آپ کے سچ کا پتہ چل سکے۔ حضرت شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ نے حاکم کا چیلنج قبول کر لیا۔ دربار میں بہت سے لوگ موجود تھے اور بڑی دلچسپی سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کسی کی یہ جرأت نہ تھی کہ وہ اس کام میں مداخلت کرتا اور حاکم کی سرزنش کرتا۔

حضرت سید جلال رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے اٹھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آگ کے الاؤ میں جا بیٹھے، آگ نے آپ کو ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچایا حاکم نے یہ منظر اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ شرم کے مارے اُس کے منہ سے کوئی بات نہ نکل رہی تھی جب آپ کو آگ میں بیٹھے ہوئے کافی دیر ہو گئی اور آپ بالکل صحیح و سلامت رہے تو حاکم نے اپنی خفت اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو آگ سے باہر آنے کا کہا، آپ آگ سے باہر آئے تو حاکم آپ سے معافی کا خواستگار ہوا اور صدق دل سے معافی مانگی۔ آپ نے اُس کو معاف کر دیا۔ حاکم نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت شاہ جلال الدین سرخ پوش رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کی پیش کش کی جسے آپ نے قبول فرمایا اور حاکم کی بیٹی جو

بڑی نیک سیرت اور باکردار تھی اُس کا نکاح آپ سے ہو گیا حضرت شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ مدت تک بخارا میں قیام کیا، اس کے بعد ہندوستان کی طرف روانگی فرمائی اور ملتان کے نواح میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔

اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے دوران سیاحت بے شمار اولیاء کرام سے ملاقاتیں کیں اور بہت سے اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کر کے اُن سے روحانی فیض حاصل کیا، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر وہاں پر چند روز عبادت و ریاضت میں گزارے اس کے بعد بغداد شریف میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے کافی دنوں تک وہاں قیام کیا پھر ایک مرتبہ خواب میں حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور بیت اللہ شریف کی طرف جانے کا حکم ملا چنانچہ آپ بغداد شریف سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حج کی سعادت حاصل کی پھر مدینہ منورہ میں روضہ رسول پر حاضری دی۔ ایک مدت تک مدینہ منورہ میں ہی قیام فرمایا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر انوار الٰہی کی دولت سمیٹتے رہے کہا جاتا ہے کہ آپ نے تقریباً گیارہ ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، پھر جب یہاں سے آپ کو غیبی اشارہ ملا تو آپ ہندوستان کے لوگوں کو پیغام ہدایت دے کر صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کی غرض سے چلے تو اس دوران چونکہ ایک سال کا عرصہ آپ کو یہاں پر ہو چکا تھا اس لئے دوبارہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ طیبہ میں حاضری کے بعد وہاں سے عراق کے راستے واپسی کا سفر کرتے ہوئے پھر حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور وہاں پر چند یوم تک قیام فرمایا اس کے بعد ہندوستان کی راہ لی۔

اجمیر شریف میں قیام

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ طریقت کی منازل طے کرنے میں مصروف تھے اور اس دوران اپنے اپنے وقت کے برگزیدہ اولیاء کرام سے روحانی فیض حاصل کرنے کی غرض سے اُن کے مزارات پر حاضری بھی دیتے رہے آپ نے تقریباً چالیس یوم تک اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس کے سائے میں قیام فرمایا اور باطنی فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے یہاں پر آپ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں مراقبہ کر کے بھی بیٹھے رہتے۔ اس سے آپ کو بہت فائدہ ہوا کہا جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ فجر سے لے کر عصر تک سارا دن مزار مبارک کے ساتھ موجود پہاڑی تارا گڑھ پر گزارتے اور عصر کے وقت روضہ مبارک پر حاضری کے لئے آتے اور پھر فجر کی نماز تک بیدار رہ کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض حاصل کرتے یہاں سے آپ کو اپنی مراد کا کچھ حصہ مل گیا جسے پا کر آپ بہت خوش ہوئے۔

دہلی میں قیام

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بیٹھ کر ان سے روحانی فیوض و برکات حاصل کیں حضرت ابراہیم قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی جس نگاہ کرم کا اثر آپ میں موجود تھا اُس قلندرانہ رنگ کا فیض آپ نے باطنی طور پر حاصل کیا اور حق و معرفت کی منزل کو آسان کرتے ہوئے اُس وقت پھر سے اپنے سفر کا آغاز کیا جب آپ کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے باطنی اشارہ ملا چونکہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری ان کے دربار میں قبول ہو چکی تھی اس لئے ایک باطنی اشارے کے مطابق اجمیر شریف سے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ دہلی میں آنے کے

بعد آپ نے سب سے پہلے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا یہاں پر آپ نے چالیس دن قیام کر کے عبادات وریاضت کی اس حاضری سے آپ کو بہت سا فیض حاصل ہوا اور آپ کو اس قدر نواز گیا کہ آپ خوش ہو گئے۔

پانی پت میں آمد

اس کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی اشارہ ملا کہ آپ کرنال میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے نیاز حاصل کریں چنانچہ اس روحانی اشارہ کے مطابق آپ دہلی سے چلے اور پانی پت میں پہنچے یہاں پر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک مدت تک ان کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا قلندری نسبت وطریقت کے بہت سے اسرار رموز آپ پر وا ہوئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب مکمل طور پر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر فیض سے نواز دیے گئے تو ایک دن حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، عثمان! تم ہمارے دوست ہو تم سے ہمیں خصوصی لگاؤ ہے۔ تمہاری منزل آسان ہو چکی ہے، تمہارے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ہم ضرور تمہیں اس سرزمین پر رہنے کا حکم دیتے لیکن چونکہ اس علاقہ میں پہلے ہی بہت سے قلندر موجود ہیں اس لئے سندھ کی سرزمین کو تم جیسے قلندر کی ضرورت ہے، وہاں کے لوگوں کو تمہاری رہبری کی حاجت ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ سندھ کی طرف جائیں پہلے ملتان تشریف لے جائیں اس کے بعد اپنے مستقل ٹھکانے کی تلاش میں نکل پڑیں اور سندھ کے لوگوں کو اپنے روحانی فیض سے نوازیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ سرزمین سندھ پر بسنے والے اللہ کے بندے آپ کی ذات اقدس سے ضرور فیض یاب ہوں گے۔

نجف اشرف اور کربلا میں حاضری

اسی حوالے سے تاریخ کے اوراق میں اس طرح درج ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں ایک طویل عرصہ تک سیر وسیاحت میں رہے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونے کا علاوہ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے نگر نگر طالبان حق کو فیضان اسلام سے نوازتے رہے حرمین شریفین کی زیارت سے مستفید ہونے کے بعد جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نجف اشرف تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس پر حاضری دی وہاں پر چند یوم تک قیام کیا اور عبادت وریاضت میں اپنا وقت گزارا۔ یہیں پر آپ کو باطنی اشارہ ہوا کہ آپ کربلائے معلیٰ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ اس باطنی اشارے کے موافق کربلائے معلیٰ چلے گئے اور وہاں پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس پر حاضری کا شرف حاصل کیا اور یہیں پر حضرت لعل شہباز قلندر کو قلندری طریقہ کے اظہار کی بشارت ملی۔

اس ضمن میں سلسلہ سبزواری کے ایک بزرگ کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ کے والد بابا ابراہیم ولی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور حضرت میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے ملاقات کرنے کی غرض سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر کربلائے معلیٰ سے چلے جب سبزوار میں تشریف آوری ہوئی تو اُس وقت حضرت بابا ابراہیم ولی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آچکا تھا اس موقع پر انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے پھر گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا ابراہیم ولی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی قلندری طریقت کے سلسلہ میں بشارت کے بارے میں بتایا تو وہ وجد میں آگئے اور بھرپور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا، اب قیامت تک تمہارے نام کے ڈنکے بجتے رہیں گے اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے قابل فخر بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے دیا اور چند لمحوں بعد رحلت فرما گئے۔

مشہد مقدس اور بغداد شریف کا سفر

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا ابراہیم ولی رحمۃ اللہ علیہ کی تجہیز و تکفین کی غرض سے کچھ عرصہ تک وہیں پر قیام فرمایا اور پھر فراغت کے بعد مشہد مقدس کا سفر اختیار کیا مشہد مقدس میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کی اور اس کے بعد سندھ کی طرف عازم سفر ہوئے۔

ایک روایت اس ضمن میں یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کربلائے معلیٰ بغداد شریف آئے اور بغداد شریف کے علماء کرام اور بزرگوں سے تبادلہ خیال کیا اُن کی صحبت سے مستفید ہوئے بغداد ہی میں حضرت سید علی سرمست نے آپ کے مرید ہونے کا شرف حاصل کیا اور سندھ کے سفر میں آپ کے ہمراہ رہے حضرت لعل شہباز قلندرؒ جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے تو حضرت سید علی سرمست رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوتے، ان کا مزار مبارک حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے باہر مسجد سے مشرق کی طرف واقع ہے۔

دشتِ شہباز

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف سے مکران کے راستے سے ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے جب مکران میں پہنچے تو وہاں پر وادی پنج گور اور نہر رخشاں کے جنوب کی طرف ایک سرسبز و شاداب میدان میں چلہ کشی کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کی غرض سے یہاں پر قیام فرمایا، اس مقام پر ہزاروں کی تعداد میں مکرانی بلوچوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے عقیدت مندوں کی صف میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ اس میدان کو آج بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ''دشت شہباز'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مکرانی بلوچ جوق در جوق سیہون

شریف آتے اور عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

سیہون شریف میں آمد

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے بہت سے علاقوں کا سفر کرتے ہوئے سیہون شریف میں آئے اور پھر سیر و سیاحت کرتے ہوئے ملتان میں داخل ہوئے تھے۔ ملتان میں ہی اُس وقت کے جید اولیاء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کی صحبت میں رہے، علم و عرفان کے خزینے سمیٹتے رہے۔ ان بزرگوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کے ساتھ ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں جاتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ گرمیوں کے موسم میں کشمیر، بخارا اور بلخ بھی جاتے رہے اور وہاں قیام کے دوران لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے اُن مقامات پر آپ کے نام سے تکیے آج بھی موجود ہیں جو اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ادھر سے ہوا تھا۔

تاریخ کے مطالعہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصر اولیاء کرام حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید شاہ جلال سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں سندھ بلوچستان اور پنجاب کے مختلف شہروں میں گھومتے رہے اور لوگوں کو روحانی فیض پہنچاتے رہے۔

''تحفۃ الکرام'' کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے سیر و سیاحت کے دوران حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بیٹے حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ٹھٹھہ کے نزدیک ایک باکمال بزرگ شخصیت حضرت پیر پٹھ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی۔ کہا جاتا ہے کہ چونکہ حضرت پیر پٹھ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 642ھ میں ہوا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس سے بھی قبل سندھ میں داخل ہو چکے تھے۔ جب کہ 649ھ میں سیہون شریف میں تشریف لائے ''قلندر نامہ'' کے مصنف کا کہنا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ 649ھ میں سیہون شریف میں تشریف لائے۔

ملتان میں تشریف آوری

مشہور کتاب ''تاریخ جنت السندھ'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدت تک عراق میں قیام کیا اور اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا، وہاں کے علماء کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں کیں ان کی صحبت سے مستفید ہوئے پھر مکران کے راستے سندھ میں داخل ہوئے، اپنے ساتھیوں کو سیہون شریف کی طرف روانہ کیا اور خود ایک باطنی اشارے پر ملتان کی طرف چلے گئے، ملتان میں اُن دنوں سلطان محمد شہید گورنر تھا جو دہلی کے فرمانروا سلطان غیاث الدین بلبن کا بیٹا تھا، یہ بڑا خدا ترس نوجوان تھا، بہت سے درویشوں اور فقراء کی صحبت میں رہ چکا تھا یہ حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زیادہ معتقد تھا۔ ''تاریخ فیروز شاہی'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ ملتان کے گورنر سلطان محمد نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تھی اور آپ کی بڑی عزت افزائی کی تھی۔

روایات میں آتا ہے کہ سلطان محمد شہید 669ھ میں ملتان کے گورنر مقرر ہوئے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ سلطان محمد کی تقرری بطور گورنر ملتان حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے انتقال کے بعد ہوئی، اس لئے حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 661ھ میں ہوا تھا اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری حیات طیبہ کے زمانہ میں 661 سے پہلے بھی ملتان تشریف لے گئے تھے اور 669ھ کے بعد بھی ملتان گئے اور اُس وقت سلطان محمد ملتان میں گورنر کے عہدہ پر فائز تھے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ شہزادہ سلطان محمد شہید علماء کرام اور فقراء کا بہت معتقد تھا اُسے جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ملتان آمد کا پتہ چلا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو ملتان میں قیام کرنے کی عرضداشت کی۔ سلطان محمد کی اس قدر عقیدت مندی کو دیکھتے ہوئے آپ نے کچھ عرصہ تک ملتان میں

قیام کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی سلطان محمد کی اس عقیدت مندی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے چند روزہ قیام ملتان کے دوران سلطان محمد کو اُس کی خواہش کے مطابق شہادت کا مرتبہ حاصل ہونے کی دعا فرمائی جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی اور سلطان محمد کو شہادت نصیب ہوئی۔

ایک روائیت میں اس طرح سے آتا ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے سلطان محمد شہید کو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر عقیدت و محبت تھی کہ وہ آپ کو دیکھے بغیر نہ رہتا تھا۔ اس لئے اُس کی کوشش تھی کہ آپ مستقل طور پر ملتان میں قیام فرمائیں تاکہ وہ آپ کی صحبت سے مستفید ہوتا رہے۔ سلطان محمد شہید اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے، شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مقدر میں آپ کا آخری مقام و مرکز سیوستان لکھا جا چکا تھا حالانکہ سلطان محمد نے آپ کے لئے ملتان شہر میں ایک عظیم الشان خانقاہ بھی تعمیر کروائی تھی مگر پھر بھی اُس کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور آپ نے ملتان کی بجائے سیوستان میں قیام اختیار کیا چونکہ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کو بھی سلطان محمد سے لگاؤ ہو گیا تھا اس لئے آپ کبھی کبھار ملتان بھی آتے رہتے تھے اور سلطان محمد کی طرف سے منعقد کی گئی محفل سماع میں شرکت فرماتے تھے، اپنے ملتان میں قیام کے دوران لاتعداد لوگوں کو فیض پہنچاتے۔

سلطان محمد شہید کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کو اپنے اس بیٹے سے بہت زیادہ محبت تھی اور سلطان نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی تھی، یہ اچھی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ سلطان محمد نہایت نیک سیرت اور دیندار قسم کا نوجوان تھا، علماء کرام اور مشائخ عظام کی صحبت میں بیٹھنا اپنے لئے اعزاز کی بات سمجھتا تھا۔ سلطان محمد اکثر و بیشتر حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی صحبت میں حاضر رہتا تھا اور ان لوگوں کی قربت کو اپنے لئے سعادت خیال کرتا تھا۔ سلطان محمد کو سلطان غیاث الدین بلبن نے منگولوں کی سرکوبی کے لئے ذمہ داری دی ہوئی تھی اس لئے سلطان محمد منگولوں کی گوشمالی میں پوری توجہ سے مصروف رہے اور منگولوں کے ساتھ

مقابلے کے دوران ہی شہادت کا اعزاز حاصل کیا۔

لاہور میں آمد

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ہندوستان کی مختلف شہروں میں آمد کے بارے بارے میں تاریخ کے اوراق میں رقم ہے کہ آپ ہندوستان کے شہروں سے گزرتے تو جہاں کسی ولی اللہ کا مزار ہوتا وہاں پر حاضری دیتے اور صاحب مزار سے فیض حاصل کرتے۔اسی طرح اکثر اولیاء کرام سے آپ نے اُن کی ظاہری حیات طیبہ میں ملاقات کیں۔تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کا سفر بھی کیا اور لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی۔جتنے دن بھی لاہور میں آپ کا قیام رہا آپ نے اپنا زیادہ تر وقت مزار مبارک پر ہی گزارا۔کہا جاتا ہے کہ آپ نے لاہور میں چالیس یوم سے زیادہ قیام کیا اور اس عرصہ میں لاہور کے دیگر اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کی سعادت بھی حاصل کی۔لاہور میں خاص طور پر حضرت شیخ میراں حسین زنجانیؒ ، حضرت سید اسحاق زنجانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید یعقوب زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات اقدس پر حاضری دی اور مراقبہ کا سلسلہ جاری رکھا۔اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں ان بزرگان دین کی بہت بڑی خدمات ہیں اور یہ بزرگ آپس میں قرابت داری تعلق بھی رکھتے تھے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ان کی باطنی فیض سے کما حقہ طور پر مستفید ہوئے اور ایک مدت تک لاہور میں مزارات پر حاضری دینے اولیاء کرام سے فیوض و برکات کی دولت سمیٹنے کے بعد لاہور سے عازم سیالکوٹ ہوئے چند یوم سیالکوٹ میں بھی قیام فرمایا۔سیالکوٹ میں آپ نے حضرت سید امام علی الحق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور مراقبہ فرمایا کئی یوم تک اس درگاہ شریف پر حاضری کا شرف حاصل کرنے کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے آگے کی طرف روانہ ہوگئے۔

مستقل ٹھکانہ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل عرصہ تک سیر و سیاحت کرتے رہے اس دوران دینی تعلیم بھی حاصل کی، علم و عرفان کے خزینے بھی سمیٹے، معرفت و اسرار کی منزلیں بھی طے کیں، بے شمار لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دی ہزار ہا لوگوں کو دین حق سے روشناس کرایا لاتعداد لوگوں کو اپنے دست حق پر بیعت کیا اُن کو سیدھی راہ دکھائی نیکی اور بھلائی کی تلقین کی ، اس سروسیاحت کے دوران لاہور، دہلی ، ملتان ، پانی پت کشمیر اور ہندوستان کے دور دراز شہروں میں دین اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے قیام بھی کیا اپنے ہمعصر اولیاء کرام سے اکتساب فیض حاصل کیا اُن کی صحبت میں رہ کر سلوک کی منازل طے کیں، اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا اور اُن کی روحانی اور باطنی توجہ سے بلند مراتب حاصل کیے اولیاء کرام کی صحبت اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرام کی بدولت آپ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ بندے بن گئے تھے، اب ضرورت اس امر کی تھی کہ آپ دین حق کی تبلیغ کے سلسلہ میں مستقل طور پر ایک جگہ و مقام پر قیام فرمائیں اور اُس مرکز ہدایت سے انسانیت کی بھلائی کا فریضہ انجام دیں۔چنانچہ ایک باطنی اشارے کے مطابق آپ نے سندھ کی طرف اپنے قدم بڑھائے اور سیہون شریف میں اپنے قیام کو مستقل کرنے کے لئے ڈیرے جما دیے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اشارہ تھا کہ آپ یہاں کے باشندوں کو گناہوں کی دلدل سے نکالیں اور اُن کو راہ حق پر چلنے کی تلقین کریں آپ نے اس مقصد کے لئے اپنی تمام زندگی وقف کردی اور تاحیات لوگوں کو درس ہدایت دیتے رہے، اپنے اخلاق و کردار، عادات و اطوار، قول و افعال اور نیکی و بھلائی کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے لوگوں کو راہ نجات کی طرف لاتے رہے۔

کرامات

حضرت سید عثمان مروندی المعروف حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامات ولی اللہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگاہ پاک میں عجب تاثیر رکھی تھی جس بھی مقصد کے لئے نگاہ مبارک اُٹھاتے وہ مقصد اللہ رب العزت سے فضل و کرم سے فوراً پورا ہو جاتا تھا۔ بے شمار لوگ آپ کے در سے فیض یاب ہوتے آپ سے لاتعداد کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کرامات چھپاتے تھے اور اس بات کا خاص خیال رکھا کرتے تھے کہ لوگ آپ کے بارے میں کسی ایسے خیال میں نہ پڑ جائیں جس سے ان کی توجہ نماز اور اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر کسی بندے کی طرف ہو جائے لیکن اس کے باوجود آپ سے جب کرامات کا ظہور ہوتا تو آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا اور لوگ آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے آپ کی خدمت میں لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

نگاہ کاملہ کا اثر

جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے سیہون شریف تشریف لائے تو جس محلّہ میں آپ کا قیام ہوا اُس محلّہ میں فاحشہ عورتوں نے فحاشی کے اڈے کھول رکھے تھے اور وہ دعوت گناہ دیتی تھیں۔ اس محلّہ کے نزدیک ایک کھلے میدان میں آپ نے اپنے چند درویشوں کے ساتھ سکونت اختیار کی یہ سارا محلّہ ہندوؤں کا تھا اور صرف چند گھرانے مسلمانوں کے تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔ ہندو طوائفوں کے پاس ساری رات تماش بینوں کی آمد و رفت رہتی تھی جس سے روزانہ رات کو ایک ہنگامہ سا برپا رہتا۔ چند درویشوں کو اس محلّہ کے نزدیک پڑاؤ ڈالے دیکھ کر مسلمانوں نے ان کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ یہ ہندوؤں کی بستی ہے جو گناہوں کی دلدل میں دھنسی ہوئی ہے آپ

لوگ یہاں کہاں آگئے ہیں؟ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ہم جس مقصد کے لیے یہاں پر آئے ہیں اُس کو خوب جانتے ہیں ہم ان گنہگاروں کو راہِ راست پر لگانے کے لئے آئے ہیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھی درویشوں کے ساتھ اُس مقام پر بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اور پھر رات کے وقت جس قدر بھی آدمی عیاشی کی غرض سے ان فاحشہ عورتوں کے پاس گئے ان میں سے کسی کو بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اس واقعہ کی شہرت ہر طرف عام ہو گئی اور ہر جگہ یہ بات ہونے لگی کہ فلاں محلّہ میں یہ واقعہ ہوا ہے ان فاحشہ عورتوں کو سب سے زیادہ فکر لاحق ہوئی کیونکہ اس طرح اُن کے اڈے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے اس بارے میں جستجو کی تو اُن کو معلوم ہوا کہ ان کے محلے میں ایک درویش بیٹھا اللہ کی عبادت میں مشغول ہے وہ عورتیں سمجھ گئیں کہ یہ ضرور انہی بزرگ کی وجہ سے ہوا ہے اور بزرگ نے اپنی کرامت کا اظہار کیا ہے۔ تمام فاحشہ عورتیں اکٹھی ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا، آپ کی وجہ سے ہمارا کاروبار بند ہو گیا ہے براہ مہربانی ہمیں معاف کریں اور یہاں سے چلے جائیں۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اُن فاحشہ عورتوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اسی جگہ پر ہماری آخری آرام گاہ ہوگی، اس لئے ہم یہاں سے نہیں جائیں گے، تم یہ جگہ چھوڑ دو اور کہیں اور جا کر رہائش اختیار کر لو۔

عورتوں نے جب یہ جواب سنا تو وہ بہت سٹ پٹائیں اور اُس وقت کے حکمران راجہ جیر جی کے پاس اپنی فریاد لے کر پہنچیں یہ جیر جی شہر کا حاکم تھا اور چوپٹ راجا کے نام سے مشہور تھا۔ تمام فاحشہ عورتوں نے اپنی فریاد اُس کے گوش گزار کی اور دہائی دی، عورتوں کی فریاد پر حاکم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ ان مسلمانوں درویشوں کے پاس جائیں اور ان کو یہاں سے چلے جانے کا کہیں، اگر وہ آرام سے علاقہ خالی کر کے چلے جائیں تو بہتر ہے ورنہ انہیں زبردستی یہاں سے نکال دو۔ راجہ جیر جی کے حکم پر اُس کے وفادار سپاہی فوری طور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے قیام گاہ کی طرف آئے آپ عبادت الٰہی میں مشغول

تھے سپاہیوں نے آپ کے ساتھی درویشوں کو راجہ جیر جی کا حکم سنایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم صرف اپنے شیخ کے حکم کے پابند ہیں اس لئے جو کچھ بھی کہنا ہے ان سے کہو۔

درویشوں کا یہ جواب سن کر سپاہی آگ بگولا ہو گئے اور حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے خیمے کی طرف بڑھ ابھی سپاہیوں نے اپنے قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ اُن کے قدم وہیں پر جامد ہو گئے گویا اُن کے پاؤں کو زمین نے پکڑ لیا اور اپنے قدم آگے بڑھانے سے قاصر ہو گئے۔ پھر جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو اُن کے قدموں نے اُن کا ساتھ دیا اور وہ ڈر کے مارے اُسی وقت واپس ہو گئے۔ سیدھے راجا کے دربار میں پہنچے اور اُسے تمام واقعہ سنایا یہ سن کر راجہ جیر جی کے بھی اوسان خطا ہوئے اُس نے معاملہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے مصاحبین اور ماہرین نجوم کے ساتھ مشورہ کیا انہوں نے اپنے تجربے اور علم کی مناسبت سے حساب لگا کر بتایا کہ ہمارا علم یہ کہتا ہے کہ یہ وہی بزرگ ہے جس کی علاقہ میں آمد اور قیام آپ کے اقتدار اور آپ کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث ہے اور شاید وہی بزرگ ہے کہ جس کے ایک شاگرد کو آپ نے قید میں ڈال رکھا ہے۔

بودلہ فقیر کا واقعہ

راجہ جیر جی کے درباری ماہرین نجوم نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کے بارے میں بتایا اُس کا واقعہ یہ ہے کہ کافی دن پہلے ایک مسلمان درویش اس علاقہ میں داخل ہوا اور اس نے راجہ جیر جی کے قلعے کے جنوبی حصہ کی طرف دور تک پھیلی ہوئی گھنی جھاڑیوں میں اپنا پڑاؤ ڈالا تھا۔ وہ درویش روزانہ تین مرتبہ اپنے رومال سے زمین کو صاف کرتا اور پھر وجد میں آ کر بلند آواز سے کہتا، میرا مرشد آ رہا ہے لوگو! آؤ تم بھی میرے مرشد کا استقبال کرو اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ وہ درویش روزانہ بلا ناغہ دن میں تین مرتبہ اسی طرح ہی کرتا۔ اتفاق سے محل کی کھڑکی جھاڑیوں کی طرف کھلتی تھی راجہ جیر جی کی بیٹی جو کہ بہت خوبصورت تھی روزانہ اس کھڑکی میں آ کر کھڑی ہو جاتی تھی وہ جنگل کے نظارے سے محفوظ ہوتی رہتی تھی یہ اُس کا روزانہ کا معمول تھا محل کی بعض کنیزوں نے راج کماری کے

بارے میں یہ خبر اُڑا دی کہ راج کماری ایک مسلمان پر فریفتہ ہو گئی ہے اور روزانہ محل کی کھڑکی میں بناؤ سنگھار کر کے کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ خبر راجہ جیر جی تک بھی پہنچ گئی جسے سن کر راجہ جیر جی بہت بے چین ہوا اور اُس نے اپنی بیٹی سے اس بارے میں پوچھ گچھ کی تو راج کماری نے اس الزام سے قطعی طور پر انکار کیا اور کہا کہ میں تو اُس شخص کو جانتی بھی نہیں اور پھر اتنی دور سے اُس کی تو شکل بھی دکھائی نہیں دیتی۔

راجہ جیر جی نے بیٹی کی بات بڑے تحمل سے سنی اور محل کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر خود جائزہ لیا دور دور تک کوئی ذی روح دکھائی نہ دیتا تھا اور پھر محل اور گھنی جھاڑیوں کے درمیان اس قدر فاصلہ تھا کہ جھاڑیوں میں موجود کسی بھی شخص کا واضح ہیولا بھی نظر نہ آتا تھا۔ اگرچہ اس معاملہ میں راج کماری کا کوئی قصور نہ تھا مگر اس کے باوجود راجہ جیر جی رسوائی کے ڈر سے شش و پنج میں پڑ گیا اور اس نے اپنے وزیروں اور مصاحبین سے اس بارے میں مشورہ کیا تو بعض متعصب ہندو وزیروں نے کہا کہ راج کماری اس معاملے میں بے قصور ہے مگر وہ مسلمان فقیر جو جھاڑیوں میں مقیم ہے اُس کے ارادے ٹھیک نہیں ہیں وہ مہاراجہ کی رسوائی کا سبب ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ راجہ کماری کے عشق میں مبتلا ہے لہٰذا اس مسلمان فقیر کی گوشمالی ضروری ہے۔ وزیروں اور مصاحبین کی باتوں نے راجہ جیر جی کو مشکل میں ڈال دیا اور اُس نے بھی ضروری سمجھا کہ چونکہ سارا قصور مسلمان فقیر کا ہے اس لئے اس کی سرکوبی کی جانی چاہیے راجہ کے حکم پر بغیر تحقیق کئے مسلمان فقیر کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا اور زبردست تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہر روز شدید تشدد کیا جاتا۔

اب طوائفوں والے معاملہ میں راجہ کے سپاہیوں کی ناکامی پر نجومیوں نے راجہ جیر جی کو یہی واقعہ یاد دلاتے ہوئے آنے والے وقت سے ڈرا کر خوفزدہ کر دیا تو راجہ نے کہا پھر تم لوگ ہی بتاؤ کہ اس معاملہ میں کیا کیا جائے؟ ایک نجومی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ مہاراج کو چاہیے کہ وہ مسلمان فقیر کی خدمت میں ہیرے جواہرات اور دیگر قیمتی چیزیں نذرانہ کے طور پر پیش کریں اور بزرگ سے گزارش کی جائے کہ وہ یہ جگہ چھوڑ کر کسی اور طرف چلا جائے۔ راجہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس مشورہ کو قبول کیا اور اس مقصد کے لئے

اپنے ایک وزیر کی ڈیوٹی لگائی جو نہایت سمجھدار اور زیرک معاملہ فہم شخص تھا وزیر تحفے تحائف لے کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت مؤدبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے بیش قیمت نذریں پیش کیں۔ اُس وقت مسلمان درویشوں نے کھانا پکانے کے لئے قریب ہی آگ جلائی ہوئی تھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ راجہ جیر جی کی طرف سے بھیجی گئی چیزیں دیکھ کر جلال میں آگئے اور تمام چیزیں پاس ہی جلتی ہوئی آگ میں پھینک دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام اشیاء جل کر راکھ ہو گئیں۔

وزیر نے یہ منظر دیکھا تو اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی وہ گھبرا گیا اور خوف سے کانپنے لگا فوراً حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر پڑا اور معافی کا خواستگار ہوا کہنے لگا، مجھے معاف فرمادیں مجھے تو راجہ جیر جی نے یہ سب کچھ دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ وزیر سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنے راجہ سے جا کر کہہ دو کہ تم ہمارے مرید کو اذیت پہنچانے سے باز آجاؤ اور اسے فوری طور پر عزت کے ساتھ رہا کرو اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو پھر ہم خود اُسے آزاد کرالیں گے اور یاد رکھو کہ ہم یہاں سے واپس جانے کے لیے نہیں آئے ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس جگہ پر ہی رہیں گے اگر حاکم سیہون اپنی سلامتی کا خواہاں ہے تو وہ خود یہاں سے چلا جائے۔

راجہ جیر جی کا وزیر حیرت اور خوف کے عالم میں راجہ کے دربار میں پہنچا اور تمام صورت حال سے اسے آگاہ کیا اور ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دیا کہ بہتر یہی ہے کہ اس مسلمان فقیر کی بات مان لی جائے۔ راجہ جیر جی چونکہ ایک ضدی قسم کا حاکم تھا ایک مسلمان فقیر کی بات کو اس طرح آسانی سے مان لینا وہ گوارا نہ کرسکتا تھا اُس نے حضرت لعل شہباز قلندر کو ایک شعبدہ باز اور جادوگر خیال کیا اس لئے کہنے لگا کہ میرے پاس ایسے ہندو جادوگر موجود ہیں جو اس مسلمان فقیر کے طلسم کو ختم کرسکتے ہیں راجہ کی اس بات کو سن کر اس کے درباری ماہرین نجوم نے بھی اس کو سمجھایا کہ وہ اپنی ضد چھوڑ دے اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لے راجہ جیر جی اقتدار کے نشہ میں چور تھا اس لئے اپنی ضد پر قائم رہا اور اس نے مغرورانہ انداز میں کہا کہ ہم اس مسلمان فقیر کے مرید کو ہرگز رہا نہیں کریں گے اور اگر اس میں اتنی طاقت ہے تو وہ خود اس

کو آزاد کرالے ہم بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ راجہ جیر جی کی ضد اور تکبرانہ انداز دیکھ کر اس کے مصاحبین نے خاموشی اختیار کرلی۔

یہ عشاء کی نماز کا وقت تھا حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور ساتھی درویشوں نے نماز ادا کی، پھر نماز سے فراغت کے بعد آپ نے اچانک ایک طرف اپنا چہرہ مبارک کر کے اپنے مرید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، بودلہ! اب تم ہمارے پاس چلے آؤ تمہیں دیکھنے کے لئے ہماری آنکھیں بے تاب ہیں۔ یہ بودلہ وہی مرید تھا جسے راجہ جیر جی نے ناحق قید میں ڈال رکھا تھا۔ آپ کے ساتھ درویشوں نے جب آپ کو یہ بات کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ آپ کس کو پکار رہے ہیں؟ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادموں کو حیران ہوتے ہوئے دیکھ کر فرمایا، کہ بودلہ ہمارا مرید ہے اور تمہارا بھائی ہے ہم نے اسے سیہون کی طرف بھیجا تھا یہاں کے حاکم نے اسے ناحق قید میں ڈال رکھا ہے مگر آج کی رات بودلہ کی رہائی کی شب ہے انشاء اللہ تعالیٰ بودلہ ابھی آنے ہی والا ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ بات نکلی ہی تھی کہ اچانک ادھر قید خانے میں موجود آپ کے مرید بودلہ کا زنجیروں سے جکڑا ہوا جسم زنجیروں سے آزاد ہوگیا زنجیریں خود بخود جسم سے الگ ہوگئیں اور قید خانے کا دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی بودلہ نے بے اختیاری کے عالم میں ایک فلک شگاف نعرہ بلند کیا کہ میرا مرشد آگیا ...... میرا مرشد آگیا۔ زخموں سے چور بودلہ قید خانے سے نکلا اور باہر میدان میں آگیا اُسے اپنے مرشد کی غیبی آواز سنائی دی، بودلہ آجاؤ ہم ادھر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ بودلہ اپنے مرشد کی آواز سن کر جوش میں آگیا اور دیوانہ وار آواز کی سمت دوڑ لگادی۔ چند ہی لمحوں میں وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے موجود تھا اور روتے ہوئے مرشد کے قدموں سے لپٹ رہا تھا آپ نے اُس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور اس کی ڈھارس بندھائی چند دنوں میں ہی بودلہ کے جسم پر موجود زخموں کے نشانات حضرت لعل شہباز رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت اور پروردگار عالم کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک ہوگئے اور بودلہ کی جسمانی توانائی بھی بہتر ہوگئی۔

بدی سے نیکی کی طرف

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کو دیکھ کر وہ فاحشہ عورتیں جو اپنی فریاد لے کر ہندو راجہ کے پاس گئی تھیں اپنے مکانات کو چھوڑ کر اس علاقے سے چلی گئیں۔ بعض کتب میں یہ واقعہ اس طرح بھی بیان ہوا ہے کہ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سیہون شریف میں تشریف لائے تو جس جگہ کو اپنی رہائش کے لئے منتخب فرمایا اُس علاقہ میں فاحشہ بازاری عورتوں کا بھی قیام تھا یہ عورتیں اپنے آپ کو برائی کی طرف راغب کیے ہوئے تھیں زنا کاری ان کا پیشہ تھا یہ عورتیں کسی بھی طرح اپنے اس پیشے کو چھوڑنے پر تیار نہ تھیں۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس علاقہ میں قیام فرمایا تو ان فاحشہ عورتوں کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور نیکی کی راہ دکھائے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق فرمائے ان کو بُرے کاموں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا کرے تاکہ برائی اور فحاشی کا یہ کاروبار ہمیشہ کے لیے ان سے ختم ہو جائے۔

پروردگار عالم نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا کو قبولیت کی سند عطا فرمائی اور ان عورتوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو گیا ان کے دل نیکی کی طرف راغب ہو گئے اور وہ تمام اکٹھی ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ ہمیں توبہ کروا دیں اور ہمارے حق میں بہتری کی دعا فرمائیں ہمیں نیکی اور اچھے اخلاق کی تلقین فرمائیں ہم آپ سے اس بات پر بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئی ہیں عورتوں کی اس بات کو سن کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں شکرانے کے نفل ادا کیے پھر ان کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کو مشترکہ طور پر توبہ کرائی، ان سے اس بات کی بیعت لی کہ وہ آئندہ سے نیک کام کریں گی اور گناہوں سے ہر ممکن طور پر بچیں گی۔ بلاشبہ یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کی دعا سے فاحشہ عورتوں کے دل کی دنیا بدل گئی اور وہ نیکی کی طرف مائل ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئیں انہوں نے راہ حق کو پا لیا اور گناہوں سے سچے دل کے ساتھ توبہ کر لی۔

کہا جاتا ہے کہ یہ عورتیں جب گناہوں سے تائب ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئیں تو اس واقعہ سے زانی مردوں کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی وہ تمام اکٹھے ہوئے اور آپس میں اس واقعہ پر بے چینی اور پریشانی کا اظہار کیا، آخر ان سب نے متفقہ طور پر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور کر دیا کہ آپ جادوگر ہیں اور جادو کے زور سے ہر ایک کو اپنا معتقد بناتے ہیں اس کے ساتھ ہی یہ سب اکٹھے ہو کر اُن عورتوں کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے جس نے تمہارا کاروبار بند کر دیا ہے، تمہارا ذریعہ معاش ختم کرا دیا ہے۔ وہ ہمیشہ جو تم برسوں سے کرتی چلی آ رہی ہو اس سے تمہیں ہٹا کر رکھ لیا ہے۔ غرض یہ کہ اس طرح کی باتوں سے اُن مردوں نے عورتوں کے ایمان کو متزلزل کرنے اور ان کو راہِ حق سے ہٹانے اور بُرائی کی طرف دوبارہ مائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر چونکہ یہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اور کرامت کا اثر تھا کہ ان مردوں کے ورغلانے اور سمجھانے کے باوجود عورتوں نے ان کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی اور کسی بھی طرح ان کے جھانسے میں نہ آئیں۔ وہ پکی اور سچی توبہ کر چکی تھیں اس لئے توبہ توڑنے پر راضی نہ ہوئیں۔ ان عورتوں نے مردوں کو صاف انکار کر دیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی ہے ہمیں نیکی کی توفیق دی ہے، برائیوں سے بچنے اور نفرت کرنے کی راہ دکھائی ہے، ہماری یہ خوش بختی ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے نیک اور برگزیدہ بندے کے طفیل توبہ کی توفیق عطا فرمائی، تم جو کچھ مرضی کہو لیکن ہم کسی بھی صورت برائی کی طرف نہیں پلٹیں گی۔

وہ عورتیں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھی رہیں یعنی جس محلّہ میں آپ کا قیام تھا اُسی محلّہ میں بدستور قیام پذیر رہیں وہ مرد عورتوں کو برائی کی طرف واپس لانے میں ناکام ہو گئے مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنی کوشش نہ چھوڑی تو عورتوں نے اُن کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ تم بھی برائی کے راستہ کو چھوڑ کر ہماری طرح نیکی کی راہ اختیار کر لو، اللہ تعالیٰ نے جو راہ بتائی ہے اُس پر چلو، یہ وہ راہِ ہدایت ہے جو کامیابی اور فلاح کی ضامن ہے، اگر تم برائی کو چھوڑ کر نیکی کی طرف نہیں آ سکتے تو پھر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو تم جتنے

بھی جتن کرلو ہم کسی طرح بھی اب برائی کی طرف راغب نہ ہوں گی۔ مردوں نے عورتوں کا اٹل فیصلہ سنا تو اس قدر خفا ہوئے کہ شور مچاتے ہوئے حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی طرف چل پڑے اور خوب واویلا کیا۔ آپ نے جب دیکھا کہ ان لوگوں کے ارادے نیک نہیں ہیں اور یہ ہنگامہ آرائی کرنا چاہتے ہیں تو آپ قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دعا مانگی، اے اللہ! تو میری مدد فرما، میں تنہا ہوں اور تیرے بھروسہ پر تیرے پسندیدہ دین کی تبلیغ کر رہا ہوں، یہ شر پسند فساد برپا کرنا چاہتے ہیں، اے اللہ! ان کو شر پسندی سے دور رکھ ان کے برے ارادوں کو ختم فرما، ان کے دلوں میں نیکی کا جذبہ پیدا فرما، انہیں نیکی کی طرف آنے کی توفیق عطا فرما تا کہ یہ برائی کی دلدل سے نکل کر نیکی اور بھلائی کی طرف آ جائیں اور اس جگہ پر جہاں کہ میں نے تیرے پسندیدہ دین کو غالب کرنے کا ارادہ کیا ہے، میرے ارادہ کی تکمیل فرما تا کہ ہر طرف نیکی اور بھلائی کا بول بالا ہو جائے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نہایت عاجزی اور یکسوئی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت کی سند عطا فرمائی اور وہ لوگ جو ہنگامہ آرائی و فساد کرنے کے درپے تھے اور عورتوں کو زبردستی اپنے ارادوں کی بھینٹ چڑھانا چاہتے تھے عین اُسی وقت جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرما رہے تھے اُن کے دلوں کی کیفیت بدل گئی وہ برائی سے بھلائی کی طرف پلٹ آئے وہ تمام کے تمام حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور گڑگڑا کر معافی کے خواستگار ہوئے، توبہ کرنے لگے کہ آئندہ کبھی برے کاموں کی رغبت نہ کریں گے، ہمیں نیکی کی تلقین فرمائیں۔ بلاشبہ یہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ جس سے اُن کے دلوں میں انقلاب برپا ہو گیا۔ آپ نے ان لوگوں کی اس بدلتی ہوئی حالت کو دیکھا تو ان سب کی ڈھارس بندھائی ان کو وضو کرایا اور توبہ کروائی، ان سب نے سچے دل کے ساتھ برائیوں سے توبہ کی، پھر آپ نے ان کو اسلام کے سچے اصولوں اور عقائد کے بارے میں آگاہی دی، وہ لوگ جو پہلے بدکاری کرنے کی تاک میں رہتے تھے توبہ کرنے کے بعد راہِ راست پر آ گئے ہر طرف نیکی اور بھلائی کا بول بالا ہو گیا۔

گستاخ کا انجام

اسی حوالے سے بعض تاریخی کتب میں رقم ہے کہ جب فاحشہ عورتوں نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے بارے میں سنا تو انہوں نے اس علاقہ کو چھوڑ دیا اور مکانات خالی کر کے چلی گئیں اُن کے جانے کے بعد آپ نے اپنے فقراء سے فرمایا کہ ان کے مکانات کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل میں ایسا ہی کیا گیا۔ زمین کا جو مالک تھا وہ نہایت بدتمیز اور بددماغ قسم کا انسان تھا اُس نے اس کارروائی کے خلاف آگ بگولا ہو کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ کرنا چاہا اور آپ کو خوب برا بھلا کہا۔ اچانک آگے بڑھ کر آپ پر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے اپنے عصا سے اُس کو ٹھوکا۔ عصا لگتے ہی وہ بدبخت زمین پر گرا اور تڑپنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔ آپ نے اپنے فقراء سے فرمایا کہ ایک گڑھا کھود کر اس کتے کو دفن کر دو۔ فقراء نے آپ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ اس بدبخت کے ساتھیوں نے یہ صورتحال دیکھی تو وہاں سے بھاگے اور حاکم سیہون چوپٹ راجہ کے پاس فریاد لے کر پہنچے اور دہائی دی۔ راجہ چونکہ پہلے ہی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اپنے دل میں کدورت رکھتا تھا اُس نے سوچا کہ اب تو اچھا خاصا بہانہ ہاتھ آ گیا ہے اور یہ آپ کے خلاف کارروائی کرنے کا بہترین موقع ہے چنانچہ اُس نے حکم دیا کہ زمیندار کے قتل کے الزام میں آپ کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راجہ اس کام کے لئے بذاتِ خود فوج لے کر روانہ ہوا تا کہ آپ کو گرفتار کرے۔

چوپٹ راجہ جب آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے آپ کے پاس پہنچا تو آپ سے زمیندار کے قتل کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے جواب دیا کہ ہم نے کسی انسان کو قتل نہیں کیا، البتہ ایک باؤلا کتا جو ہمیں کاٹنے کے درپے تھا اُس کو ضرور مارا ہے اور اسے ان لوگوں کے سامنے یہاں زمین میں دفن کیا ہے۔ راجہ نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب سنا تو زمیندار کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور اُن سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تم

تو کہتے تھے کہ اس مسلمان فقیر نے ایک انسان کا خون کر دیا ہے۔اُن سب نے ایک زبان ہو کر راجہ سے کہا کہ یہ فقیر جھوٹ بولتا ہے۔اس نے زمیندار کو اپنی لاٹھی سے مار کر ہلاک کیا ہے اور ہمارے سامنے لاش کو اس گڑھے میں دفن کیا ہے اس پر راجہ حضرت لعل شہباز قلندرؒ سے مخاطب ہو کر بولا ،اگر اس گڑھے میں سے زمیندار کی لاش نکلی تو تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ چنانچہ فوری طور پر گڑھا کھدوایا گیا تو یہ دیکھ کر سب وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے گڑھے میں ایک سیاہ کتا مرا ہوا پڑا ہے۔

قلعہ اُلٹا ہو گیا

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر کرامات دیکھنے کے باوجود چوپٹ راجہ کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا تھا اُس کے دل کی کدورت دور نہ ہوئی وہ بدستور آپ کے خلاف ہی رہا۔کہا جاتا ہے کہ اس راجہ کے قلعہ کے پاس ہی جس جگہ پر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا بودلہ فقیر بیٹھا کرتا تھا وہیں پر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی جا کر بیٹھا کرتے تھے۔راجہ کو یہ بات بڑی ناگوار گزرتی تھی مگر وہ حاکم شہر ہوتے ہوئے بھی آپ کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا اُسے اتنی جرأت ہی نہ ہوتی تھی کہ وہ آپ کو سامنے آ کر کوئی نقصان پہنچا سکے۔ایک دن اُس نے یہ حرکت کی کہ بلی ذبح کروا کر اس کا سالن پکوایا اور روٹیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیج دیا اُس کا مقصد تو آپ کو تنگ کرنا تھا اور اپنے آپ کو تسکین پہنچانا تھا چنانچہ جب سالن اور روٹیاں آپ کے سامنے پیش کی گئیں تو سالن کے برتن کی طرف دیکھ کر آپ جلال میں آ گئے اور جلالی حالت میں فرمایا، یہ کافر ابھی تک راہِ راست پر نہیں آیا، ہمارا خیال تھا کہ یہ کافر اتنی نشانیاں دیکھنے کے بعد ایمان لے آئے گا مگر جس کی تقدیر میں ہلاکت و بربادی لکھی جا چکی ہو اُسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ٹال سکتا۔اتنا کہتے ہی آپ نے سالن والا برتن اُلٹا کیا تو راجہ کا تمام قلعہ اُلٹا ہو گیا راجہ سمیت بے شمار گستاخ اور منکرین ملبے تلے دب کر ہلاک ہو گئے ۔ یہ قلعہ اسی حالت میں اب بھی موجود ہے اور محکمہ آثار قدیمہ کے زیر انتظام ہے ۔ جب کبھی موسلا دار بارش ہوتی ہے تو قلعے میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور واضح طور پر

دکھائی دیتا ہے کہ کمروں کے فرش اوپر اور چھتیں نیچے کی طرف ہیں۔

عورت کی لاش

حضرت لعل شہباز قلندر کی ایک یہ کرامت بھی بہت مشہور ہے کہ سیہون شریف میں قیام کے دوران آپ کے گلے میں ایک گلو بند رہتا تھا جو پتھر کا بنا ہوا تھا اس گلو بند کے وزن سے آپ کی گردن ہمیشہ جھکی رہتی تھی اور آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے اسی حالت میں آپ اکثر اوقات محلّہ کانوگا کے نزدیک ایک گلی میں جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے کانوگا ہندوؤں کا ایک مشہور خاندان تھا۔ یہ لوگ پردہ کی سخت پابندی کیا کرتے تھے ان کی عورتوں کو اگر کہیں جانا ہوتا تو وہ ڈولی میں بیٹھ کر جایا کرتی تھیں ۔حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب اس گلی میں آ کر بیٹھتے تو اس محلے کی ایک عورت چھپ کر کھڑکی سے آپ کو دیکھتی رہتی تھی آپ نے اُس عورت کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ چونکہ آپ کے گلے میں گلو بند پڑا رہتا تھا اس لئے آپ اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر کسی کی طرف بھی نہیں دیکھتے تھے ایسی حالت میں وہ عورت ٹھیک طرح سے آپ کا چہرہ کی زیارت نہ کر سکتی تھی۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ تک چلتا رہا وہ عورت آپ کے دیدار پر قادر نہ ہو سکی آخر کار ایک دن وہ اس قدر بے تاب ہوئی کہ اس نے کھڑکی سے نیچے چھلانگ لگا دی اور آپ کے قدموں میں آ کر گر پڑی اب زمین پر پڑے ہوئے اُس نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ کا دیدار کر لیا۔ دیدار کرتے ہی اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اس بات کی خبر پورے محلّہ میں پھیل گئی ،لوگ بھاگے ہوئے آئے تا کہ اس عورت کی لاش کو اٹھا کر لے جائیں ۔عورت کے گھر والوں نے اس کی لاش کو اٹھانا چاہا مگر وہ باوجود کوشش کے لاش کو اٹھانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔اس صورت حال کو دیکھ کر اُن لوگوں نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ ہمیں لاش اٹھا کر لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔آپ نے فرمایا ،اگر تم سچے دل سے اس نیت کے ساتھ اس کو اٹھاؤ کہ تم اس کو جلانے کی بجائے دفن کرو گے تو پھر تم اس کو اٹھا سکو گے ورنہ نہیں۔اُن لوگوں نے آپ

سے وعدہ کیا کہ وہ عورت کو دفن کریں گے۔ چنانچہ اب انہوں نے لاش کو اٹھانا چاہا تو وہ اٹھائی گئی۔ انہوں نے اسلامی اصولوں کے مطابق اسی محلّہ میں بڑے دروازے کے نزدیک اس کو دفن کر دیا۔ اب بھی اس کا مزار وہاں پر موجود ہے اور جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہوتا ہے تو وہاں سے آپ کی مہندی اٹھائی جاتی ہے اور بڑی دھوم دھام سے اس کو لے کر آپ کی درگاہ شریف پر لایا جاتا ہے۔

گاؤں الٹ گیا

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قیام مستقل طور پر سیہون شریف میں رکھا تھا لیکن تبلیغ اسلام کی غرض سے اور لوگوں کو راہِ راست کی دعوت دینے کے سلسلہ میں اردگرد کے دیہات میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ نے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ جہاں بھی جاتے وہاں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے اُن کے سامنے مختصر سا خطاب فرماتے اور پھر اُن کو دعوت حق دیتے آپ کا وعظ لوگوں کے دلوں پر اثر کرتا اور بہت سے لوگ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتے برائیوں اور گناہوں سے تائب ہو کر نیکی اور بھلائی کے راستہ پر چلے نکلتے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سیہون شریف سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں میں تشریف لے گئے وہاں اُس گاؤں کے لوگ گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ آپ اُن کو جا کر سیدھی راہ دکھاتے اور گناہوں سے منہ موڑ کر نیکی اور بھلائی کی طرف رغبت دلاتے۔ چنانچہ اسی مقصد کی خاطر آپ اُس گاؤں میں تشریف لے گئے تھے آپ کی آمد سے قبل بھی بہت سے نیک صفت بندوں نے اس گاؤں میں آ کر گاؤں والوں کو نیکی کی تلقین کی، راہِ نجات کی طرف بلایا مگر اُن لوگوں کے دلوں پر کسی کے وعظ و نصیحت کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا بلکہ وہ وعظ

و نصیحت کرنے والوں کو ایذا پہنچا کر گاؤں سے چلے جانے پر مجبور کر دیتے تھے۔ ایسے سرکش اور باغی قسم کے لوگوں کو سمجھانے کی خاطر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے مگر اُن لوگوں نے آپ کی بات پر بھی دھیان نہ دیا اور آپ کو واپس چلے جانا پڑا۔ آپ نے ہر ممکن طریقے سے گاؤں والوں کو سمجھانے کی کوشش کی، پیار و محبت، اخلاق و مروت، نرمی خوش گفتاری غرض یہ کہ آپ نے ہر تدبیر سے اُن کو سمجھانے کی کوشش کی مگر اُن لوگوں پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ آپ بار بار جا کر اُن کو سمجھاتے رہتے اُن کو راہ نجات کی طرف بلاتے رہے لیکن انہوں نے بالکل بھی پرواہ نہ کی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہر طرح سے اُن کو دعوت ہدایت دے کر دیکھ لیا اور اس کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا تو آپ جلال میں آ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں ان بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے تباہی کی درخواست کی۔ ابھی چند راتیں ہی گزری تھیں کہ آپ کو خواب میں یہ بات بتائی گئی کہ اس گاؤں میں جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ اُن کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں۔ چنانچہ خواب کے اشارے کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس گاؤں میں اعلان کروا دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی اور بھلائی کے کام کرتے ہیں، برائی سے بچتے ہیں اور اس کی ندمت کرتے ہیں وہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اپنے گھروں سے باہر آ جائیں۔ اس اعلان کے سنتے ہی جو اہل ایمان تھے وہ اپنے اپنے اہل خانہ کے ساتھ اپنے گھروں سے باہر نکلنا شروع ہو گئے اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ تمام اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ ایسے شرارتی قسم کے لوگ جو گناہوں کی دلدل میں بُری طرح پھنس چکے تھے وہ اس بات کا مذاق سمجھ رہے تھے اور لوگوں کا مذاق اڑانے میں مصروف تھے وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ کچھ بھی نہیں ہوگا یہ سب کچھ ہمیں ڈرانے کی غرض سے کیا جا رہا ہے تا کہ ہم لعل شہباز قلندر (رحمۃ اللہ علیہ)

) کے کہنے کے مطابق عمل کریں اور ان کی پیروی اختیار کریں۔

یہ لوگ اسی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ آخررات کا پہر شروع ہو گیا شر پسند لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور جا کر سو گئے نصف شب ہی ابھی گزری تھی اچانک زلزلہ کے زبردست جھٹکے آنا شروع ہو گئے سوئے ہوئے لوگ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھے انہوں نے گھروں سے نکل کر بھاگنے کی بھرپور کوشش کی لیکن باہر نکلنے میں ان کو کامیابی نہ ہو سکی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے گھر اُلٹ گئے اور وہ اپنے اپنے گھروں میں دب کر مر گئے تمام بدکردار لوگوں کو ان کے کئے کی سزا مل چکی تھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اُس کے فضل وکرم کی بدولت جو لوگ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی تھے اور آپ کو تنگ نہیں کرتے تھے ان لوگوں کو کوئی گزند نہ پہنچی تھی اور وہ ان کے اہل خانہ مکمل طور پر محفوظ رہے۔ وہ لوگ پہلے سے زیادہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ اور معتقد ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت اور غضب وجلال سے اردگرد کے دیہات کے لوگ بھی متاثر ہوئے اور خوفزدہ ہو گئے لاتعداد افراد گناہوں سے توبہ کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ انہوں نے شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا شروع کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اب بھی اس گاؤں کے اُلٹے ہونے کے آثار موجود ہیں جو دیکھنے والوں کو درس عبرت دیتے ہیں۔

آواز کی تاثیر

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت یہ بھی بہت مشہور اور زبان زدِ عام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان اور آواز میں اس قدر تاثیر پیدا فرمائی تھی کہ آپ کا بیان لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتا تھا اور لوگ آپ کے بیان کو اس قدر توجہ اور یکسوئی سے سنتے تھے کہ ایک سکوت سا طاری ہو جاتا تھا، آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ نماز کی امامت بہت کم کرواتے تھے اور ہمیشہ یہ کوشش کرتے تھے کہ پاس موجود علمائے کرام میں سے کوئی امامت کروائے۔ جمعۃ المبارک کے خطبہ کا خاص طور پر اہتمام فرماتے۔ سیوستان میں قیام کے دوران دور دور سے لوگ آپ کا وعظ سننے کے لئے جمعہ کے دن ذوق وشوق سے آتے

تھے، آپ کے وعظ کی شہرت دور دراز تک تھی صرف جمعہ کے دن لوگوں کے شوق وذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے جمعہ کے خطبہ کے ساتھ ساتھ امامت کے فرائض بھی خود ادا فرماتے تھے آپ کی یہ کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آواز کی حسن خوبی سے نوازا تھا جو سننے والوں کو مسحور کر دیتی تھی، خوش آواز ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی آواز میں سوز وگداز بھی تھا۔

آپ سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے عربی زبان پر بڑا فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا کرتے تھے جب کہ دوسرے خطبہ میں سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تعریف میں کلمات فرماتے اور اس انداز سے بیان فرماتے کہ سننے والوں کے دلوں میں رقت طاری ہو جاتی اور وہ ایک خاص قسم کا سرور محسوس کرتے۔ اُن کی قلبی کیفیت کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا وہ محبت وعقیدت کی فضا میں اپنے آپ کو جھومتا ہوا محسوس کرتے اکثر لوگوں کی دورانِ خطبہ چیخیں نکل جاتیں، رقت بھرے قلب کے ساتھ روتے روتے اُن کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی خاموشی کے ساتھ خطبہ سننے کی تلقین فرمایا کرتے مگر اس کے باوجود اکثر لوگوں کے ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے اور وہ خوب روتے تھے جب آپ خطبہ ختم فرماتے تو مجمع پر ایک عجیب طرح کی روحانی کیفیت طاری رہتی جو کافی دیر تک جاری رہتی یہ آپ کے کلام کی خوبی اور اندازِ بیان کا کراماتی اثر تھا جو لوگوں کے اذہان وقلوب پر اثر انداز ہوتا تھا۔

آدھا حصہ

یہ اس دور کا واقعہ ہے جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں مقیم تھے۔ اس وقت آپ نوجوان تھے مگر شہرت عام ہو چکی تھی۔ بخارا کا بادشاہ بے اولاد تھا۔ اس نے نامور طبیبوں کے نسخے آزمائے علماء کے کہنے پر ضرورت مندوں میں دولت تقسیم کی ...... لیکن نہ کوئی دوا کام آئی اور نہ دعا۔ آخر ایک وزیر نے بادشاہ کو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا پتا بتاتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ اس نوجوان درویش سے رجوع کریں تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی

مشکل آسان فرما دے۔"

بادشاہ بخارا کو وزیر کی بات پر یقین نہیں آیا لیکن وہ تاج و تخت کے وارث کی تلاش میں تھک چکا تھا اس لئے قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ "شیخ! دینے والے نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے مگر میں اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔ میرے لئے دعا فرمائیے کہ خالق کائنات مجھے بے نشان ہونے سے بچا لے۔"

"کوئی کتنا بھی کثیر الاولاد ہو مگر بے نشانی ہر شے کا مقدر ہے۔" شاہ بخارا کی التجا سن کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"میں اس بے نشانی کی بات نہیں کر رہا ہوں۔" شاہ بخارا نے عرض کیا۔ "مجھے اپنے تاج و تخت کا وارث چاہئے۔"

"سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔" حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ بخارا کو ٹالنے کی غرض سے فرمایا۔ "جس نے تمہیں تاج و تخت بخشے ہیں وہی اولاد بھی عطا کرے گا۔ اسی کے آگے دامن مراد پھیلائے رکھو۔"

"شیخ! میرے گناہ مجھے مایوسی کی طرف کھینچے چلے جا رہے ہیں۔" شاہ بخارا نے غمزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر میری التجاؤں میں تاثیر ہوتی تو میرا نخل مراد اب تک بار آور ہو چکا ہوتا۔"

شاہ بخارا کی عاجزی و بے چارگی دیکھ کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آپ مراقبے میں ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سر اٹھایا اور فرمانروائے بخارا سے مخاطب ہوئے۔ "تمہیں بحکم خدا تخت کا وارث تو مل جائے گا مگر اس کی ایک شرط ہے۔"

"شیخ! مجھے ہر شرط منظور ہے۔" شاہ بخارا حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے اولاد کی نوید سن کر بے اختیار ہو گیا۔ تمہارے شہزادے میں آدھا حصہ ہمارا ہو گا۔ حضرت لعل شہباز قلندر نے شاہ بخارا کے سامنے اپنی شرط پیش کر دی۔ "آدھا حصہ"؟ حضرت لعل شہباز قلندر کی شرط سن کر شاہ بخارا حیرت زدہ رہ گیا۔ "شیخ! میں آپ کی بات سمجھا نہیں۔"

"وقت تو آنے دو۔ سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔" حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بے نیازانہ کہا۔ شاہ بخارا سرشاری اور حیرت کے عالم میں قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے اٹھ کر چلا گیا۔

پھر تقریباً ایک سال بعد بخارا کا قصر شاہی نقاروں اور شادیانوں کے شور سے گونج اُٹھا۔ وزرائے مملکت، امیران سلطنت اور دیگر خدمت گار شاہ بخارا کو خوبصورت فرزند کی ولادت پر مبارکباد دے رہے تھے ......اور فرمانروائے بخارا کی سماعتوں میں حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ گونج رہے تھے۔

"بحکم خدا، شہزادہ تو دنیا میں آ جائے گا مگر اس میں ہمارا آدھا حصہ ہو گا۔"

شاہ بخارا نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے اس مبہم اشارے سے یہ مفہوم اخذ کیا تھا کہ آپ سیم وزر کے طلب گار ہوں گے۔ نتیجتاً وہ انتہائی قیمتی تحائف لے کر حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے لعل و جواہر اور دینا اور درہم سے بھرے طلائی اور نقرئی خوانوں کو دیکھا اور شاہ بخارا کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "یہ کیا ہے؟"

"آپ کا حصہ!" شاہ بخارا نے مسرت آمیز لہجے میں عرض کیا۔

"یہ تو میرا حصہ نہیں ہے۔" حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے قیمتی تحائف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"آپ ہی نے تو یہ شرط رکھی تھی کہ ولی عہد سلطنت میں آدھا حصہ آپ کا ہو گا۔" شاہ بخارا نے حیران ہو کر کہا۔

"شہزادہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لے کر آؤ۔" حضرت لال شہباز قلندرؒ نے فرمایا۔ "میں ولی عہد سلطنت سے اپنا حصہ وصول کر لوں گا۔"

شاہ بخارا اب بھی حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی بات سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ خانقاہ سے اٹھا اور شہزادے کو لے کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محبت سے بخارا کے ولی عہد سلطنت کو اپنی آغوش

میں لے لیا۔ کچھ دیر تک بہت غور سے شہزادے کو دیکھتے رہے پھر اپنی گدڑی (خرقے) میں چھپا لیا۔ شاہ بخارا اور اس کے وزراء دم بخود تھے۔

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ولی عہد سلطنت کو کچھ دیر تک اپنے سینے سے لگائے رہے۔ پھر خوبصورت شہزادے کو شاہ بخارا کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ ''اب تم جو چاہو کرو، ہم نے اپنا حصہ وصول کر لیا۔''

شاہ بخارا اور اس کے مصاحب ایک عارف کے رموز و کنایات کو کیا سمجھتے؟ وقت گزرتا رہا اور شہزادہ جوان ہو گیا۔ پھر شاہ بخارا کے انتقال کے بعد شہزادہ تخت نشیں ہوا۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ولی عہد کا نام ''ادھم'' رکھا تھا اور اب وہی شہزادہ سلطان ادھم کے نام سے بلخ اور بخارا پر حکومت کر رہا تھا۔ روایت ہے کہ سلطان ادھم نے کئی سال تک عدل و انصاف اور پاکبازی کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے عہد اقتدار میں بلخ و بخارا کے باشندے پُرسکون اور خوشگوار زندگی بسر کر رہے تھے۔ اچانک سلطان ادھم نے ایک دن اپنے وزراء اور امراء کو طلب کر کے کہا۔

''میرا دل اس فانی دنیا سے اُچاٹ ہو چکا ہے۔ اس لئے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔''

سلطان ادھم کی بات سن کر اراکین سلطنت پریشان ہو گئے۔ ''شہنشاہ! بلخ و بخارا کی عوام کسی دوسرے شخص کو امارت پر راضی نہیں ہوں گے۔ وہ آپ کے انتظامات اور انداز حکمرانی سے اس قدر مطمئن ہیں کہ کسی دوسرے فرمانروا کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''میں نے بہت چاہا کہ میں اس آواز کو نظر انداز کر کے دن رات تمہاری خدمت میں مشغول رہوں۔ مگر اب مجھے اپنے ارادوں پر کوئی اختیار نہیں رہا۔'' سلطان ادھم نے امرائے سلطنت کی درخواست کے جواب میں کہا۔ ''وہ آواز مجھے پیہم بلا رہی ہے۔''

''وہ کس کی آواز ہے جس نے شہنشاہ کے سکون کو منتشر کر دیا ہے؟'' وزراء اپنے فرمانروا کی گفتگو کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔

''تم اس آواز کو نہیں پہچان سکتے۔'' سلطان ادھم نے کہا۔ ''مجھے جانا ہی ہو گا اور

اس میں میری سلامتی ہے۔''

اس کے بعد سلطان ادھم اپنے چچازاد بھائی کے حق میں دستبردار ہو گیا۔ پھر اس نے درویشانہ لباس پہنا اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں بلخ و بخارا کی حدود سے نکل کھڑا ہوا۔ ظاہر پرستوں نے اسے بادشاہ کا دماغی خلل سمجھا...... مگر سلطان ادھم بہت دانا اور ذہین تھا۔ وہ اپنی دنیا فروخت کر کے آخرت خریدنا چاہتا تھا۔

پھر یوں ہوا کہ سلطان ادھم حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی جستجو میں دربدر بھٹکتا رہا۔ چہرہ موسم کی سختیوں سے جھلس گیا اور پاؤں آبلوں سے بھر گئے مگر بخارا کے بادشاہ نے ایک قلندر کی تلاش نہیں چھوڑی۔ آخر ایک دن وہ بامراد ہوا اور اس نے سیہون پہنچ کر اپنا سر نیاز حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر رکھ دیا۔

''سلطان! کیسے ہو؟'' حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دست مہربان والی بخارا کے سر پر رکھ دیا۔

''شیخ! بہت مضطرب ہوں۔ دل کی خلش چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔'' سلطان ادھم اپنے آنسوؤں سے قلندر کے پائے مبارک کو بھگوتا رہا۔

''اگر سلطانی چھوڑ کر فقیری مل جائے تو یہ بہت سستا سودا ہو گا۔'' حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

''شیخ! میں تو نجات کا طالب ہوں۔'' سلطان ادھم کی گریہ وزاری میں اضافہ ہو گیا تھا۔

''اس سے مانگتے رہو۔ نجات بھی مل جائے گی۔'' حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اس کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان ادھمؒ کو اپنے حلقہ بیعت میں شامل کر لیا۔ پھر طویل ریاضت و مجاہدات کے بعد پیر و مرشد کے حکم سے سلطان ادھمؒ خیر پور کی پہاڑی پر چلہ کش ہو گئے۔ آپ نے باقی عمر یہیں گزاری اور وفات کے بعد اسی مقام پر دفن کئے گئے۔ سلطان ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک آج بھی خیر پور سندھ میں مرجع خلائق ہر خاص و عام ہے۔

زنبیل اور ڈنڈا

صاحب کرامات ولی اللہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے۔ جونا گڑھ تشریف لائے تو مقامی باشندے ایک عجیب صورت حال سے دوچار تھے۔ دن میں ایک مقرر وقت پر ایک زنبیل اور ڈنڈا نمودار ہوتے تھے اور اس شہر کے رہنے والوں سے خیرات وصدقات وصول کرتے تھے۔ حیران کن بات یہ تھی کہ مانگنے والے کے ہاتھ نظر نہیں آتے تھے۔ بس ایک آواز سنائی دیتی تھی۔

"جسے جو کچھ دینا ہے، اس زنبیل میں ڈال دے۔"

مقامی آبادی خوش عقیدگی کے طور پر یا خوفزدہ ہو کر اس زنبیل میں حسب استطاعت رقم اور دوسری چیزیں ڈال دیا کرتے تھے۔ کہنے کو وہ ایک چھوٹا سا کاسہ تھا مگر اس میں بہت سا سامان سما جاتا تھا۔ پھر بھی کاسہ خالی رہتا تھا۔ اسی شہر (جونا گڑھ) میں ایک درویش بھی قیام پذیر تھے۔ جب ان بزرگ نے لوگوں کی زبانی یہ محیرالعقول واقعہ سنا تو انہیں اعتبار نہیں آیا۔ پھر اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تو حیران رہ گئے۔ روایت ہے اس درویش نے بہت کوشش کی مگر وہ زنبیل اور ڈنڈا اپنے کام میں مصروف رہے۔ بزرگ نے کئی بار نادیدہ شخص کو مخاطب کر کے کہا۔

"اگر تم کوئی بزرگ ہو تو سامنے کیوں نہیں آتے؟"

مگر جواب میں کوئی آواز نہیں اُبھری۔ زنبیل اور ڈنڈا حسب دستور گردش کرتے رہے اور مقامی باشندوں سے صدقات وخیرات وصول کرتے رہے اور اس پراسرار عمل کا خاص پہلو یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اس زنبیل میں کچھ ڈال دیتا تو اسے مالی یا کسی اور قسم کا فائدہ پہنچ جاتا......اور اگر کوئی شخص صدقہ دینے سے انکار کر دیتا تو اسے کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

جونا گڑھ میں رہنے والے درویش خود بھی روحانی قوتوں کے مالک تھے مگر وہ

زنبیل کی گردش کو روکنے سے قاصر رہے۔ ان بزرگ نے بارہا اپنے اوراد وظائف سے بھی کام لیا مگر زنبیل کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان ساری کوششوں کے بعد درویش کو ایک بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کوئی شیطانی خلل نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آیات قرآنی کی تلاوت کے سامنے کسی باطل شے کا ٹھہرنا ممکن نہیں ہے۔

قصہ مختصر! جونا گڑھ کے وہ بزرگ اس "زنبیل اور ڈنڈے" سے سخت پریشان تھے۔ اسی دوران حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس شہر میں تشریف لائے۔ درویش فوری طور پر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کر دیا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے درویش کی زبانی پورا واقعہ سننے کے بعد فرمایا۔

"اس فقیر کو اس جگہ لے چلو۔"

حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ شہر سے باہر مقیم تھے۔ درویش وقت کا انتظار کرتا رہا۔ پھر مقررہ وقت سے کچھ دیر پہلے درویش نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے اس محلے میں چلنے کی درخواست کی جہاں برسوں سے یہ پراسرار عمل جاری تھا۔ پھر جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک زنبیل اور ڈنڈا دروازے دروازے گردش کر رہے تھے اور لوگ انتہائی عقیدت کے ساتھ اپنی نذریں اس کاسے میں ڈالے رہے تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک دروازے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پھر جب وہ دونوں چیزیں گردش کرتی ہوئی حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئیں تو آپ نے اپنا دست مبارک بڑھایا۔ زنبیل اور ڈنڈا، دونوں خود بخود حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں آ گئے۔ درویش کے ساتھ محلے کے تمام لوگ بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے وہ دونوں چیزیں درویش کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا۔

"یہ ڈنڈا مجھے دے دو۔"

درویش نے حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے وہ "پراسرار" ڈنڈا

آپ کے حوالے کر دیا۔

پھر حضرت لعل شہباز قلندر ؒ نے درویش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "یہ زنبیل اپنے پاس رکھ لو اور آج سے تم زنبیل شاہ ہو۔ جو بھی تمہاری زنبیل سے کھائے گا، وہ فیضیاب ہوگا۔"

اس کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر ؒ جونا گڑھ سے سیہون تشریف لے آئے۔ آپ کی پیش گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔ جونا گڑھ کے ان بزرگ کا اصلی نام کوئی نہیں جانتا...... مگر "زنبیل شاہ" کے نام سے وہ آج بھی مشہور ہیں۔ روایت میں ہے کہ جب بھی کسی دیوانے شخص کے عزیز و اقارب زنبیل شاہؒ کے مزار پر جا کر دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس پاگل کو صحت عطا کر دیتا ہے...... اور یہ حضرت لعل شہباز قلندر ؒ کا فیض روحانی ہے۔ جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔

رمضان المبارک میں روٹی

ایک اور کرامت جس کا ذکر آپ کے عقیدت مند تواتر سے کرتے چلے آرہے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر ؒ روٹی پکا رہے تھے کہ اسی اثناء میں شہر کا قاضی اُدھر سے گزرا اس نے جب آپ کو روٹی پکاتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا، یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور آپ روٹی پکا رہے ہیں؟ آپ نے قاضی کی بات سنی تو اُسی وقت روٹی کو آگ میں دبا دیا اور خود اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ لیا مراقبے میں بیٹھ گئے۔ جب رمضان المبارک کا سارا مہینہ گزر گیا اور عید الفطر کا روز آ گیا تو قاضی ایک مرتبہ پھر آپ کے پاس سے گزرا اُس نے اسی طرح آپ کو عبادت میں مشغول دیکھا تو کہنے لگا یا حضرت! رمضان المبارک کا مہینہ تو اب ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے یکدم اپنا سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا، پھر تو اب ہماری روٹی بھی پک گئی ہوگی۔ اتنا کہتے ہی آپ نے آگ میں سے روٹی نکالی تو وہ اسی حالت میں تھی۔

بارانِ رحمت کا نزول

حضرت لعل شہباز قلندر ؒ کی یہ کرامت بھی عقیدت مندوں میں بہت مشہور ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ سیہون شریف میں صاحب کرامت ولی اللہ کے طور پر خوب جانے جاتے تھے بے شمار لوگ آپ کے عقیدت مندوں کی صف میں شامل تھے اور آپ سے فیض حاصل کرتے رہتے تھے۔ آپ لوگوں کی بھلائی اور انہیں راہِ حق پر گامزن کرنے کی غرض سے رات دن خدمت خلق میں مصروف رہتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سیہون شریف اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں اس قدر شدید قحط پڑا کہ لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے، کھانے کی کوئی چیز دُور دُور تک دکھائی نہ دیتی تھی بارشیں ہونا بند ہو گئیں، نہریں خشک ہو گئیں، جو پانی تھا وہ بھی زیر زمین چلا گیا کنوئیں سوکھ گئے پانی کا کہیں نام ونشان نظر نہ آتا تھا۔ اس قدر خوفناک قحط کی صورت پیدا ہو گئی تھی کہ زندہ بچنے کی کوئی اُمید دکھائی نہ دیتی تھی ہر کوئی پریشانی اور مصیبت میں مبتلا تھا۔ آخر کار علاقے کے سینکڑوں لوگ اکٹھے ہو کر آپ کی خانقاہ اقدس کے گرد جمع ہوئے اور آہ وزاری کرتے ہوئے دہائی دینے لگے۔

حضرت لعل شہباز قلندر ؒ نے لوگوں کو سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم سب لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور میرے پیچھے کھڑے ہو جاؤ، میں اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت کی دعا مانگتا ہوں تم سب باآواز بلند آمین کہتے جانا۔ لوگ فوراً اس کے لئے تیار ہو گئے اور گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے توبہ استغفار کی۔ پھر حضرت لعل شہباز قلندر ؒ کے پیچھے کھڑے ہو کر دعا کی غرض سے اپنے ہاتھ پھیلا دیے آپ نے بھی قبلہ رُو کھڑے ہو کر دعا کے لئے دست مبارک دراز کئے اور بارگاہِ الٰہی میں عاجزی وانکساری کے ساتھ دُعا مانگنا شروع کی اور کہا، اے میرے پروردگار! میں تیرا بڑا ہی مسکین اور عاجز بندہ ہوں گو میرے گناہ اس قدر زیادہ ہیں کہ تیرے حضور کھڑے ہوتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتا ہوں لیکن اے میرے پروردگار! میں تیرے ہی حکم کے مطابق تیری بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور اس مصیبت کی گھڑی میں تجھے پکارتا ہوں، اے

باری تعالیٰ! تو میرے گناہوں کی طرف نہ دیکھ، اپنی رحمت اور اپنے فضل وکرم سے ہم پر نگاہِ کرم فرما، یہ تیرے بندے، عاجز اور مسکین بندے میرے پاس مشکل حالات میں آئے ہیں، میں ان کو تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے تیرے حضور فریاد کرتا ہوں، اے اللہ! میری فریاد پر توجہ فرما، میری دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرما، اپنے بندوں کو اس قحط سے نجات عطا فرمادے، اپنے آسمانوں کو حکم فرمایا کہ وہ پانی برسائیں اپنی زمین کو حکم فرما کہ وہ رزق اُگائے اپنے چشموں، اپنے دریاؤں کو حکم فرما کہ وہ پانی سے بھر جائیں اپنے کنوؤں کو حکم فرما کہ وہ پانی سے اُبلنے لگیں۔ اے اللہ! ہر طرف ہریالی پیدا فرما، خوشحالی اور آسائش مہیا فرما، اے اللہ! ہم سب پر اپنا رحم وکرم نازل فرما، ہم سب کی دعا کو قبول فرما ہمیں اس قحط کے عذاب سے خلاصی عطا فرما، اے میرے پروردگار! ہم تجھے تیرے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دے کر عاجزی وانکساری کے ساتھ التجا کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے نظر نہ پھیر، ہم سے عذاب ٹال دے اپنا خصوصی فضل وکرم نازل کر اور بارانِ رحمت برسا، اے اللہ! تیرے یہ بندے قحط کی وجہ سے پریشان اور مصیبت میں مبتلا ہیں تو ہی ان کی مدد فرمانے والا ہے، تو ہی اس مصیبت سے باہر نکالنے والا ہے، اے میرے پروردگار! ہم بڑی اُمیدیں لے کر اپنے دامن پھیلائے دست دعا دراز کیے تیری بارگاہ میں حاضر ہیں ہم پر اپنا فضل وکرم نازل فرمادے تجھے تیری رحیمی اور کریمی کا واسطہ دیتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ تو ہماری دعا کو رد نہیں فرمائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ ابھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگ کر اپنے حجرہ مبارک میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور بارانِ رحمت نازل فرمائی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں میں شامل کر رکھا تھا، آپ مستجاب الدعوات تھے یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کے پاس دعا کرانے کے لئے آتے اور آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ان کے حق میں دعا فرماتے، اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو رد نہ فرماتا۔ اب بھی قحط کے ستائے ہوئے لوگ آپ ہی کے پاس فریاد لے کر آئے تھے۔ آپ کے دعا مانگنے سے خوب بارش برسنا شروع ہوگئی چشموں میں پانی جاری ہوگیا، جو کنویں خشک

ہو چکے تھے وہ پانی سے بھر گئے ہر طرف جل تھل ہوگئی، کھیتیاں سیراب ہوگئیں، لوگوں کو وافر پانی میسر آگیا، جانداروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، ہر کوئی خوشی ومسرت سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کے طفیل لوگوں کو قحط کے عذاب سے نجات دے دی اُن پر خوشحالی اور شادابی کے دروازے کھول دیے لوگوں نے اس خوشی کا بھرپور اظہار کیا۔ کھانے پکائے گئے جو غرباء اور مساکین میں تقسیم کیے گئے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی ایک محفل منعقد کی جو رات گئے تک جاری رہی اس میں لوگوں نے مل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب دُرود وسلام پیش کیا۔

مسواک کا درخت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت بھی کافی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنی خانقاہ اقدس کے صحن میں بیٹھ کر وضو فرما رہے تھے اس جگہ پر کافی دھوپ تھی اور کوئی سایہ نہ تھا دھوپ کی تپش کو دیکھتے ہوئے آپ کے چند مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت! ہم اس جگہ پر ایک سایہ دار درخت لگائیں گے تاکہ کچھ مدت کے بعد یہاں پر سایہ ہو جائے اور اس درخت کے سائے میں بیٹھ کر لوگوں کو راحت ہو۔ آپ جب وضو سے فارغ ہوگئے تو اپنے ایک عقیدت مند کو اپنی مسواک دیتے ہوئے فرمایا، اس مسواک کو اسی جگہ پر زمین میں تھوڑی سی دبا کر کھڑی کر دو۔ عقیدت مند نے آپ کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے مسواک کو زمین میں لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ اگلے ہی دن اس مسواک میں ہری شاخیں نمودار ہوگئیں اور چند دنوں میں دیکھتے ہی دیکھتے یہ چھوٹی سی مسواک ایک درخت کی شکل اختیار کر گئی اور ایک سایہ دار درخت بن گیا۔

کہا جاتا ہے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب تک حیات ظاہری کے ساتھ اس دنیا میں موجود رہے اس درخت کی نشوونما ہوتی رہی اور یہ درخت بڑھتا اور پھیلتا رہا۔ لوگ اس درخت کے سایہ سے مستفید ہوتے رہے جس دن آپ کا وصال ہوا تو درخت نے

خود بخود سوکھنا شروع کر دیا، لوگوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح درخت ہرا بھرا رہے، اس کی جڑوں میں پانی ڈالتے رہے لیکن سب کچھ بے سود ہی رہا۔ درخت مسلسل سوکھتا رہا اور چند دنوں میں اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ اس درخت کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب تک وہ درخت موجود رہا کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کس چیز کا درخت ہے اس درخت پر سوائے گھنی شاخوں اور ہر بھرے پتوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا نہ اس درخت پر پھول لگتے تھے اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا پھل لگتا تھا۔

آسیب کے اثرات کا خاتمہ

آپ کی یہ کرامت بھی بہت مشہور ہے کہ اگر کسی آسیب زدہ کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا تھا آپ اُس کے نزدیک جا کر بلند آواز سے اُس مریض کا نام لیتے تھے اور پھر چند منٹوں کے لئے اپنی نظریں آسیب زدہ پر جما دیا کرتے تھے۔ تھوڑی دیر تک اسی طرح اپنی نگاہیں مریض پر گاڑے رکھتے حتیٰ کہ مریض بے ہوش ہو کر گر جاتا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ مریض آسیب کے اثر سے چھوٹ گیا ہے۔ اس کے بعد آپ مریض کے لواحقین سے فرماتے کہ اس کو بکری کا دودھ پلایا جائے جب مریض کو بکری کا دودھ پلایا جاتا تو مریض کو ایسے محسوس ہوتا کہ جیسے گویا اس پر کبھی آسیب کا اثر ہوا ہی نہ تھا۔ وہ تندرست حالت میں خوش و خرم آپ کی خانقاہ اقدس سے واپس جاتا۔ اس طرح کے لاتعداد مریضوں کو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نظرِ عنایت سے ٹھیک کیا۔ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی اس کرامت کا اثر جاری و ساری ہے۔ آج بھی اگر کوئی آسیب زدہ آپ کی درگاہ شریف پر چند یوم قیام کر کے آپ کے وسیلہ جمیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا مانگے تو بفضل باری تعالیٰ اُسے شفائے کاملہ نصیب ہوتی ہے آسیب کا اثر اُس سے جاتا رہتا ہے اور وہ مکمل طور پر ٹھیک ہو جاتا ہے۔

مریضوں کی شفایابی

آپ کی یہ کرامت بھی بہت مشہور ہے کہ جو کوئی بھی مریض آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اُس قطعاً مایوسی کا سامنا نہ کرنا پڑتا وہ آپ کی دعا کے طفیل بفضل باری تعالیٰ صحت یاب ہو کر واپس جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ جب کسی مریض کو آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ اُس پر اپنی نظریں جما دیتے اور پھر فرماتے، اے مرض! میں تجھے اللہ تعالیٰ کے پاک نام کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس کے پاس سے چلا جا۔ آپ جب یہ کہتے تو فوراً ہی مریض میں تندرستی کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جاتے اور مریض افاقہ محسوس کرنے لگتا۔ اس کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ قرآن حکیم کی چند آیات مبارکہ تلاوت فرماتے اور پانی پر دم کر کے فرماتے کہ یہ پانی مریض کو پلاؤ اور مریض کی آنکھوں پر لگاؤ۔ مریض کے لواحقین آپ کی نصیحت کے مطابق عمل کرتے اس طرح مریض صحت یاب ہو جاتا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پر دم کرتے ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھتے، ایک ایک مرتبہ سورۃ فلق اور سورۃ والناس پڑھتے، اس کے بعد ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھتے پھر خلفائے راشدین کے ناموں کے وسیلہ جمیلہ سے مریض کی شفایابی کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرماتے، آپ کی دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی اور ہر طرح کا مریض صحت یاب ہو جاتا اُس کی بیماری مکمل طور پر جاتی رہتی۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد بھی آپ کی درگاہِ شریف سے یہ فیض جاری و ساری ہے۔ اب بھی جو مریض شفا حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی درگاہِ اقدس پر آتا ہے اور آپ کو ایصال ثواب پہنچانے کے بعد ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ ایک ایک مرتبہ سورۃ فلق اور سورۃ والناس اور ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر چاروں خلفائے راشدین کے وسیلہ جمیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو بفضل باری تعالیٰ اُس کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور پروردگارِ عالم اُسے شفائے کاملہ عطا فرماتا ہے۔

پرندوں کی حاضری

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں انسانوں کے علاوہ پرندے بھی حاضری دیا کرتے تھے اور آپ کے مہمان ہوا کرتے تھے آپ کی خانقاہ عالیہ کے ساتھ ہی ایک ٹوٹی ہوئی دیوار تھی جس پر صبح شام ہزاروں پرندے دُور دراز سے آ کر بیٹھ جاتے تھے ہر ایک پرندہ اپنی اپنی بولی بول رہا ہوتا تھا۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ان کے خورد و نوش کا انتظام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے آپ ہر روز صبح و شام ان پرندوں کو دانہ ڈالتے تھے اس دوران بہت سے پرندے دیوار سے اُڑ کر آپ کے جسم پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جب آپ زمین پر دانہ کو ڈال دیتے تو وہ تمام پرندے دانہ کھانے میں مشغول ہو جاتے تھے ساری زندگی پرندوں کی یہ مہمان نوازی آپ کا معمول رہی اور اس میں کسی قسم کا کوئی فرق نہ آیا۔

گمشدہ لڑکے کی بازیابی

یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ جن دنوں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ گرنار میں مقیم تھے، آپ کے گرد حاجت مندوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ یہ زمانے بھر کے ستائے ہوئے، بیمار اور مفلس انسان تھے جنہیں حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے تسکین آمیز کلمات جینے کا حوصلہ دیتے تھے۔ گرنار میں ایک دل گرفتہ شخص بھی رہتا تھا جس کا جوان لڑکا گم ہو گیا تھا۔ بیٹے کی جدائی میں ایک شخص کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ دن رات روتا رہتا تھا۔ عزیز و اقارب اور یار دوست اسے صبر کی تلقین کے ساتھ بیٹے کی موت کا یقین دلانے کی کوشش بھی کرتے تھے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ضرور لوٹ کر آتا۔ یا تو کسی شخص نے اسے قتل کر دیا ہو گا یا پھر جنگلی جانور کھا گئے ہوں گے۔ غرض جتنے منہ تھے، اتنی باتیں۔ غمزدہ باپ بیٹے کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا لیکن پھر بھی کبھی کبھی اُمید کی ایک لہر اُٹھتی تھی اور وہ اپنی بیوی سے کہتا تھا۔

"میرا بیٹا زندہ ہے۔ تم دیکھ لینا کہ ایک دن وہ آئے گا اور زندہ در گور باپ کے

سینے پر سر رکھ دے گا اور ہمارے تاریک مکانوں میں خوشیوں کے چراغ جل اٹھیں گے۔"

شکستہ ماں کیا جواب دیتی؟ اس کی حالت تو شوہر سے بھی بدتر تھی۔ بس خاموش نظروں سے اپنے شریک زندگی کی طرف دیکھتی اور آنسو بہانے لگتی۔

پھر جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ گرنار تشریف لائے اور آپ کے کمالات روحانی کی شہرت عام ہوئی تو ایک دن اس شخص کے دوست نے کہا۔ "تم بھی اپنے گم شدہ بیٹے کی بازیابی کے لئے دعا کرالو۔ بہت سے لوگ اس مرد خدا کی دعاؤں سے فیضاب ہو چکے ہیں۔"

غمزدہ باپ کو یوں محسوس ہوا جیسے حق تعالیٰ نے اس کی مدد کے لئے ان بزرگ کو گرنار بھیجا ہے۔ پھر وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو زار و قطار رو رہا تھا۔ "شیخ! میرا بیٹا مجھے دیدو۔"

"تیرے بیٹے کو کیا ہوا ہے؟" حضرت لعل شہباز نے غمزدہ باپ کو اپنے قریب بٹھایا اور نہایت شفقت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"اگر میں جانتا تو آپ کے پاس کیوں حاضر ہوتا۔" شکستہ دل باپ نے عرض کیا۔ "زمانے ہو گئے۔ ایک دن وہ گھر سے گیا تو لوٹ کر نہیں آیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا مگر میرا دل کبھی کبھی گواہی دیتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر کے لئے سکوت اختیار کیا۔ پھر فرمایا۔ "تیرے دل کی گواہی سچی ہے۔ وہ زندہ ہے اور بہت اچھے حالوں میں ہے۔"

یہ نوید جاں فزا سن کر فراق کی آگ میں جلنے والے باپ کو سکتہ سا ہو گیا۔ پھر جب اچانک ملنے والی خوشی کی تند و تیز لہر کا اثر کچھ کم ہوا تو اس نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پکڑ لئے۔ "شیخ! اس بدنصیب باپ پر رحم کرو۔ اب مجھے تاب جدائی نہیں۔"

"تو بدنصیب نہیں۔ ایک خوش قسمت باپ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر! حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"اب تو اس راحت جاں کو دیکھ کر ہی اللہ کا شکر ادا کروں گا۔" بیٹے کی زندگی کی

خبرسن کر وہ شخص پہلے سے زیادہ مضطرب ہو گیا تھا۔ ''وہ کب آئے گا میرے پاس؟''

''وہ خود نہیں آئے گا۔ اسے جا کر لانا پڑے گا۔'' حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

پھر دوسرے دن حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کو لے کر روانہ ہوئے۔ پورے دن چلتے رہے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی اور آپ نے ایک گھنے جنگل میں قیام فرمایا۔ وہ شخص تھک کر چور ہو چکا تھا مگر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک پر تھکن کے ہلکے سے آثار تک نہیں تھے۔

''شیخ! اب مجھ سے چلا نہیں جاتا۔'' اس شخص نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

''چلو گے نہیں تو منزل تک کس طرح پہنچو گے؟ بس اب تم سکون سے سو جاؤ۔ انشاء اللہ! صبح تمہیں تمہاری مراد مل جائے گی۔'' یہ کہہ کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں مشغول ہو گئے اور وہ شخص کچھ سنسان جگہ کی وجہ سے اور کچھ بیٹے سے ملاقات کے شوق میں رات بھر نہیں سو سکا۔

پھر صبح ہوئی تو حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا سفر دوبارہ شروع ہو گیا...... مگر یہ سفر زیادہ طویل نہیں تھا جنگل کے آخری کنارے پر ایک جھونپڑی نظر آئی۔ وہاں کچھ لوگ نظر آئے جو اپنے لباس سے خانہ بدوش دکھائی دیتے تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی وہ خانہ بدوش باادب کھڑے ہو گئے۔

حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے غمزدہ باپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''تم یہیں ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں۔'' یہ کہہ کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جھونپڑی میں داخل ہو گئے۔ دراصل وہ جھونپڑی ایک خانقاہ تھی جہاں سات درویش مراقبے میں مشغول تھے...... اور جو خانہ بدوش باہر بیٹھے تھے، وہ ان درویشوں کے خدمت گار تھے۔

جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جھونپڑی میں داخل ہوئے تو ساتوں درویش استغراق کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ان درویشوں کے قریب پہنچے اور پھر آپ نے ایک درویش کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے

فرمایا۔

''تم یہاں سکون سے بیٹھے ہوئے ہو اور کوئی تمہاری جدائی کی آگ میں جل کر راکھ ہوا جا رہا ہے۔''

حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں بڑا جلال تھا۔ نوجوان درویش نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی آواز سن کر دوسرے درویش بھی ہوشیار ہو گئے تھے۔ ایک قلندر کو اپنے سامنے پا کر سارے درویش احتراماً کھڑے ہو گئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنی دعاؤں سے فیضیاب کیا اور نوجوان درویش کو اپنے ساتھ لے کر جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔

نوجوان درویش نے باپ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔

''تمہارا بیٹا گم نہیں ہوا تھا۔'' حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس باپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جسے آپ کے طفیل اس کی کھوئی ہوئی دولت مل گئی تھی۔ ''یہ دنیا کے قابل نہیں اور دنیا اس کے لائق نہیں ہے۔''

''میرا بے قرار دل سکون پا گیا اور پیاسی آنکھیں سیراب ہو گئیں۔'' اس شخص نے حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر میرا بیٹا دنیا کے قابل نہیں ہے تو پھر آپ اسے اپنے قدموں میں جگہ دیجئے۔''

پھر وہ نوجوان درویش ماں باپ کی اجازت سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشغول ہو گیا اور ایک دن منصب ولایت پر فائز ہوا۔ لاتعداد طالبان حق اس کے فیض سے مستفید ہوئے۔

بعد از وصال کرامت

اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی ظاہری حیات طیبہ میں مخلوق خدا کو فیض

پہنچاتے ہیں اور وصال کے بعد بھی ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی چونکہ اللہ رب العزت کے مستجاب الدعوات بندے تھے اس لئے آپ کا روحانی فیض آپ کے وصال کے بعد بھی جاری وساری رہا اور تا قیامت جاری رہے گا۔ آپ کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہوئے ''مآثر الکرام'' کے مؤلف میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی ذات کے حوالے سے ایک نہایت اہم واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ''راقم الحروف ربیع الاول 1143ء کی دس تاریخ کو سیوستان (سیہون شریف) پہنچا تو میر سید محمد خان نے بخشی گری اور وقائع نگاری کی خدمت میرے سپرد کی اور خود بلگرام کی طرف روانگی اختیار کی۔ ابھی ان کو گئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ میری ملازمت ختم ہوگئی۔ جس کا کوئی ظاہری سبب موجود نہیں تھا۔ اس بات کا مجھے بہت زیادہ صدمہ ہوا اور میں رات دن پریشان رہنے لگا۔ ملازمت کی بحالی کے سلسلے میں ذاتی طور پر تمام تعلقات آزما لیے مگر کوئی بھی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر ایک رات دل پر یہی بوجھ لئے سو گیا۔ اچانک میں نے خواب میں دیکھا کہ میں شہر کی ایک گلی میں سے گزر رہا ہوں پھر مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے یہ گلی ختم ہوگئی ہے اور آگے راستہ بند ہے۔ میں کچھ سوچتے ہوئے رُک گیا یکا یک سامنے ایک شخص آتے ہوئے دکھائی دیا وہ اجنبی شخص جب میرے نزدیک پہنچا تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ گلی آگے سے بند ہے یا آگے بھی جاتی ہے؟ اس شخص نے عربی زبان میں مجھے جواب دیا۔ آگے چلے جاؤ وہاں پر تمہیں کچھ لوگ ملیں گے۔ اس پر میں آگے بڑھ گیا۔

میں جھجکتا ہوا آگے بڑھا ابھی چند قدموں کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ مجھے ایک جگہ تین بزرگ بیٹھے ہوئے دکھائی دیے ان بزرگوں کی وضع قطع سندھیوں کی طرح تھی میں جب ان کے قریب پہنچا تو ان کو سلام کیا اور ایک بزرگ کے سامنے دو زانو ہو کر مؤدب بیٹھ گیا یہ بزرگ ان دونوں بزرگوں کے مرشد تھے انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور پھر پوچھا کہ کیسے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ شیخ! میں ایک پریشانی میں مبتلا ہوں۔ میری سرکاری نوکری ختم کر دی گئی ہے میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ اپنے عہدے پر بحال کر دیا جاؤں۔ میری بات سن کر بزرگ مراقبے میں چلے گئے اور پورے ایک پہر کے بعد انہوں نے اپنا سر اُٹھایا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، تمہیں تمہاری کھوئی ہوئی ملازمت مل جائے گی۔

بزرگ کی زبان سے اس خوشخبری کو سن کر میں کچھ بے قرار سا ہو گیا اور میں نے حیرت زدہ ہو کر عرض کیا، کیا واقعی ایسا ہی ہوگا؟ بزرگ نے فرمایا، میں کہہ تو رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں بے چینی سے اس دن کا انتظار کرنے لگا۔ آخر ایک برس بعد میری ملازمت پر بحالی ہوئی اور خواب میں بزرگ نے جو بات کہی تھی وہ درست ثابت ہوئی بعد میں مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے بشارت دینے والے بزرگ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تھے اور پورے ایک پہر کا مراقبہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مجھے اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے ایک برس کا عرصہ درکار ہوگا۔

وصالِ مبارک

قلندرِ بے مثل، عارفِ بے بدل، تارکِ مملکتِ دنیا، مقربِ بارگاہِ رب العالمین، صاحبِ طریقت، مقبولِ زمانہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدت تک سیہون شریف میں قیام فرما کر راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ اسلام کی تبلیغ اور انسانوں کی ہدایت کے لئے سندھ کے علاوہ برصغیر کے دور دراز علاقوں میں تشریف لئے گئے۔ بے شمار لوگ آپ کے فیض سے مستفیض ہوئے۔ لاتعداد لوگوں کو منزلِ حقیقی کی راہ مل گئی۔ آپ نے لوگوں کو اسلام کا پیغامِ امن دیا جو لوگ مدتوں سے خاندانی جھگڑوں کی بناء پر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ آپ کی تعلیم سے آپس میں ایسے شیر و شکر ہو گئے کہ جیسے اُن کے مابین کبھی کوئی رنجش ہی نہ تھی۔ یوں تو آپ کی بارگاہِ اقدس میں رہ کر بہت سے لوگ طالبانِ حق کے گروہ میں شامل تھے لیکن خاص طور پر جو حضرات آپ کی خصوصی نظرِ کرم سے مستفیض ہوئے اُن میں عبداللہ شاہ ابدال، سید عبدالوہاب، سید میر کلاں، سکندر بودلہ بہار اور سید علی سرمست رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بہت زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

تاریخ کے اوراق میں رقم ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے وصالِ مبارک کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے وصال سے پہلے اپنے طالبوں کو قلندری طریقت کے

بارے میں ہدایات دیں اور اپنی تدفین کے مقام کے بارے میں بھی بتایا۔اس کے بعد آپ مراقبہ میں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مگن ہو گئے ۔مراقبہ ہی کی حالت میں آپ وصال فرما گئے ۔آپ کو غسل دینے کے بعد اُسی جگہ پر دفن کر دیا گیا جس جگہ کی نشاندہی آپ نے اپنے وصال سے قبل فرمادی تھی ۔آپ کے غسل کی جگہ آپ کی خانقاہ اقدس کے مغرب میں واقع ہے۔آپ کا وصال مبارک 21 شعبان 673ھ میں ہوا۔

آپ کے وصال مبارک کے بارے میں مؤرخین نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ پر ایسی حالت طاری رہنے لگی کہ جب نماز کا وقت آتا تو آپ کو ہوش آجاتا اور آپ نماز کی ادائیگی فرماتے ،اس کے علاوہ آپ کو کسی بات کا ہوش نہیں رہتا تھا۔روایات میں آتا ہے کہ جس دن آپ کا وصال ہوا اُس روز آپ مکمل طور پر ہوش میں آگئے اور درگاہ شریف میں موجود فقراء سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھادو آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی آپ بغیر کسی سہارے کے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے میرا کوئی ساتھی نہیں ہے، میرا عمل کیا میرا ساتھ دے گا، میرا سب سے بڑا سہارا تو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے۔ اب میرے ساتھی اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضور سرورِ کائنات ﷺ اور اُن کے وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کے لئے میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے تمام صحابی ستاروں کی مانند ہیں جو بھی ان میں سے کسی کی پیروی کرے گا وہ ہدایت پا جائے گا۔اور خاص طور پر وہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے ۔یعنی جنہیں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کہا جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلمات اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے اور پھر چند لمحے سکوت فرمانے کے بعد اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور دونوں ہاتھ دعا کے لئے دراز فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے اللہ میں تیرا گنہگار بندہ محمد عثمان تیری رحمت کا طلب گار ہوں مجھے اپنے رحمت کے سائے میں پناہ عطا فرما تا کہ مجھے اُس عذاب سے خلاصی مل جائے جو تو نے اپنے گنگار بندوں کے لئے تیار رکھا ہے۔اے اللہ! میں نے اپنی زندگی میں اس بات کی بھرپور کوشش کی ہے کہ تیرے پسندیدہ دین اسلام کو پھیلاؤں۔اے میرے پروردگار! اگر میری اس کوشش میں کوئی کمی رہ

گئی ہو تو مجھے معافی عطا فرمانا۔اے اللہ! میری ہر لغزش معاف فرمادے اور میری اس دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرمادے۔اے پروردگارِ عالم! اپنے دین کو سرفرازی عطا فرما اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کو اپنے دوستوں کی جماعت میں شامل فرما۔اے میرے اللہ! تیرے جو بندے تیرے پیارے محبوب ﷺ سے سچی محبت کریں، تیرے برگزیدہ بندوں میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقوں کی پیروی کریں اور حق کے راستہ پر گامزن رہیں تو تو اُن کو دنیا اور آخرت میں اپنا دوست بنانا اور ان کے درجات میں بلندی عطا فرمانا۔یہ دعا مانگنے کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک جو دعا کے لئے آپ نے دراز فرمائے تھے بستر پر گر پڑے، آپ کا جسم مبارک سیدھا ہو گیا آپ کی زبان مبارک سے کلمہ طیبہ جاری ہو گیا اور آپ کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے وصال فرما گئے۔

مقبرہ کی عمارات کی تعمیر

عارف بے بدل ،قلندر وقت حضرت سید عثمان مروندی المعروف حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ مبارک کی عمارت کی تعمیر مختلف اوقات میں آپ کے عقیدت مندوں نے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے نہایت خوبصورت انداز میں کی آپ کے عقیدت مندوں میں عام مسلمانوں کے علاوہ حاکم وقت بھی شامل تھے ان دولت مند حاکموں نے عمارت کی خوبصورتی اور تزئین وآرائش میں دل کھول کر اپنی عقیدت کے پھول بکھیرے۔

پہلی تعمیر

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کی عمارت نہایت خوبصورت اور عالی شان ہے آپ کے مقبرہ پر نصب کتبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مقبرہ کی عمارت سب سے پہلے فیروز شاہ کے دورِ حکومت میں سیوستان کے ایک نیک دل حاکم ملک اختیار الدین نے ۷ رجب ۷۵۷ھ کو بڑی عقیدت واحترام سے تعمیر کروائی تھی ملک اختیار

الدین حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور آپ کے معتقد تھے مقبرہ کی یہ عمارت چھ گنبدوں پر مشتمل تھی اس پر ایک کتبہ بھی نصب کیا گیا جس پر عمارت کی تعمیر کے حوالے سے اشعار کندہ ہیں ذیل میں کتبہ پر کندہ اشعار ترجمہ کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

بعہد دولتِ فیر وزشہ سلطان دین پر ور
کہ خاک در گہش سازند شاہان جہاں افسر
ازاں گاہے کہ برتخت شہنشاہی نشست ایں شہ
سراسر گشت از گیتی شعاع دولتش انور
عمارت شد مقام شیخ عثمان پیر مروندی
ولی اللہ کہ اوباز سفید بحر بود پر
اگرچہ اولیاء اندر زمان شیخ بس بودند
ولیکن در کرامت بود اواز ہمکنار برتر
چہ زیبا بارگاہی شدبہ ہفت طاق شش گنبد
کہ رنگ نہ فلک گشتہ زرشک بام اواخضر
بروز ہفتم از ماہ رجب ملہی شدایں روضہ
بسال ہفت صد پنجاہ ہفت از ہجرت مہتر
بنائش کرد والی اختیار الدین ملک اوشد
کہ تابود است سیوستان بنو وہ است ایں چنی والی
سخی ومشفق مکرم تقی پاک دین پرور
امید آں ہست می باید خزائی ایں چنیں خیری
ہزاراں قصر درجنت بفضل ایزد اکبر!

ترجمہ: فیروز شاہ جو کہ بڑا دین پر ور سلطان تھا اس کے عہد حکمت میں روضہ مبارک تعمیر کیا گیا جب وہ بادشاہ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا تو اس کے اقتدار کی کرنیں

ساری دنیا میں پھیل گئیں شیخ عثمان مروندی کے روضہ مبارک کی عمارت جو کہ اللہ تعالیٰ کا ولی تھا خوبصورت سفید پتھروں سے تعمیر کی گئی ہے آپ کی بارگاہ کو ریشم سے لپیٹا گیا اور چھ خوبصورت گنبد اور سات دروازے بنائے گئے کہ اس کی رنگت اوپر تک سبز تھی۔ گو ان کے زمانہ میں بہت سے اولیاء کرام تھے مگر ان کی کرامت سب سے زیادہ تھی یہ مقبرہ ماہ رجب کی ساتھ تاریخ کو تیار ہوا اور وہ سن سات سو ستاون ہجری کا تھا اس روضہ مبارک کو حاکم ملک اختیار الدین نے تعمیر کرایا۔ بلاشک وشبہ وہ انصاف پسند اور ثانی سکندر حکمران تھا وہ جب سیوستان کا حاکم تھا اس کی سخاوت، زہد وتقویٰ، شفقت، کرم نوازی ور دین پروری بڑی مشہور تھی ان کو اللہ تعالیٰ ضرور اس کار خیر کے بدلے جزا سے نوازے گا۔

عقیدت مندوں کی عقیدت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کی عمارت جب تعمیر ہوگئی تو سات ماہ گزرنے کے بعد، صفر ۷۵۸ھ ہو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے خادم اور وزیر کے مزار مبارک پر بھی ایک گنبد بنوایا گیا یہ وزیر حضرت سید سرمست علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں مزار پر ایک کتبہ نصب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گنبد بغداد میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ حضرت علاؤ الحق علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بنوایا تھا کتبہ پر جو اشعار کندہ ہیں اُن سے بنانے والے کا نام اور تاریخ کا پتہ چلتا ہے کہ یہ گنبد بھی نہایت خوبصورت اور عالی شان بنایا گیا جو فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے کتبہ پر کندہ اشعار اس طرح سے ہیں:۔

شد بنا ایں گنبد عالی بعہد شہریار
شاہ فیروز آنکہ بگرفتہ ست گبراں زوقرار
می سزد گر بندہ درگاہ آں گیتی پناہ
کو کند در سرفرازی برسلاطین افتخار
بر سر قبر ولی اللہ علاؤ الحق علی
بود از بغداد اندر صفت پاکاں شہسوار

ہفتم از ماہ صفراں شدایں مرقد بسال
ہفت صد پنجاہ ہفت از ہجرت احمد شمار
بس بزرگ وبا کرامت ہست ایں پیر عزیز
ہرزماں باد بقبرش رحمتہ ایزد نثار
کرد بنیادش ملک ارشد کہ دور عہد ہا
ہفت اندر عدل وبزل خاں خاں نامدار
چونکہ ذات او در ایں شہر سیوستان آمدہ
تازہ از سرگشت کلا بند بدل نوبہار

ترجمہ: یہ مرقد مبارک شہریار کے عہد حکومت میں تعمیر کیا گیا اور یہ تمام سلطان شاہ فیروز کے حکم پر ہوا اس نے یہ مقبرہ تعمیر کرا کر حکمرانوں میں بلند مقام حاصل کیا بے شک اللہ تعالیٰ کے ولی کے مزار کی تعمیر بغداد کے نیک سیرت حکمران کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ یہ مزار مبارک ۷ صفر ۷۵۸ھ کو تیار ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس بلند مرتبہ انسان کے مزار مبارک کا نگہبان رہے بادشاہ نے اپنے دور حکومت میں یہ مقبرہ تعمیر کروا کر بڑا اچھا کام کیا ہے۔

عمارت کی تاریخ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے وزیر حضرت سید علی سرمست کے مزار مبارک کے شمال کی طرف درگاہ شریف کے مغربی زینہ کی کھڑکی کے جنوب میں ایک دیوار پر تین حصوں میں کتبہ نصب ہے جو کہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے ان میں سے ایک پر مزار مبارک کی عمارت کی تاریخ لکھی ہوئی ہے جو ملک اختیار الدین دور حکومت کی ہے دوسرے پتھر پر سید علی سرمست کے مزار مبارک کی تاریخ ہے کتبہ کے اشعار اس طرح سے ہیں:

چوں در عہد سلطان فیروز مرحوم
روضہ قدیم حضرت مخدوم بنا شدہ بود ایں

دو سنگ تاریخ نوشتہ دراں نصب کردوہ بودند آخر گنبد کلاں
در عہد مرزا جانی بیگ ترخان بنایا فتہ ایں
سنگ ہائے برہم افتادہ بودند فی الحال ایں
فقیر سید بھورہ عرف دیندار خاں باشد
درعہد دولت حضرت صاحب قرآن ثانی صحن روضہ ترتیب دادہ
دو سبھ تیار ساخت ایں دو سنگ راہم
در دیدار خانقاہ نہادتا یادگار سلاطین گذشتہ می باشد

ترجمہ: حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ مبارک سلطان فیروز شاہ کے دور حکومت میں مکمل ہوا آخر گنبدوں پر دو پتھر نصب کیے گئے اس کی تاریخ سنگی پتھر پر لکھوائی گئی اس کے بعد مرزا جانی بیگ کے دور میں جب بڑا گنبد بنوایا گیا تو یہ فیروز خانی کتبہ والا پتھر گر گیا جب اس فقیر سید بھورہ عرف دیندار خان نے شاہجہان بادشاہ کے دور حکومت میں مقبرہ کا صحن بنوایا تو ان پتھروں کو خانقاہ کی دیوار میں نصب کروادیا تاکہ پچھلے حکمرانوں کی یادگاریں قائم رہیں۔

مختلف ادوار میں تعمیر نو

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کی عمارت کی تعمیر و مرمت کا کام مختلف حکمرانوں کے ادوار میں ہوتا رہا اس کی تزئین اور آرائش ہر کوئی بڑی عقیدت و محبت سے کرتا رہا ترخان خاندان کے حاکم مرزا جانی بیگ نے اپنے عہد حکومت میں آپ کے مقبرہ کی عمارت کی تعمیر نو کروائی یہ ترخان خاندان کا آخری حکمران تھا اس نے مقبرہ کی نئی تعمیر میں جدت پیدا کرتے ہوئے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کیا تعمیر کے دوران جس عقیدت محبت کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ تھا اُس نے پہلے سے تعمیر شدہ مقبرہ کی عمارت کے نقشہ میں ترمیم کرتے ہوئے اس میں مزید خوبصورتی قائم کی تعمیر کے دوران وہ مسلسل خود اس کی نگرانی کرتا رہتا تھا یہ اس کی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا اظہار تھا یہ مغل بادشاہ

جلال الدین محمد اکبر کا دورِ حکومت تھا مرزا جانی بیگ نہایت عقل مند اور دانا حکمران تھا نیک سیرت اور اولیاء کرام کا قدر دان تھا جب ۹۹۹ھ میں عبدالرحیم خانخاناں نے مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے حکم سے سندھ پر حملہ کیا تو ترخانی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

اب سندھ مغلیہ حکومت کا ایک صوبہ بنادیا گیا چونکہ مرزا جانی بیگ ٹھٹھہ میں تخت نشین ہوئے تھے اس لئے جب عبدالرحیم خانخاناں ٹھٹھہ پہنچا تو اس پر بھی قبضہ کرنے کے بعد وہ مرزا جانی بیگ کو اپنے ہمراہ دہلی لے گیا عبدالرحیم خانخاناں نے اکبر بادشاہ سے مرزا جانی بیگ کی سفارش کی اس پر اکبر بادشاہ نے مرزا جانی بیگ کو حکم دیا کہ وہ چند دنوں تک ہمارے ساتھ رہیں اس کے بعد اپنے وطن واپس چلے جائیں چنانچہ اس طرح مرزا جانی بیگ اکبر بادشاہ کے ساتھ تقریباً آٹھ برس تک رہا۔ یہ ۱۰۰۹ھ کا واقعہ ہے کہ اکبر بادشاہ نے اپنی فوجوں کے ساتھ قلعہ اسیر پر چڑھائی کردی مرزا جانی بیگ بھی اکبر بادشاہ کے ہمراہ تھا اُس قلعہ کا حاکم بہادر خان تھا اُس نے پہلے تو مقابلہ کیا لیکن جب اُسے شکست ہوتی ہوئی دکھائی دینے لگی تو اُس نے صلح کا پیغام بھیجا اس طرح اُس نے اکبر بادشاہ سے صلح کرلی اس صلح پر مرزا جانی بیگ بڑا حیران ہوا اُس نے کسی سے یہ بات کہہ دی کہ بہادر خان کیسا بزدل آدمی ہے جو اس قدر مضبوط قلعہ رکھنے کے باوجود اکبر بادشاہ سے صلح کر رہا ہے اگر میرے پاس سندھ میں اس طرح کا مضبوط قلعہ ہوتا تو میں سو سال تک اکبر کی فوجوں کو ناکوں چنے چبواتا۔

کسی نے یہ بات اکبر بادشاہ تک پہنچادی اکبر بادشاہ مرزا جانی بیگ کی کہی ہوئی اس بات کو سن کر بھڑک اُٹھا اور مرزا جانی بیگ کو اس گستاخی پر سزا دینے کے بارے میں سوچنے لگا اس بات کی خبر مرزا جانی بیگ کو بھی ہوگئی وہ بادشاہ کے عتاب سے بچنے کے لئے فرار ہونے کی فکر میں تھا کہ اُس کی موت کا وقت آگیا وہ بخار میں مبتلا ہوگیا پھر اُسے سرسام کا عارضہ لاحق ہوا اور اس دارِ فانی سے کوچ کرگیا مرزا جانی بیگ کے جسد خاکی کو ٹھٹھہ میں لاکر مکلی کے مشہور قبرستان میں دفن کردیا گیا۔

مرزا غازی بیگ کی عقیدت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کی عمارت کی تعمیر و مرمت مرزا جانی بیگ کے بیٹے مرزا غازی بیگ نے بھی کروائی تھی یہ تعمیر و مرمت ۱۰۰۹ھ میں ہوئی تھی اور اُن دونوں مرزا غازی بیگ اکبر بادشاہ کی طرف سے سندھ کے گورنر کے عہدہ پر فائز تھا مرزا غازی بیگ بھی اپنے والد کی طرح دانشمند اور نیک سیرت انسان تھا اس کو صرف سولہ برس کی عمر میں ۱۰۰۰ھ میں سندھ کا گورنر بنایا گیا تھا۔ مرزا غازی بیگ علماء کرام کا بڑا قدر دان تھا اس کو تعلیم حاصل کرنے کا بھی بہت شوق تھا اپنے وقت کے مشہور عالم دین ملا اخوند اسحاق بھکری سے تعلیم حاصل کی شاعری میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا مرزا غازی بیگ کے فارسی زبان میں پانچ ہزار سے زائد اشعار موجود ہیں اکبر بادشاہ مرزا غازی بیگ سے بڑا خوش تھا جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور ہندوستان کی حکمرانی کا تاج شہنشاہ جہانگیر کے سر پر سجا تو شہنشاہ جہانگیر بھی مرزا غازی بیگ سے بڑا متاثر تھا اس لئے اُس نے مرزا غازی بیگ کو دوازدہ ہزاری منصب عطا کیا اور سندھ کی گورنری کے علاوہ قندھار کی گورنری پر بھی فائز کر دیا۔ مرزا غازی بیگ کو قندھار میں ان کے ایک غلام عبداللطیف نے خسرو خان کے بیٹے کے کہنے پر زہر دے کر ہلاک کردیا مرزا غازی بیگ کی میت کو قندھار سے لاکر ٹھٹھہ میں مکلی کے قبرستان میں اس کے والد مرزا جانی بیگ کے پہلو میں دفن کردیا گیا۔

شہاب الدین کے عہد میں تزئین و آرائش

مرزا غازی بیگ۔ نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ مبارک کی عمارت کی تزئین و آرائش اور تعمیر نو کا کام بڑی عقیدت و محبت سے شروع کیا تھا لیکن اُس کی عمر نے وفا نہ کی اس لیے یہ کام ادھورا رہ گیا پھر جب ۱۰۳۹ھ میں غازی شہاب الدین کا عہد حکومت آیا تو دیندار خان نے روضہ مبارک کی مرمت کا بیڑہ اٹھایا اور بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ

مقبرہ کی مرمت کا کام آگے بڑھایا بڑی نفاست اور عمدگی کے ساتھ اس میں کاشی کی بنی ہوئی رنگین اینٹوں کو لگوایا اور مقبرہ کے پاس ہی ایک مسجد بھی تعمیر کروائی جو فن تعمیر کا حسین شاہکار ہے۔

کلہوڑہ خاندان کے عہد میں

جب سندھ میں کلہوڑہ خاندان کی حکمرانی کا دور آیا اور میاں غلام شاہ کلہوڑہ برسر اقتدار آیا تو یہ بھی اولیاء کرام کا بڑا قدردان تھا۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت رکھتا تھا اس نے ۱۱۷۳ھ میں خانقاہ کا فرش بنوایا درگاہ شریف کے آگے کا ایک بلند اونچا دروازہ تعمیر کروایا جس کے دونوں جانب دو پتھر نصب ہیں اور ان پر تعمیر و مرمت کے بارے میں خوبصورت اشعار کندہ ہیں میاں غلام شاہ کلہوڑہ نے ایک علم بھی درگاہ شریف کے لئے بھیجا تھا اس کا ذکر بھی ان اشعار میں موجود ہے اشعار ترجمہ کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

چہ خوش جناب مبارک کو نور حقانی	زروضہ است عیاں ظاہری ز پنہائی
قلندری سخی کا کام بخش اہل یقیں	ولی رسید عثمان پیر نورانی
بہ خاص عام کہ مشہور لعل شہباز است	بہ پادشاہ و گدا باز داد سلطانی
بایں جناب ہر آنکس ارادتی دارز	بکام میر سد دولت فراوانی
غلام شاہ میاں صاحب سعادت مند	نشان حضرت عباس کاں احساس
سخی و غازی و فیاض معدن الطاف	چوں سرفراز شداز لطف وجود ربانی
زخاص نیت خود کرو تازہ خوش تعمیر	کہ فرش صحن در روضہ شد گلستانی
قبول حضرت مخدوم شد نشانی او	زرحمت بنوی و علی عمرانی
ہر آنکس کہ دید بلید ز شوق نور ظہور	شود و چشم دلش روشن و درخشانی
ہزار دیک صدو ہفتاد و سندز ہجری بود	زکار داری باقر شاں شداز رانی
رحمت ایزد بود پر تبصرہ دربانی او	کہ از خدمت شود بخشش دو جہانی
قبولیت ز تعمیر جستم از ہاتف	ندا بگوش من آمد ز لطف سبحانی

زمین مصرع تاریخ خوش بگو صابر — قبول باد نشان در جناب شاہانی

ترجمہ: کس قدر مبارک ہیں یہ نور حقانی کہ جن کی درگاہ شریف ظاہر و باطن میں روشن ہے وہ قلندری، سخی اور یقین والوں کی حاجات پوری کرتا ہے اس پرنور شخصیت کا نام عثمان ہے جو کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے یہاں پر بادشاہ اور فقیر حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں جو شخص ان کا معتقد ہے وہ دنیا و آخرت میں غنی ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا علم اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ ہستی سخی ہے غازی ہے اور بے پناہ مہربانیوں کا پیکر ہے اللہ تعالیٰ نے جب اس حکمران پر اپنا فضل و کرم کیا تو اس نے اس درگاہ شریف کی تعمیر کرنے کی نیت کر لی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بار اقدس میں ان کے اس کام کی قبولیت ہوگئی ان کا دل اور آنکھ روشن ہوگئے یہ بات ایک ہزار ایک سو ستر ہجری کی ہے پروردگار عالم کا اس پر فضل و کرم تھا اس نے دونوں جہانوں کا ثواب اس خدمت کے باعث حاصل کر لیا باری تعالیٰ نے اس کی عبادت کو قبولیت کا شرف بخشا اور آسمان سے ندا آئی کہ تمہاری اس محنت کو قبول کر لیا گیا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف کے ساتھ جو علم نصب ہے اس کے نیچے پختہ اینٹوں کا فرش ہے جس کو ایک پختون ٹھیکیدار مردوس خان نے بنوایا تھا۔ آپ کے مقبرہ مبارک کے دروازہ پر اوستہ نور محمد صیقل گر نے ۱۳۱۲ھ میں چاندی چڑھائی تھی جو ہنر مندی کا اعلیٰ شاہکار ہے اس کے بعد ۱۳۱۹ھ میں مقبرہ مبارک کے آگے لونگ فقیر کے خلیفہ لعل محمد نے ایک عالیشان خوبصورت مسجد تعمیر کروائی تھی۔

عرس مبارک کی تقریبات

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک چونکہ ۲۱ شعبان ۶۷۳ھ کو ہوا تھا اس لیے آپ کے عرس کی تقریبات بھی شعبان کے مہینہ میں ہر سال آپ کی درگاہ شریف پر منعقد ہوتی ہیں پورا مہینہ عرس کی رونقیں قائم رہتی ہیں۔ عرس مبارک سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے پورے ملک سے ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند آپ کے مزار پر حاضری د۔۔۔

ہیں اور عرس کی تقریبات میں جوش وخروش سے شریک ہوتے ہیں ہر سال ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ شعبان کو عرس کی تقریبات میں زائرین کی طرف سے محبت وعقیدت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے لیے حکومت کی طرف سے زائرین کے لئے ٹرانسپورٹ کی سہولت کا خصوصی انتظام کیا جاتا ہے۔ عرس کے مواقع پر فقراء کی دھمال کی رسم آج تک قائم ہے چنانچہ عرس کے تین دنوں میں حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے مزار مبارک کے بیرونی صحن میں علم کے نیچے خوب دھمال ڈالی جاتی ہے اس مقصد کے لیے بہت بڑے بڑے نقارے استعمال میں لائے جاتے ہیں چونکہ فقراء کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اور دھمال ڈالنے کے لئے جگہ کم ہو جاتی ہے پہلے پہل تو عرس کے موقع پر تمام فقراء مل کر دھمال ڈالتے تھے مگر ان کی تعداد میں اضافے کے پیش نظر فقراء کی الگ الگ جماعتیں دھمال ڈالتی ہیں باری باری دھمال ڈالنے کا یہ منظر بہت متاثر کن ہوتا ہے۔

نوبت بجانا

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ عالیہ میں نوبت کے تین اوقات مقرر ہیں ایک شام کے وقت، دوسری رات کے وقت جب درگاہ پاک کا دروازہ بند کیا جاتا ہے اور تیسری تہجد کے وقت جب خانقاہ عالیہ کے دروازہ کو دوبارہ کھولا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم سے نوبت لگانے کا سلسلہ جاری ہے اس موقع پر عجب سماں ہوتا ہے سرور ومستی کی کیفیت دلوں پر اثر کرتی ہے۔

دھمال

بہت سے صوفیاء کرام کی درگاہوں پر دھمال ڈالی جاتی ہے۔ اس موقع پر نقارہ بھی بجایا جاتا ہے۔ دھمال میں نقارہ خاص وجد پیدا کرتا ہے فقراء وجد میں آجاتے ہیں اور حلقہ باندھ لیتے ہیں۔ دھمال کا یہ سماں جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ اقدس پر ہوتا

ہے تو فقراء مست قلندر مست قلندر کا نعرہ مستانہ بلند کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے کرتے ہوئے دھمال ڈالتے ہیں۔

صاحب ''سرہان'' کا کہنا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت مندوں کے لئے عملی طور پر ذکر فکر کا موقع فراہم کیا ہے کیونکہ جب ان پر نیند کا غلبہ ہونے کا احتمال ہوگا تو دھمال ان کی نیند کو ختم کرنے میں معاون ہوگی اور ان کو دوبارہ نئے سرے سے فکر وذکر کا موقع مل جائے گا۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں میں جو سماع کا طریقہ رائج کیا تھا وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی دھمال سے بہت مشابہ ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اپنی تصنیف ''حیات رومی'' میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سماع کا اس طرح سے ذکر کرتے ہیں کہ ''ذکر وشغل کا طریقہ یہ ہے کہ حلقہ بنالیتے ہیں، ایک شخص اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور ایک ہاتھ سینے پر اور ایک ہاتھ نیچے رکھ کر رقص کرنا شروع کر دیتا ہے رقص میں آگے پیچھے نہیں بڑھتے بلکہ متصل چکر لگاتے رہتے ہیں اور سماع کے وقت دف بھی بجائی جاتی ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل سماع دھمال سے بہت حد تک مشابہت رکھتی ہے۔

فقیراء کی دھمال

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں دھمال کا سلسلہ تین دن تک جاری رہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے مزار مبارک کے بڑے دروازے کے اندر کرسی پر نقارچی کو بٹھا دیا جاتا ہے اس طرح روزانہ دھمال کا نقارہ مزار مبارک کے اندرونی حصہ میں بجتا ہے عرس کے موقع پر باہر علم کے نیچے نقارے پر چوٹ لگائی جاتی ہے نقارے کی چوٹ پر فقراء مست قلندر کے نعرے لگاتے ہوئے پر جوش انداز میں دھمال ڈالتے ہیں سب سے پہلے ابدال کی ''کافی'' (کافی فقراء کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں) والے فقراء دھمال کے لیے آتے ہیں اور ایک مقررہ وقت کے مطابق دھمال ڈالتے ہیں پھر تھوڑی دیر کے لیے اندر مزار مبارک کی

زیارت اور حاضری کے لیے چلے جاتے ہیں اس کے بعد باہر آ کر پھر دھمال ڈالتے ہیں جب اُن کا مقررہ وقت ختم ہو جاتا ہے تو یہ اپنی کافی کی طرف واپسی اختیار کرتے ہیں ان کے جانے کے بعد محفل خانہ کافی کے فقراء آتے ہیں پھر سخی سلطان کے فقراء آتے ہیں اور اسی طرح دھمال کا سلسلہ قائم رکھتے ہیں مزار مبارک کی زیارت کرتے ہیں ان کے چلے جانے کے بعد کچہری کی کافی والے فقراء آتے ہیں پھر شاہ صلاح الدین اولادی کے فقراء کے ساتھ ابراہیم شاہ جتی، جمن جتی، حاکم علی شاہ پٹ والا، وددو حقانی، بوولہ بہار اور مزاری شاہ کے فقراء باری باری آتے ہیں اور دھمال ڈالتے ہیں تھوڑی دیر تک دھمال ڈالنے کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے اندر چلے جاتے ہیں اس دوران وہاں پر بادل شیر کے فقراء آجاتے ہیں اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ دھمال ڈالتے ہیں مقررہ وقت تک دھمال ڈالنے کے بعد یہ فقراء ابھی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد ان کے ساتھ آ شامل ہوتے ہیں اور پھر یہ سب مل کر خوب دھمال ڈالتے ہیں یہ منظر نہایت قابل دید ہوتا ہے دھمال ڈالنے والی جگہ کے چاروں طرف تقریباً تیس (30) فٹ اونچی فقراء کی کافیاں بنی ہوئی ہیں جہاں پر زائرین اور عقیدت مند حضرات بیٹھ کر دھمال کا نظارہ کرتے ہیں تمام فقراء دھمال ڈالنے کے بعد اپنی اپنی کافی کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ دھمال کا یہ سلسلہ ہر روز جاری رہتا ہے اور بیس (20) شعبان تک ہر روز تمام فقراء اسی طرح دھمال اور زیارت سے حاضرین کے دلوں کو گرماتے ہیں۔

عرس کی تقریبات میں شرکت کرنے کی غرض سے ملک کے دور دراز حصوں سے ہزاروں کی تعداد میں زائرین وہاں پر حاضر ہوتے ہیں اور بیس شعبان کے بعد جب عرس کی تقریبات ختم ہونا شروع ہوتی ہیں تو وہ بھی اپنے اپنے گھروں کو واپسی اختیار کرتے ہیں۔

مہندی کی رسم

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر تین دن تک دھمال کا سلسلہ پورے جوش وخروش سے جاری رہتا ہے اسی طرح ہر روز مہندی کی رسم بھی بڑی دھوم دھام

سے منائی جاتی ہے اس میں بھی عقیدت مندوں اور فقراء کی ایک بہت بڑی تعداد شرکت کرتی ہے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی مہندی نکالنے کی رسم ہر روز شام کے وقت ادا کی جاتی ہے مہندی نکلنے کی یہ رسم بھی قابل دید ہوتی ہے اصل میں یہ مزار مبارک پر چادر چڑھانے کی رسم ہوتی ہے لیکن یہ مہندی کے نام سے مشہور ہے مہندی کے تھال ریشمی کپڑوں سے ڈھکے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ صوفی فقراء کو ٹولیاں وجد کی حالت میں گاتی اور دھمال ڈالتی ہوئی چلتی ہیں درگاہ شریف کی طرف اس طرح جانے کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا ہے یہ مہندی مغرب کی نماز سے قبل ہی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک تک پہنچ جاتی ہے۔

اس کے بعد اگلے دن اسی جوش وجذبہ اور ولولہ انگیزی کے ساتھ مہندی نکالی جاتی ہے یہ مہندی محلہ ٹھٹ سے نکالی جاتی ہے اور میرانی ہندو دیوان مولچند کی طرف سے اس لیے نکالی جاتی ہے کہ اس میرانی ہندو خاندان کا ایک جدِ اعلیٰ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد ہو گیا تھا اُس زمانے سے ہی یہ میرانی خاندان مہندی کی رسم عقیدت واحترام سے ادا کرتا چلا آ رہا ہے اس مہندی نکالنے کے موقع پر بھی صوفی فقراء ان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور گاتے اور دھمال ڈالتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

تیسرے دن بیس شعبان کو قانونگو خاندان کی طرف سے مہندی نکالی جاتی ہے یہ قانونگو خاندان سندھ کا ایک مشہور خاندان ہے جو بڑا با اثر خاندان تھا حضرت لعل شہباز قلندر ؒ نے جب سیہون شریف میں قیام فرمایا تو اس خاندان کے لوگ آپ کے روحانی اثر سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اسی نسبت کی بناء پر اس خاندان کی طرف سے اب تک مہندی کی رسم بڑی دھوم دھام اور جوش وخروش کے ساتھ ادا کی جاتی ہے مہندی کے ساتھ فقراء کی دھمال اور "مست ومست قلندر" کی صدائیں ایک عجیب نظارہ پیش کرتی ہیں زائرین اس منظر کو دیکھ کر بہت متاثر ہوتے ہیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر جب مہندی کی رسم ادا کی جاتی ہے تو اس دوران روضہ مبارک کے صحن میں زبردست آتش بازی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے

اس آتش بازی کے مظاہرہ کو دیکھ کر زائرین بہت محظوظ ہوتے ہیں عرس کی دیگر تقریبات میں سرکس کے حیرت انگیز کمالات بھی دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں اس موقع پر میلے کا سا سماں بندھا ہوتا ہے کھانے پینے اور دیگر سامان فروخت کرنے والوں کی دکانیں بجی ہوتی ہیں ایک طرف میدان میں سندھ کی مشہور کشتی ملاکھڑا کا اہتمام بھی کیا گیا ہوتا ہے جہاں پر سندھ کے دور دراز علاقوں سے اس کھیل کے کھلاڑی آ کر بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیتے ہیں حاضرین ان کشتیوں کو دیکھ کر بہت لطف اندوز ہوتے ہیں۔

شاعری

صوفیاء کرام نے اپنے شاعری میں معرفت وعرفان کے جواسرار ورموز بیان کیے ہیں وہ دلوں پر اثر کرتے ہیں اور عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ کا درس دیتے ہیں۔

تصوف میں فصیح اللسان، قلندر یگانہ، سیف سیادت، قادر الکلام حضرت حافظ محمد عثمان مروندی المعروف حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ شاعری سے بھی لگائے رکھتے تھے، کبھی کبھار وجد میں جب آتے تو آپ کی زبان اطہر سے بہت خوبصورت اشعار جاری ہوتے تھے۔ آپ نے بہت سی غزلیں اور اشعار کہے ہیں جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ آپ کے بہت سے اشعار آپ کے عقیدت مندوں نے یاد کر رکھے ہیں جو کہ زبان زدِ عام ہیں۔ ''تحفۃ الکرام'' کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جن ایام میں ملتان میں قیام پذیر تھے تو اُن دونوں ملتان کا حاکم سلطان محمد شہید جو کہ شعر وشاعری کا خوب دلدادہ تھا اکثر وبیشتر شاعری کی محافل منعقد کیا کرتا تھا اور حضرت لعل شہباز قلندرؒ ان محافل میں بھرپور طریقے سے شرکت فرماتے تھے۔ آپ فارسی اور عربی زبان میں بڑے پائے کے شعر کہتے تھے اور سامعین پر بہت اچھا تاثر چھوڑتے تھے۔

شاعری میں تخلص:

آپ اپنے عہد کے صوفی شعراء میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے نام کی مناسبت سے اپنا تخلص بھی عثمان ہی فرماتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو

اس نام سے بڑی ہی شدید محبت تھی جو کوئی آپ کو محمد عثمان کہہ کر مخاطب کرتا تو آپ بڑی خوشی کا اظہار فرماتے اور بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ کی حیات طیبہ میں آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کو بہت سے القاب وخطاب سے نوازا مگر آپ اُس شخص سے زیادہ خوش ہوتے جو آپ کو محمد عثمان کے نام سے پکارتا۔

اس نام سے محبت کرنے کے ضمن میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے یہ نام اس لیے پسند اور محبوب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد مبارک میں آئی تھیں اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ذی النورین بھی کہا جاتا ہے یعنی دو نوروں والا۔ اور اللہ رب العزت نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو حکم دیا تھا کہ اے میرے محبوب! عثمان (رضی اللہ عنہ) کی پہلی زوجہ مطہرہ سیدہ رقیہ (رضی اللہ عنہا) کا وصال ہوگیا ہے اور وہ غمگین رہتے ہیں اس لیے آپ اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ اُم کلثوم (رضی اللہ عنہا) کو ان کے نکاح میں دے دیجیے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ میرے والد ماجد سید ابراہیم کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بہت محبت وعقیدت تھی اور اُنہوں نے اس محبت سے سرشار ہو کر میرا نام عثمان رکھا اور میں بھی چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شدید محبت کرتا ہوں اس لیے میں نے شاعری میں اپنا نام ہی تخلص رکھا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اکثر وبیشتر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان بیان فرمایا کرتے تھے اور اس واقعہ کا ذکر بڑی خصوصیت سے کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ سید نا رسول کریم ﷺ اپنے حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے اور لیٹے ہوئے تھے آپ ﷺ کی پنڈلی مبارک یاران مبارک سے ذرا سا کپڑا ہٹا ہوا تھا اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ بدستور اسی حالت میں لیٹے رہے اور پنڈلی مبارک یاران مبارک سے کپڑے کو ٹھیک نہ فرمایا

اور حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو بھی اجازت مرحمت فرمادی چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے پاس تشریف فرما ہوگئے۔ سیدنا رسول کریم ﷺ اسی حالت میں لیٹے رہے اور کپڑا مبارک ٹھیک نہ فرمایا۔ ابھی گفتگو جاری تھی کہ اچانک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنا کپڑا مبارک درست فرماتے ہوئے پنڈلی مبارک یاران مبارک کو ڈھانپ لیا اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب یہ تینوں حضرات تشریف لے گئے تو میں نے سیدنا رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس بات میں کیا حکمت ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ ﷺ اسی حالت میں لیٹے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو پھر بھی آپ (ﷺ) اُسی طرح لیٹے رہے لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فوراً اُٹھ کر اپنا کپڑا مبارک برابر فرمالیا۔ سیدنا رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب بھی اس واقعہ کو بیان فرماتے تھے تو آپ کو ایک خاص طرح کی خوشی محسوس ہوتی تھی جو آپ کے چہرے سے صاف دکھائی دیتی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت وعقیدت کی وجہ ہی تھی کہ آپ نے شاعری میں اپنا تخلص عثمان رکھا۔ آپ کے قادر الکلام شاعر ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ آپ یقیناً بلند پایہ کے شاعر تھے اور اپنے دور کے مشہور صوفی شعراء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے کلام میں دین اسلام کی تبلیغ کا رنگ نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی شاعری آپ کے قلندرانہ مزاج میں رچ بس کر منظر عام پر دکھائی دیتی ہے۔ آپ کی غزلیں اور چیدہ چیدہ

اشعار آج بھی تاریخ کی کتب میں محفوظ ہیں۔ محققین حضرات نے شاعری کے حوالے سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور آپ کی شاعری کو خوب سراہا ہے۔ ڈاکٹر ہردل سدارنگانی اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "Persian POETS of Sind" میں آپ کو سندھ کا پہلا شاعر قرار دیتے ہیں اور آپ کے کلام کو سندھ کی عوامی زندگی کے حوالے سے لوگوں کے اذہان وقلوب پر بہت جلد اثر کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ سندھ کے ایک مشہور عالم مخدوم میاں عبدالواحد سیوستانی جو کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں گزرے ہیں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کے موضوع پر بات کرتے ہوئے اپنی مشہور کتاب ''فتاویٰ واحدی'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کبھی کبھار عالم وجد میں شعر کہتے رہتے تھے۔

مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کو ایک زمانے میں سندھ میں بہت قبول عام حاصل تھا۔ آپ کا فارسی کلام سندھ کے علاوہ ایران کے شہروں میں بھی بہت مقبول تھا اور آپ کے کلام کو یہ درجہ حاصل تھا کہ کسی زمانے میں ایران کے سکولوں اور کالجز میں بھی پڑھا جاتا تھا۔ مشہور محقق میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے اپنی کتاب ''مقالات الشعراء'' میں برصغیر کے شعراء حضرات کے کلام کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور اشعار بھی نمونے کے طور پر نقل کئے ہیں اور آپ کو باقاعدہ طور پر شاعر تسلیم کیا ہے۔ ''لب تاریخ سندھ'' کے مصنف خداداد خان نے اپنے کتاب میں آپ کے اشعار کو جگہ دی ہے اس کے علاوہ مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی کی کتاب ''مدح سندھ'' حضرت قادر بخش بیدل کی کتب ''رموز العارفین'' اور سند الموحدین'' مہتا مولچند کی کتاب ''رسالہ سوانح قلندر'' اس کے علاوہ اُردو تاریخ اولیائے ہند اور تاریخ لب فارسی میں بھی آپ کے اشعار اور غزلیں دی ہوئی ہیں۔

بہت سے قلمی نسخوں میں بیاضوں میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام موجود ہے، سندھ کے صوفی بزرگ، درویش اور فقیر آپ کے کلام کو یاد رکھے ہوئے ہیں اور محافل میں ایک خاص جذبے کے ساتھ آپ کے اشعار ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ عرس کے

دنوں میں تو خاص طور پر آپ کے کلام سے مستفید ہوا جاتا ہے۔ فقیر لوگ اور آپ کے عقیدت مند آپ کے کلام کو محافل میں پڑھ کر داد وصول کرتے ہیں۔ آپ کی غزلوں کو قوال حضرات محفل سماع میں پڑھتے ہیں چونکہ اُس دور میں طباعت کی طرف اتنی توجہ نہ تھی اور نہ ہی آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کے کلام کو محفوظ رکھنے کی سعی کی۔ جو کلام چاہنے والوں کے سینوں میں محفوظ رہا وہی آگے چل کر طباعت کی شکل میں قلمی نسخوں میں منتقل ہوتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ایک بہت بڑا حصہ محفوظ نہ رہ سکا اور زمانے کی بے ثباتی کی نذر ہوگیا۔ آپ کی شاعری صوفیاء کرام میں بہت مقبول ہے۔ آپ کے کلام میں اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت کا رنگ ملتا ہے، فنافی اللہ کی کیفیت کے اظہار کا بیان بھی ملتا ہے۔ پروردگارِ عالم کی محبت میں سرشار ہوجانے کا اسلوب ملتا ہے۔ بے شمار کتب میں آپ کی شاعری کا حوالہ دیتے ہوئے ذیل میں دی گئی فارسی کی ایک غزل کا تذکرہ ملتا ہے جس سے آپ کے کلام کی خوبی نکھر کر سامنے آجاتی ہے، فرماتے ہیں کہ

زعشق دوست ہر ساعت دودی ناری رقصم
گہے در خاک می غلطم گہے برخاری رقصم
شدم بدنام و عشقش بیاری پارساں اکنوں
نمی ترسم زر سوائی بہر بازاری رقصم
بیائے مطرب ساقی سماع شوق راویدہ
کہ من شادی و صلش قلندر داری رقصم
مرا خلق می گوید گدا چنداین چہ می رقصم
بدل دادیم اسرار زآں اسرار می رقصم
خلائق گر گند برمن ملامت زیں سبب ہر دم
مرا عشق است اندر دل زبہر یار می رقصم
نگر نازم برایں ذوق کہ پیش یاری رقصم
نمید صوفی شدی یارا بیا خرقہ در پوشم

اگر زنانہ بربستم درآں زنانہ می رقصم
تو آقاتل زہر تماشا خون من ریزی
من آن بسمل کہ زیر خنجر خود نخواری رقصم
من عثمان مروندی گہ یار خواجہ منصور
ملامت می کند خلق کہ من بردار می رقصم

ترجمہ:

”میں ہر وقت اپنے محبوب کے عشق میں آگ پر رقص کرتا رہتا ہوں کبھی مٹی میں لوٹ پوٹ ہوتا ہوں کبھی کانٹوں پر رقص کرتا ہوں میں اس کے عشق میں مبتلا ہوکر بدنام ہوگیا ہوں لیکن میں اس بدنامی سے ہرگز نہیں ڈرتا اور بازاروں میں رقص کرتا ہوں، آساقی! مجھے پلادے کہ مجھے کچھ سننے کا شوق ہے کہ میں اس کے وصال کی خوشی میں قلندرانہ رنگ میں رقص کرتا ہوں لوگ مجھے دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ فقیر کیا رقص کرتا ہے اصل میں یہ راز کی باتیں ہیں اور میں انہیں بھیدوں کے تحت رقص کرتا ہوں اگر مجھے ہر وقت دنیا والے ملامت کریں تو میرے اندر تو محبوب کا عشق ہے اس لئے میں ڈنکے کی چوٹ پر رقص کرتا رہوں گا مجھے تو فخر ہے کہ میں محبوب کے سامنے رقصاں ہوں مجھے صوفی نہیں دیکھ سکتا اس لیے کہ میں نے لبادہ ہی ایسا اوڑھ رکھا ہے میں ستار بجاتا ہوں اور اسی پر رقص کرتا ہوں اے قاتل! تو نے مجھے زہر دے کر مارا ہے میں بسمل کی طرح خنجر تلے بھی ناچتا ہوں۔ میں عثمان مروندی خواجہ منصور کا سچا دوست ہوں لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ میں تختہ دار پر بھی ناچتا رہتا ہوں۔“

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں عشق ومستی کے اسرار ورموز سے آگاہی ملتی ہے، پروردگارِ عالم کی محبت میں سرشار ہوکر اس کے عشق حقیقی میں ڈوب جانے سے جو مخفی اسرار بندے پر واہوتے ہیں اُن میں محو ہوکر انسان کی کیفیت اصلیہ ہوتی ہے اُس سے آگاہی ہوجاتی ہے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور شاکر رہنے میں جو بلند

مرتبہ ایک مردِ قلندر کو بارگاہِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے اُس کے لطف کی چاشنی بھی آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ آپ اپنے صوفیانہ کلام کے ذریعے بہت راز کی بات کہہ جاتے ہیں فقر اور فقیر کے مقام و مرتبہ سے آگاہی دیتے ہیں اپنی ایک غزل میں شاعرانہ رنگ بکھیرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوارست
نہ کشتی اندروں دریا ، نہ ملاح عجب کا رست
شریعت کشتی دارد ، طریقت باد بانے او
حقیقت لنگر دارد ، راہ فقیر دشوار است
چوں آتش جملہ خوں دیدم ، تبر سیدم ازاں دریا
بدل گفتم چہ می ترسی ، گزریا ید گازا چار است
نداز حق آمد مگر از ، جاں نمی ترسی
ہزاراں جان مشتاقاں دریں دریا نگو سا است
کمر بندہ چوں مرداں کدام برہنہ چوں غواصاں
نمی ترسی زبیش زنور کی گلی پوشیدہ فار است
آیا شہباز مرندوی سخن باپردہ داراں گو
نیا بے ورجہاں کا زماں برز اغیار است

ترجمہ:

”میں ایک ایسے دریا میں اترا ہوں کہ جس کی لہریں انسان کو نگل لیتی ہیں، اس دریا میں نہ کشتی ہے اور نہ ہی کوئی ملاح ہے (اس دریا کی) کشتی شریعت ہے جب کہ اس کا بادبان طریقت ہے، اس کا لنگر حقیقت ہے، بلاشبہ فقیر کا رستہ بہت مشکل ہے، میں نے جب اس خوفناک آگ کو دیکھا تو اس دریا میں اُتر گیا اور اپنے آپ سے کہا کہ تو کیوں خوف کھاتا ہے اس سے بغیر کسی ڈر اور خوف کے گزر جا تو اس دریا سے کیوں خوف کھاتا ہے اس میں تو ہزار ہا جانیں قربان ہو چکی ہیں میں نے بھی غوطہ خوروں کی طرح دنیاوی لباس اُتار لیا ہے

لہٰذا اب مجھے کسی طرح کا خوف نہیں ہے، اے شہباز مروندی! یہ راز کی باتیں راز داروں سے کر اس لئے کہ غیر تمہاری باتوں کو سمجھ نہیں پائیں گے۔“

بلاشبہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ عشق الٰہی میں غوطہ زن ہو کر ایسی راز کی باتیں کرتے ہیں کہ جو عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں، رمز کی باتیں اپنے شاعرانہ کلام کے رنگ میں کرتے ہوئے فقر کی دشواریوں اور اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھاتے ہیں اس راستے پر چلنے کے لئے جس مضبوط، مصمم اور پختہ ارادے کی ضرورت ہوتی ہے اس کا تذکرہ بڑے ہی واشگاف الفاظ میں کرتے ہیں۔ درویشی اور فقیری کے پوشیدہ اسرار سے آگاہی دیتے ہوئے اپنے آپ سے بھی باتیں کرتے ہیں، عام لوگوں کی سمجھ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے آپ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ راز کی باتیں تو اُن سے کرنی چاہیں جو فقیری اور قلندری کے اسرار و رموز سے آگاہ ہوتے ہیں، بلاشک و شبہ ہر بات کو اُس کے مکمل سیاق و سباق کے ساتھ سمجھ لیتے ہیں، جو لوگ اس معاملے میں سمجھ نہیں رکھتے اُن کو یہ راز کی باتیں کہنے سے کیا حاصل اس لئے کہ وہ ان باتوں کو سمجھتے ہی نہیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ توحید و رسالت کی حقیقت کا تذکرہ شاعری کے رنگ میں بڑے ہی خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پاک کا بیان اپنے کلام میں نہایت احسن طریقے سے فرماتے ہیں۔ انسانی عظمت و رفعت کے بلند درجہ کا ذکر آپ کے کلام میں ملتا ہے اسی حوالے سے آپ کی ایک مشہور غزل ہے کہ

خورشید ہر دو عالم ، تابعا ن شہداست مارا
از عرش تا سراپا ، غلطاں شہداست مارا
روح الامین بسوزویک مو اگر بجبد

ہر صبح و شام زآں چاطیراں شداست مارا
آں راں کہ قدسیاں را دشوار سخت آید
از فضل حق تعالیٰ آساں شد است مارا
چیز کہ انبیاء راہ امکان زبود گاہر
آں چیز خوبا آساں امکاں شد است مارا
افلاک یا کواکب مکاں ملاء اعلےٰ
ہریک زچاکری ماشاداں شد است مارا
احمد بعرش اعلیٰ موسیٰ بکوہ نالہ
از لطف درکنارش ، طیران شد است مارا
امروز شاہ شاہان مہماں شد است مارا
جبرائکل با ملائکہ دربان شد است مارا
براق لا دیالی ، زیر رکاب من است
صحرا لایزالی ، میدان شد است مارا
درباز گاہ وحدت ، کثرت چہ کار آید
ژدہ ہزار عالم یکساں شد است مارا
ذات کہ بیچگونہ ، صورت نہ بود ہرگز
آں ذات خود بصورت ، عیاشد است مارا
دیدارِ حق تعالیٰ ، درمارن در دماشد
درخلوت گدایا ، محبوب کے بگنجد
بے برگ بے نوائے ، آساں شد است مارا
خال خجستہ میموں ، اختر بلند طالع
بنید روئے مارا ، دوزخ حرام گردو
برکشف ایں عجائب ، پایاں شد است مارا

اوصاف ذات خود را ، ایز دیدار مارا
بت خانہ جہاں را بسیار سیر کردم
آئینہ خود پرستی ، ایمان شداست مارا
دریائے بے نہایت ، پایاں کجا است اورا
بنگر بغیر کشتی پایاں ، شد است مارا
باخلق احتیاجی ، عثمان نہ ماند اینجا
زیراں کہ در اطاعت یزداں شد است مارا

ترجمہ:

''دونوں جہاں کے سورج نے ہمیں تاباں ودرخشاں کردیا ہے یعنی روشن ومنور کردیا ہے عرش سے لیکر پورے جسم تک ہمیں اس میں شرابور کردیا ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور ہمیں رات دن اللہ کی عبادت کرنے کا عادی بنادیا ہے، فرشتوں کے لئے جو کام مشکل ودشوار ہے وہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے باعث آسان کردیا گیا ہے۔انبیاء کرام سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضل وکرم کے باعث آسان کردیا گیا ہے۔ انبیاء کرام سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی راہ میں جو چیز دشوار تھی رفتہ رفتہ وہ ہمارے لئے آسان ہوگئی۔آسمانوں اور ستاروں میں جانا ہمارے لئے کوئی دشوار نہیں ہے اس لئے کہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عرش علاء پر تشرف لے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر یہ سب کچھ پروردگار عالم کا فضل وکرم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہمان بن کر تشریف لائے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی معیت میں ان کے دربان ہیں، تیز رفتار براق ان کے نیچے ہے۔ہمارے لئے صحرائے لایزال ایک میدان بن گیا ہے۔اُس بارگاہ عالی میں وحدت وکثرت کا کیا کام ہے وہاں تو لاکھوں بھی ہوں تو سب ایک ہوجاتے ہیں جس ذات اقدس کی ظاہری شکل وصورت نہیں تھی وہ ہمارے لئے آشکار ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ کا دیدار اس کے شیدائی خلوتوں میں کرتے ہیں ہمارے لئے اس کا دیدار کرنا سہل ہوگیا ہے اس ذات برتر وعالی کا دیدار مسکراتی ہوئی کلیوں میں پایا جاتا ہے اس کے دیدار کرنے سے عجب عجب طرح کے کاموں کے بھید

ظاہر ہوتے ہیں اس لئے کہ اس کی بتائی ہوئی صفات سے ہم نے اس کا دیدار کرلیا ہے مگر یہ سب کچھ معرفت کے باعث حاصل ہوتا ہے۔ میں نے دنیا کے صنم کدوں کی بڑی سیر کی ہے لیکن افسوس کہ خود پرستی کو ہی لوگوں نے ایمان سمجھا لیا ہے اس کی رحمتوں کا سمندر تو بہت ٹھاٹھیں مارتا ہے اس کو جو کوئی دیکھنا چاہے تو ایسی کشتی سے دیکھے کہ جس کو کوئی انتہائی نہ ہو۔ اے عثمان! تو یہاں پر لوگوں کا محتاج نہ رہ اس لیے کہ تو تو پروردگار عالم کی اطاعت میں آ گیا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں پروردگار عالم کے ساتھ عشق ومحبت کی سچی وارفتگی کا عنصر بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پر بعض اوقات ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جس کو عام دیکھنے والی آنکھ سمجھ نہ سکتی تھی۔ آپ عشق الٰہی میں اپنے آپ کو اس قدر ڈبو کر محو کر لیتے کہ اس حالت کو سمجھنا عام انسان کے بس کی بات نہ تھی اپنی ایک اور غزل میں اپنے شاعرانہ کلام کے موتی بکھیرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بے نام و بے زبانم ، مست والست ہستم
بے نام و بے نشانم ، مست والست ہستم
وردیک پاک زادہ ، بار بار او اوہ
ساقی بیار بادہ ، مست والست ہستم
من بندہ خدائم ، ہم شاہ وہم گدایم
ہم وصل ہم جدائم ، مست والست ہستم
من مرغ لا مکانم ، جز لامکاں ندانم
برتخت قدسیانم ، مست والست ہستم
مفتاح غیب غیم ، برتر ز نقص غیم
درنور پاک مرغم ، مست والست ہستم
ہژ دہ از ہزار عالم ، یکساں است درد صالم

ایں ہست کمال عالم ، مست والست ہستم
صحرائے غیب رقم ، یا شہنشاہ ہستم
سر نہان گفتم ، مست والست ہستم
آیت ذمے ستیزد ، زاہد ذمے گریزد
سر مست مے پرتم ، مست والست ہستم
رقم بہ عرش اکبر ، خور دم شراب ظہر
واصل شدہ و صالم ، مست والست ہستم
دلبر بہ گفت راجد ، دائم بیا تو اینجا
بابا تو باش ہمدم ، مست والست ہستم
شہباز شہر ارم ، پرذار قدس دارم
بے جاں شکام آرام ، مست والست ہستم

ترجمہ:

"میں بے نام اور بے زبان ہوں، اپنی ہی دھن میں مگن رہتا ہوں، بے نام ونشان ہوں، اللہ تعالیٰ کے عشق میں مست ہوں میں پاک ورد میں مشغول رہتا ہوں۔ اے ساقی! آ کر مجھے جام پلا دے اور میں مست ہو جاؤں، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، بادشاہ بھی ہوں، گدا بھی ہوں وصل بھی ہوں جدائی سے اب اسی کے عشق میں ڈوبا رہتا ہوں۔

اب میں ایک ایسا مرغ ہوں کہ جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں، لامکان کے سوا میں کسی کو نہیں جانتا، میں قدسیوں کے تخت پر بیٹھا ہوا ہوں، اپنی مستی کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہوں۔

میرے غیب کی کنجی میری آنکھوں کے عیب سے اچھی ہے، میں اپنے پاک و پاکبازی میں ڈوبا ہوا ہوں، خوشی کو نوید، کہ وصال میں ہر حالت میں برابر ہوں، یہ میرے حال کا کمال ہے میں اپنی مستی میں ڈوبا ہوا ہوں۔

میں غیب کے صحرا میں گیا اس لئے کہ میں شہنشاہ ہوں میں نے راز کی بات کردی ہے میں اپنی مستی میں ڈوبا ہوا ہوں، کبھی میں اپنے آپ سے لڑتا ہوں کبھی زہد سے ٹکراتا ہوں

میں سرمست کی اطاعت کرتا ہوں اپنی مست میں مست ہوں، عرش اکبر پر میں نے شراب طہورہ پی ہے وصال میں واصل ہوا ہوں، میں اپنی مستی میں مست ہوں، مجھے سے دلدار نے کہا کہ ہمیشہ کے لئے یہاں پر آجا کہ میں تیرے ساتھ ہر وقت رہوں میں تو اپنی مستی میں کھویا ہوا ہوں۔ میں اپنی پرواز میں محو ہوں، شہباز، ملکوتی اُڑان پر اُڑ رہا ہوں میں اپنی مستی میں ڈوبا ہوا ہوں۔"

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور غزل جو قدیم قلمی نسخوں میں موجود ہے اُس کو بھی قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں پر پیش کیا جاتا ہے اس غزل میں آپ کے اندر کی سچائی اور حقیقت خوب واضح طور پر عیاں ہوتی نظر آتی ہے فرماتے ہیں۔

نمی بینی نمیدانی چہ می درزی چھا داری
چہ نادانی نمیدانی چہ می درزی چھا داری
تو مرغ لامکان بودی ، فرد ماندی دریں فانی
کہ نادان تر نادانی چہ می درزی چھا داری
چوابر خودستم آری گہر گیری خزف چینی
مگر کوری نمی دانی چہ می درزی چھا داری
بیکدم میتونی ہر دو عالم . راخریدن تو
ولے قیمت نمی دانی چہ می درزی چھا داری
چہ معزوری دریں فانی کہ فانی خود نمی ماند
در لینا درچہ سامانی چہ می درزی چھا داری
برین بازی چہ می نازی کہ بازی نیست خود قائم
بیا بگذرایں فانی چہ می درزی چھا داری
اگر ترک جہاں گیری شوی سلطان عالم را
سرا فلاک گزارنی چہ می درزی چھا داری

بیا عثمان چہ در ماندی فنا شو پیش از مردن
نہ میری چون زخود مان چہ می درزی چھا داری

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا شاعرانہ کلام قدیم قلمی نسخوں میں بھی ملتا ہے بہت سی غزلیں جو آپ سے منسوب ہیں اور آپ کے انداز بیان واسلوب کو دیکھتے ہوئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی شاعری میں معرفت حق اور سلوک کی راہ کے جو اسرار ورموز ہیں جس طرح سے ان کی ادائیگی عالم جذب ومستی میں فرمائی ہے وہ یقیناً آپ ہی کا خاصہ ہے فارسی زبان میں آپ کا کلام آپ کے جذبات وخیالات کی بھر پور عکاسی کرتا ہے اس کا لطف بھی تب ہی آتا ہے کہ اس کو فارسی زبان میں ہی پڑھ کر تصور کے آئینے میں اپنے دل کے نہاں خانے میں محفوظ کر لیا جائے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی چند مشہور غزلیں جو قدیم قلمی نسخوں میں ملتی ہے اُن میں چند یہاں پر پیش کی جاتی ہیں جن کو پڑھ کر بخوبی طور پر اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ واقعی ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے قلندرانہ مزاج رکھتے تھے اور شاعری میں بھی اس رنگ کی جھلک نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

گرخدارا دست داری خامشی باید گزید
باہزاراں شوردزاری خامشی باید گزید
چون زبان بندی دلت ہم خندداز فرخندگی
ہچو گلہائے بہاری خامشی باید گزید
خامشی مس وجودت راکندزر بے خلاف
دز دو عالم سر بر آری خامشی باید گزید
دار دائم در حضور دوست خود را دم بدم
جملگی باحق سپاری خامشی باید گزید

در زمین دل ہمیں تخم رابکار
ز آب دیدہ کشت کاری خامشی باید گزید
گفتگو باد خزاں است و بہاری قلب را
نیست روئے رُستگاری خامشی باید گزید
دمبدم چوں باغبان شوپاسبان باغ دل
یک زماں غفلت نیازی خامشی باید گزید
در طلبگاری وصالش بندۂ عثمان بہیں!
میکند شب روز زاری خامشی باید گزید

ترجمہ:

اگر خدا کو دوست بنایا ہے تو چپ اختیار کرنی چاہئے اور ہزاروں شور اور آہ وزاری سے خاموش رہنا چاہیے۔

جب زبان بند ہے اور دل بھی خوش سے مسکرائے تو بہار کے پھول کی طرح خاموش رہنا چاہئے۔

خاموشی تیرے وجود کے تانبے کو کندن بنا دیتی ہے۔اس لئے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔

اپنے دل کی زمین میں بھی محبت کے بیج کو بودے اور آنسوؤں سے اس کی پرورش کرنا چاہتا ہے تو خاموشی اختیار کر۔

دل کی بہار کے لئے گفتگو باد خزاں ہے اس لئے خاموش رہ۔

ہر لحظہ باغبان کی طرح دل کے باغ کی حفاظت کر، کسی وقت بھی غفلت نہ کر خاموش رہ۔

اس کے ساتھ ملاپ چاہتا ہے تو عثمان کو دیکھ جو دن رات زاری کرتا ہے، خاموش رہ۔

۞

عشق الٰہی کے نشے میں مست ہو کر یوں فرماتے ہیں۔

کمند عشق درگردان مرا سر ور خوش آید
خم و خمار و خرم ہم ازاں مخمور خوش آید
تجلی جلالم کرد موسےٰ رابہ بے ہوشی
بہ بین کار جلالم راکہ چوں برطور خوش آید
بیا اے مرد وراز ے بین ازیں جاتو چرا لرزی
شہنشاہم بیزم من ہمہ مذکور خوش آید
قلندر من و شہبازم مرا آشیانہ گوناں گوں
بہر جا میر دم آنگاہ بامن نور خوش آید

ترجمہ:

میری گردن میں عشق کی کمند مجھے بہت پیار ہے۔اس نشے میں مست رہنا مجھے اچھا لگتا ہے۔

میرے جلال کی تجلی نے موسیٰ کو بے ہوش کر دیا۔میرے اس جلال کو دیکھو کہ طور پر کتنا پیارا لگتا ہے۔

اے شخص آ اور اس راز کو دیکھ کر اس جگہ تو کیوں کپکپا رہا ہے۔میں اپنی بزم کا بادشاہ ہوں اور مجھے یہ سب بزم آرائیاں اچھی لگتی ہیں۔

میں قلندر ہوں اور شہباز ہوں میرا آشیانہ طرح طرح کی جگہیں ہیں جہاں میں جاتا ہوں وہاں یہ نور مجھے اچھا لگتا ہے۔

۞

ایک مقام پر حضور نبی کریم ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

آن شاہ ہر دو عالم عربی محمد است
مقصود بود آدم عربی محمد است

شاہنشہے مکرم ، عربی محمد است
ماراز جرم حال پریشان ولے چہ غم
چوں پیشوائے عالم عربی محمد است
ماراچہ غم بود کہ چنیں سایہ برسر است
غم خوار حال زارم ، عربی محمد است
نجتم مدد نمود کہ ازا منتش شدم
مطلوب و جان جانم ، عربی محمد است
ختم رسل ، چراغ رہ دین و نور حق!
آن رحمت دو عالم ، عربی محمد است
آن سرور خلائق و آن رہنمائے دین
آن صدر و بدر عالم ، عربی محمد است
آن کعبہ معارف و آن قبلہ یقین
آن شاہ دین پناہم عربی محمد است
کن پیروی راہ دے ازبایدت نجات
شاہنشہے معظم ، عربی محمد است
عثمان چوشد غلام نبی و چہار یار
امیدش از مکارم ، عربی محمد است

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک غزل میں درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حقیقی خوشی اور اصلی دولت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں ہے نہ کہ دنیا کو اپنے دل میں بسانے سے یہ دنیا تو کافروں کے لئے عیش حاصل کرنے کی جگہ ہے جبکہ جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اُن کے لئے آخرت میں آرام وہ مقام ہے فرماتے ہیں:۔

چہ بندی دل دریں تابود آخر　　کہ نتوانی درد آسود آخر
بجز درد تو من کارے ندارم　　دہد لیکن ستاند زود آخر
نہ بندو دل بندنیا مرد عاشق　　ہر آنکو بست ، شد مردود آخر
کہ دنیا جائے خط کافراں است　　زجائے دوستان معبود آخر
اگر دنیا تمامی گنج دارد!　　بود آں گنج زہر آلود آخر
اگر مرد خدائی ، دل چہ بندی ؟　　بیاشی زین بدر خوشنود آخر
فدا کن جان و تن در راہ جاناں　　اگر خواہی راہئی زود ، آخر
بناشی زین جہاں بے غم زمانے　　نگہ کن جملہ رابر بود آخر
بیا عثمان بدر کن دل زعالم　　اگر خواہی زحق بہبود آخر

قلندرانہ مزاج کے رنگ میں ڈوب کر اپنی ایک غزل میں ارشاد فرماتے ہیں:

زخم خواری خم غم غم غریبم　　ندارم جز غم غم غم غریبم
نماندہ درد لم جز غم غریبی　　غریبی در غریبی ام غریبم
نماندہ درد لم غم غیر جاناں　　غمش را دوستم ہر دم غریبم
ندارم بے غمی را طاقت آدرد　　بغم خو کردہ ام چون غم غریبم
بجز غم خواری عشقت ندارم　　دگرکارے ، ازاں باغم غریبم
غم عشقت دالم را تازہ دارد　　ہمیں بس دار را مرہم غریبم
چو عثمان جان و دل دربار پیشیش　　بغم شو آشنا ہر دم غریبم

ترجمہ:

میں اس غم کی غمخواری سے غریب ہوں اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔
میرے دل میں غربت کے غم کے سوا کچھ نہیں رہا۔ میں اس غربت میں اور بھی غریب ہوں۔

میرے دل میں غم جاناں کے سوا کچھ نہیں بچا۔ اس کا غم مجھے پیارا ہے جس کی وجہ سے میں ہروقت غریب ہوں۔

غم کے بغیر میرے پاس کچھ نہیں کہ جو مجھے تقویت دے میں نے اس لئے غم کو اپنی عادت بنالیا ہے۔

تیرے عشق کی غمخواری کے سوا مجھے اور کوئی کام نہیں۔ اسی غم سے میں غریب ہوں۔

تیرے عشق کے غم نے میرے دل کو شگفتہ بنادیا ہے۔ یہی میرے درد کا مرہم ہے۔

عثمان نے جب اپنے جان و دل اس کے سامنے حاضر کئے تو اپنے غم سے آشنا ہوا ہردم غریب ہوا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی شاعری کے ذریعے اپنی وابستگی، وارفتگی اور بے خودی کا اظہار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

جام مہر علی ز در دستم بعد از جام خرد ام مستم
کمر اندر قلندری بستم از دل پاک حیدری ہستم
حیدری ام قلندرم مستم بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

ترجمہ:

میں نے محبت علی رضی اللہ عنہ کا جام تھاما ہے جام عقل کے بعد اس نشے میں مست ہوں میں نے قلندر ہونے پر کمر کس لی ہے میں دل و جان سے حیدری ہوں میں حیدری، قلندری ہوں، جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔

از مئے عشق شاہ سر مستم بندہ مرتضیٰ علی ہستم
من بغیر از علی ندا نستم علی اللہ از ازل گفتم
حیدری ام

ترجمہ:

میں مستوں کے سردار کے عشق کا جام پیے ہوئے ہوں۔ علی المرتضیٰ کا ادنیٰ سا غلام ہوں۔ میں علی کے بغیر کسی کو نہیں پکارتا کیونکہ ازل سے اللہ کا ایک نام علی ہے میں نے ہمیشہ اس کو اس نام سے پکارا ہے۔ میں حیدری ہوں۔

اسد اللہ است ید اللہ است ولی اللہ است مظہر اللہ است
حجت اللہ قدرت اللہ است بے نظیر ذات اللہ است
حیدری ام

ترجمہ:

وہ اسد اللہ ہیں، یداللہ ہیں، ولی اللہ ہیں، مظہر خدا ہیں، حجت خداوندی ہیں، قدرت الٰہی ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال ہے...... میں حیدری ہوں۔

شاہ اقلیم ہل اتی خوانم مالک تخت، قل کفی خوانم
صاحب سیف لافتیٰ خوانم والیٔ تاج انما خوانم
حیدری ام

ترجمہ:

میرے نزدیک وہ اقلیم ہل اتی کے بادشاہ ہیں، تخت قل کفی کے مالک ہیں، سیف لافتیٰ کے پیرو ہیں، تاج انما کے سلطان ہیں...... میں حیدری ہوں۔

آنچہ در وصف مرتضیٰ گفتم باز قول مصطفیٰ، گفتم
حرف حق است برشما گفتم سر اسرار برملا گفتم
حیدری ام

ترجمہ:

میں نے جو کچھ شانِ علی مرتضیٰ میں کہا ہے (یہ اپنی طرف سے نہیں کہا) بلکہ فرمان مصطفیٰ کہا ہے میں نے جو کچھ بھی آپ سے بیان کیا ہے یہ اسرار حق ہے...... میں حیدری

ہوں۔

ان اشعار کو بنیاد بنا کر بعض حضرات نے سید عثمان مروندی جیسے جلیل الشان ولی کو ایک خاص مسلک سے منسک کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسا ہر گز نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد بارے ہر سچا فقیر اور صوفی ایسے ہی جذبات رکھتا ہے جن کا اظہار قلندر پاک نے فرمایا ہے۔ اہل بیت سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر بھی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ان کے نام بتا دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے ایک علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (ترمذی شریف)

ایک اور غزل میں آپ کی شاعری کا کمال اس طرح سے ظاہر ہوتا ہے۔

اے شاہ شاہ بقابا گدا نما — لبے ماہ ماہ ماہ وفا با گدا نما
از محنت فراق چگویم دردِ دل — از شربت وصال عطا با گدا نما
در دم زحد گذشت و ندانم چہا کنم — از مرہم وصال شفاء با گدا نما
ہستم گدائے کوئے تو خواہم لقائے تو — شاہا جمال خود زسخا با گدا نما
ہم حاضری و ناظری در جملہ کائنات — انوار ذات عزوعلا با گدا نما
عثمان مدام از تو ترا خوا ہداز کرم — با خود بکش زلطف، لقا با گدا نما

یادگار مقامات

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کے بہت سے مقامات پر رونق افروز ہو کر اپنے فیوض و برکات کے اثرات چھوڑے اور پھر ان مقامات سے چلے جانے کے باوجود ان

مقامات کی تاریخی حیثیت کو چار چاند لگ گئے اور وہ آپ کی نسبت سے یادگار اور مقدس مقامات قرار پائے ان میں سے چند مشہور مقامات کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

دشت شہباز

دشت شہباز کا اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے یعنی جب آپ بغداد شریف سے مکران کے راستے سے ہند میں تشریف لائے تو کچھ عرصہ تک مکران میں قیام کیا اور اس مقام پر چلہ کشی فرمائی اس مقام پر ہزاروں مکرانی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور آپ کے عقیدت مندوں میں شمار ہوئے اس مقام کو آج بھی دشت شہباز کے نام سے پکارا جاتا ہے اس مقام پر جہاں آپ نے چلہ کشی فرمائی وہ تکیہ وادی پنجگور میں نہر رخشاں کے جنوب میں ایک سرسبز میدان میں واقع ہے۔

رکن پور

روایت ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کے ایک گاؤں ''ریحان'' میں بھی کچھ دن قیام فرمایا تھا۔ اس سفر میں حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ بعد میں یہی گاؤں حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ''رکن پور'' کہلانے لگا۔ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس دیہات میں تشریف لے گئے تو یہ ایک ویران علاقہ تھا اور یہاں کی زمین بنجر تھی۔ پھر اللہ نے اپنے دو برگزیدہ بندوں کے قیام کی برکت سے اس زمین کی سرشت بدل ڈالی۔ علاقہ بھی آباد ہو گیا اور زمین بھی سرسبزی و شادابی کا خزانہ اگلنے لگی۔ آج بھی ''رکن پور'' میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے قیام کے آثار پائے جاتے ہیں۔

اسی حوالے سے ''تحفۃ الکرام'' میں تحریر ہے کہ رکن پور کا نام حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ہے یہاں سومرو ذات کے ایک بزرگ شیخ ریحان رہتے تھے۔

حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کی غرض سے یہاں تشریف لائے تھے اور اسی نسبت سے اسے رکن پور کہا جانے لگا اس سے پہلے یہ گاؤں اپنے نام (یعنی ریحان) پر بھی پکارا جاتا تھا۔ شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام چنیسر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر تشریف لائے تو اس وقت یہ علاقہ بنجر تھا ان بزرگوں کے آنے کے بعد اس علاقے میں ایک قدرتی حسن پیدا ہو گیا اور پورا علاقہ سرسبز ہو گیا۔

منگھو پہاڑی

کراچی سے آگے "منگھو" نامی پہاڑی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بزرگ دفن ہیں۔ بعض روایتوں کے مطابق یہ بزرگ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اور منگھو پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی پہاڑ پر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ایک بستی آباد ہے جس کے دونوں جانب خوبصورت باغ ہیں۔ یہ جگہ درویشوں کا مسکن ہے۔ مشہور ہے کہ اس مقام پر بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کشی کی تھی۔

"تحفۃ الکرام" میں تحریر ہے کہ منگھو پیر رحمۃ اللہ علیہ کے پہاڑ کے پاس حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کندری نام کی ایک نہر واقع ہے جس کے دونوں کناروں پر باغات ہیں۔ جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ اس پہاڑی پر ایک چشمہ پھوٹ پڑا تھا جو آج بھی مشہور ہے۔

لعل باغ

سیہون کے ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک "لعل باغ" بھی ہے جو آپ ہی کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس باغ کے نزدیک ایک پہاڑی بھی ہے مشہور ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ بھی ایک طویل عرصے تک چلہ کش رہے تھے۔ لعل باغ کا رقبہ تقریباً پانچ سو ایکڑ ہے۔ اس باغ میں مختلف پھلوں کے درخت ہیں۔ اسے "لعل واہی" کے نام سے بھی

یاد کیا جاتا ہے۔ اس باغ کے اندر ایک پہاڑ بھی ہے جس سے چشمہ بہتا ہے اور اسی چشمے کا پانی باغ کے حوضوں میں آتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے پہلے نہ یہ باغ تھا اور نہ چشمہ۔ اہل نظر اسے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سمجھتے ہیں کہ ایک مرد خدا کے قدم پڑتے ہی پتھر کا جگر نرم ہو گیا اور اس سے ایک چشمہ پھوٹا۔ اس باغ میں کھجور، لیموں اور بیر وغیرہ کے درخت ہیں۔ لعل باغ میں ایک بہت قدیم درخت ہے جو کہ "لعل جولو" کے نام سے مشہور ہے۔

قدیم غار

سہون شریف کے ریلوے اسٹیشن کے جنوب میں ایک پہاڑ ہے جس کے اندر ایک قدیم غار موجود ہے۔ اس غار کے بارے میں ہندوستان کا مشہور مؤرخ دوار کا پرشاد لکھتا ہے۔ "پچیس ہزار سال پہلے جب انسان غاروں میں رہتے تھے تو یہ غار بنی نوع آدم کا مسکن تھا۔"

اسی غار میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کشی کی تھی۔ غار کے اندر درمیان میں ایک بڑی سی چٹان نما سل رکھی ہے۔ جسے "یک پھٹی" کہتے ہیں۔ غار میں نیلے کے رخ پر ایک محراب بھی ہے۔ اس سل پر بیٹھ کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اس کے نیچے ہموار پہاڑی ہے جسے فرش کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس جگہ تقریباً چار سو افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔

1009ھ میں میر ابوالقاسم نمکین سیہون کے صوبیدار تھے۔ روایت ہے کہ وہ چاندنی راتوں میں اس جگہ کچہری لگا کر لوگوں کے مسائل سنا کرتے تھے۔

غار میں شمال کی سمت ایک قبر بھی موجود ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دولت مند مرید کا مدفن ہے۔ جس نے اپنی تمام دولت اور جائداد چھوڑ کر، ساری زندگی اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں بسر کر دی تھی۔

گنجو ٹکر

سندھ کے شہر حیدرآباد میں گنجو پہاڑ کے درمیان میں ٹنڈو غلام حسین ایک گاؤں ہے اس جگہ ایک تکیہ موجود ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس جگہ پر بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کشی فرمائی تھی۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے یادگار مقامات ہیں جو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں تبرکاً چند کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔